UNIVERSAL LIBRARY
OU_222847
UNIVERSAL LIBRARY

نیا سال اور نئی اُمنگ

دوستو - سال پلٹ گیا - اگر گذشتہ سال کو ہم نے رخصت نہین کیا تو اس نئے سال کا خیر مقدم تو ادا کر دین - اور ہم ہی پر موقوف نہین - زمانہ کا رنگ ہی کچھ ایسا ہو رہا ہے - بے وفائی اور احسان فراموشی اسقدر بڑھتی جاتی ہے کہ اب نئے زبردست آنے والون کا استقبال جس دھوم دھام سے کیا جاتا ہے جانے والے اُس سرگرمی و جوش سے رخصت نہین کیے جاتے - اگلی شرافتون پر خاک پڑتی جاتی ہے - وہ بے لوث اور بے خلوص کی محبتین دنیا سے مٹتی جاتی ہین اور صرف منہ دیکھے کی محبت اور غرض پرستی کا عہد رہ گیا ہے تو پھر ہماری یہ فرو گذاشت کہ مرحوم سنہ ۱۹۰۶ء کی رخصت مین ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکالا اور نئے حکمران زمانہ سنہ ۱۹۰۷ء سے مرحبا اور خوش آمدید کہنے لگے چاہے اگلے مرحوم و مغفور شرفا کے مذاق مین بد اخلاقی ہو مگر موجودہ زمانے کا رنگ دیکھتے بے موقع اور ناموزون نہین ہے - ہماری حالت تو اب یہ ہو رہی ہے کہ یہ بھی غنیمت ہے کہ کچھ خوف خدا کر کے سنہ گذشتہ کی شکایتون کا دفتر نہین کھولتے - اور اتنا خیال دل مین باقی ہے کہ مرے ہوؤن کا ذکر خیر سے کرنا چاہیے -

خیر اب ان باتون کو چھوڑ کے نئے سال سے معانقۂ استقبال کرنا چاہیے - یون تو اب قریب قریب ہر سال اپنے ورود کے وقت کسی نئے جشن طرب کا سامان کر دیا کرتا ہے - اور بعد چاہے جو کچھ ہو قحط ہو - طاعون ہو - آفت ہو - مصیبت ہو مگر ابتدا مزہ داریون ہی سے ہوا کرتی ہے - یہی شروع سال کا زمانہ تھا جب ہم نے

اپنے شہنشاہ کا جشن تاج پوشی منایا - یہی موسم اور یہی دن تھے کہ پارسال اسی غریب رحمت ۱۹۰۶ء کی ابتدا مین ہم نے اپنے ولی عہد سلطنت پرنس آف ویلز کے دیدار سے آنکھین ٹھنڈی کین - اور اپنی حیثیت و حالت سے بڑھ کے جوش انبساط کا تماشا دیکھا اور دکھایا - بلکہ یون کہنا چاہیے کہ جوش مسرت سے یہان تک بیخود ہوئے کہ بعض حالتون مین گھر پھونک کے تماشا دیکھنے کو تیار ہو گئے - علیٰ ہذا القیاس ۱۹۰۷ء بھی آتے ہی تاجدار دولت خداداد افغانستان ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان دام اقبالہ کو اپنے ساتھ لایا - اور ہندوستان پھر وہی شروع سال کی کرشمہ سازیون پر فریفتہ ہو کے اپنی خودی کو بھولا جاتا ہے -

شاہ کابل ابقاہ اللہ الی یوم القرار نے اپنے اخلاق - اپنی دینی سرگرمی - اپنی بے تعصبی - اور اپنی ذرہ نوازیون سے یہی نہین کیا کہ اولیاے سلف کے بعض مزارون پر نئی رونق آگئی اور مسجدون کی چہل پہل یکایک بڑھ گئی - اور مسلمانون مین غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہو گیا - بلکہ اُن کی رعایا پروری اور بے تعصبی نے ہندوون کو مسلمانون سے زیادہ اپنا گرویدہ بنا لیا - اور مسلمانون سے زیادہ جوش استقبال دکھانے کو ہندو تیار ہین - اور کیا عجب کہ امیر کا یہ سفر ہند ہندو مسلمانون کے اتحاد و اتفاق کا ایک اعلیٰ اور زبردست ذریعہ بن جائے - جس امر کی کہ امیر صاحب نے مختلف اوقات مین اور نیز اپنے طرز عمل سے بارہا کوشش کی ہے - ہندو مسلمان کے باہمی تعلقات چند روز سے بہت خراب ہو رہے ہین اور روز بروز زیادہ خراب ہوتے جاتے ہین اگر فرمان رواے کابل جو باوجود ہمارے ایک پڑوسی تاجدار ہونے کے صحیح مشفق بن کے ہمارے وطن مین تشریف لائے ہین اپنی یادگار رہین یہ اتفاق و اتحاد کی برکت ہم مین چھوڑ جائین تو واقعی ہم بڑے خوش نصیب ہین - اور یہ کہنے کو تیار ہین کہ ۱۹۰۷ء سے زیادہ اچھا اور مبارک برس ہندوستان کو صدیون سے دیکھنا نہین نصیب ہوا تھا -

لیکن اگر اس اتحاد کو استقلال نہ ہو تو بھی اسمین شک نہین کہ امیر کی آمد سے ایک بہت ہی بڑا اہم مسئلہ صفائی کے ساتھ ثابت ہو گیا - وہ یہ کہ انگریزی حکام نے تو ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی ہمین نصیحت کی - مگر انگریزی مورخین نے اور بخصوص ان مصنفین

بتاریخ نے جن کی کتابین ہمارے مدارس تعلیم مین لازمی قرار دی گئین ہند و مسلمانون کے درمیان بغض و عناد کا بیج بونے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا - تعلیم یافتہ نوجوانون کی حالت دیکھ کے لوگون کو قریب قریب یقین ہوگیا تھا کہ اُن مصنفون کا پورا جادو چل گیا - اور ایک ایسے اختلاف کی بنیاد پڑگئی جو قیامت تک دور نہ ہوسکے گا اور اب یہ بچھڑے ہوئے ابنائے وطن یعنی ہند و مسلمان اُس عالم مین جا کے بھی شاید ساتھ مل کے نہ رہ سکین گے - یا تو ہمارے دلون پر یہ اثر پڑا ہوا تھا - ہم اپنی بدقسمتی پر آنسو بہا رہے تھے - اور ہمیشہ کے لیے مایوس ہو گئے تھے یا یکایک حضرت امیر کے ورود با جود کے ساتھ ہی وہ اندیشے ایک آن واحد مین کافور ہو گئے - اور نظر آگیا کہ اگر خوش قسمتی کی گھڑی آجائے تو یہ سارے جھگڑے بکھیڑے ایک آن واحد مین دُور ہوسکتے ہین - اور فتنہ پردازون کا فتنہ ایسا نہین ہے کہ دور نہ ہوسکے - غرض یہ اطمینان بھی بہت بڑی چیز ہے - اور ایسی چیز ہے کہ امیر کی آمد کو ہندوستان کبھی نہ بھول سکے گا -"

اب ہم ان رموز خسروان کو بھی چھوڑ کے اپنی طرف توجہ کرتے اور آپ بیتی سناتے ہین - دلگداز کا انتظام سنہ ۱۹۰۶ء کے نصف اخیر مین نہایت خراب رہا - اور پرچہ وقت پر نہ شائع ہوسکے - علی الخصوص اکتوبر نومبر اور دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کے پرچہ فروری سنہ ۱۹۰۷ء کی ابتدا مین شائع ہوئے - اسمین ابتداءً تو کاتب کے بدل جانے پہلے کاتب کے چلے جانے اور دوسرے کاتب کے دیر مین دستیاب ہونے کو دخل تھا - اور بعد اُسکے خود ہماری اور سارے گھر بھر کی بیماری کو جس کے باعث ہم اکثر خطون کا جواب بھی وقت پر نہ دے سکے - ہمارے قدر افزاؤن اور پُرانے دوستون کو شکایت ہے - اور بجا شکایت ہے - لیکن وہ جانتے ہین کہ دوستون سے ویسی شکایتین معاف کرا لینے کی ہمین بھی اچھی مشق ہے -

آغائی صاحب کی لائف کا سلسلہ گذشتہ تین مہینون مین ایک مجبوری سے روک دیا گیا - کیونکہ بعض حالات کے دریافت کرنے مین ہمین دشواریان پیش آئین - اب ہم اُس سلسلہ کو پھر شروع کرین گے - اور کوشش کرین گے کہ جلدی ختم کردین - بعض حضرات آغائی صاحب کی لائف کو ناپسند کرتے ہین - اور اصرار کر رہے ہین کہ یہ سلسلہ ناتمام ہی چھوڑ دیا جائے -

اگر نہین - ہم آغائی صاحب کو جزئی واقعات سے قطع تعلق کر کے مجموعی طور پر بہت قابل قدر اور لکھنو کا فخر خیال کرتے ہین - اور لغزشون سے جو زندگی بھر بچا رہا وہ انسان نہین - ہر شخص کو اُس طبقہ مین رکھ کے دیکھنا چاہیے جسمین وہ تھا - اور اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ اُسکی ذات سے دُنیا نے کیا نفع اُٹھایا -

فلسفۂ محبت

چیست این کار محبت چشم گریان داشتن　　سوزش عشق درون در سینہ پنہان داشتن

حضرات صوفیہ کرام جنھون نے عشق حقیقی کے دشوار گزار مرحلون کو طے کیا ہے فرماتے ہین - العشق نار تحرق ماسوے المحبوب - درحقیقت اس قول کی صحت مین کلام نہین ہو سکتا - انسان اپنے تن من دھن کو مٹا کر اور دین و دنیا سے دست بردار ہو کر عشق کے دربار مین جاروب کشی کی خدمت حاصل کرتا ہے -

آتش عشق تو ام خرمن پندار بسوخت　　تن و جان و دل و دین جملہ یکبار بسوخت

کہان ہین وہ شیدائی اور کہان ہین وہ عاشق جن کے لیے جدائی کا وقت مصیبت اور تنہائی کا زمانہ آفت ہوتا ہے - اُن کے استقلال کے پانو کمزور اُن کا دل شکیب و تحمل سے خالی وہ صبر سے بے بہرہ - اور ضبط سے محروم ہین - اُن کا دماغ قیس کی صحرا نوردی - اور فرہاد کی کوہکنی کی فرضی کہانیان سنتے سنتے مخبس ہو گیا - حرص کی آگ مشتعل ہے خواہشات نفسانی زورون پر ہین - وہ بیچارے عشق کی جانشینی محبت کا مزہ اُلفت کا چٹخارا کیا جانین - آئین اور دیکھین کہ ہماری ہجر کی راتین اور فرقت کے دن کس فرحت و انبساط کے ساتھ گزر رہے ہین - محبوب کی صورت دل مین نظر آ رہی ہے -

دل کے آئینہ مین ہے تصویر یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اغیار کی غمازی سے مطمئن رقیب کی فتنہ پردازی سے محفوظ بیٹھے چین کی بنسی بجا رہے ہین - کبھی دل ہی دل مین محبت و پیار کی باتین ہوتی ہین کبھی لڑائی جھگڑا درپیش ہے - ایک روٹھا ہے تو دوسرا منا رہا ہے - ایک بناؤ

سنگار کر رہا ہے تو دوسرا دلبر ہاتھ رکھے تک رہا ہے۔ اور کچھ دھیمی آواز سے کہہ رہا ہے۔

اسی عمر مین سلامت رہو تم بھی تاقیامت — مین مرا کرون تمھین پر مجھے اجل نہ آئے

ذرا محبت کی نظر سے دیکھا گویا سلطنت ملگئی۔ ذرا ٹیڑھی چیتون کی کہ اعضا مین تشنج ہونے لگا۔ تھوڑی سی دیر گلے مین باہین پڑین ہین ایک دوسرے کے محبت و پیار سے لطف اُٹھا رہا ہے۔ کبھی منھ سے منھ ملا دیا کبھی رخسار سے رخسار رگڑ دیا۔ ایک نے ایک کے چٹکی لی تو دوسرے نے گدگدا دیا ایک نے کوئی خوشرنگ پھول دکھایا تو دوسرے نے ایک پتہ توڑ کر سنگھا دیا۔ غیر کی صورت نظر آئی تو دونون علٰحدہ۔ ایک چپ تو دوسرا خاموش۔ سوچ مین ہین کہ کیا بات بنائین۔ دل کی گھبراہٹ۔ حواس کا انتشار چہرہ کا رنگ اُڑائے دیتا ہے۔ آنے والا آنکھ سے اوجھل ہوا کہ پھر وہی پو بارہ مگر اس دفعہ ہوشیاری کی نظرون سے ادھر اُدھر دیکھ لیتے ہین۔ ذرا پتہ کھڑکا کہ پھر الگ ہوگئے۔ دائین بائین نظر کی اور وہی گلچھرے اڑنے لگے آن کی آن مین خیال نے پلٹا کھایا تو اکیلے پڑے تارے گن رہے ہین اور حسب حال کچھ اشعار جو یاد آئے تو گنگنانے لگے۔ اے اللہ کے بندے میری ایک بات سنو۔ اور حسینون کی تاک جھانک سے باز آؤ۔ پس تحقیق محبت کا انجام موت ہے۔ اور آغاز کھیل معلوم ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ تو رات کی اختر شماری چھوڑ دے۔ اور اس اندھیری رات مین سو رہ۔ مین کہتا ہون کہ میرے دل کو کیونکر چین آئے۔ جب تک کہ رات سے صبح نہ کر دون

سماعاً یا عباد اللہ منی — وکفوا عن ملاحظۃ الملاح — فان الحب آخرۃ المنایا
واولہ شبیہ بالمزاح — وقالوا دع مراقبۃ الثریا — ونم باللیل مسود الجناح
فقلت وہل آفاق القلب حتٰی — افرق بین لیلی والصباح

غرض کہ تڑپ تڑپ کر رات کاٹی تو دن پہاڑ ہوگیا۔ جدھر جاتے ہین یار و اغیار سے طعن و تشنیع سانپ بچھو کا کام دے رہے ہین۔ کچھ پریشان خیالات دماغ مین پیدا ہوئے کہ دل سے کہنے لگے۔

جانے دے اے تصور جاناں نہ کر تپاں ایسا نہو کہ وہ کہین دشمن کے گھر ملے

تنا کہنا تھا کہ دفعتہً وہی خیال دل مین آگیا کہ لو وہ تو رقیب کا پہلو گرم کر رہے ہین راز و نیاز کی باتین ہو رہی ہین - وقتاً فوقتاً ملنے کے وعدے ہو رہے ہین ہمارا ذکر آتا ہے تو پیشانی پر شکن آجاتی ہے - بس اب بیچینی کا حال کچھ نہ پوچھیے بیٹھے سے کھڑے ہو گئے - کھڑے سے چکر آیا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے - دل ہاتھون اچھل رہا ہے - کلیجہ کو سوت جا رہا ہے - چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا بدن مین پسینہ آگیا - دم چڑھنے لگا - حالت غیر ہو گئی - اس سے ذرا فرصت ہوئی تو کسی مجلس مین موجود ہین آنکھین چار ہوئین کہ اشارے ہونے لگے دل ہی دل مین ڈر رہے کہ کوئی دیکھ نہ لے اور کنکھیون سے برابر سوال و جواب ہو رہے ہین - اگر اتفاقاً کسی کی نظر پڑ بھی گئی تو نظر چرا گئے - ذرا تامل کر کے دیکھنے والے کی صورت کو سرسری نظر سے دیکھا تو اُس کو کسی اور طرف متوجہ پایا کہ پھر نظارہ بازی شروع ہو گئی مجلس برخاست ہوئی تو دونون ایک دوسرے کو دیکھتے چلے جا رہے ہین - شوق کی قوت مقناطیسی ایک دوسرے کو کھینچ رہی ہے - مگر افشاے راز کا خیال دونون کے فصل کو بڑھا دیتا ہے - یہان سے خیال بدلا تو وصل کی رات کا سماں پیش نظر ہے اب اس سے زیادہ اور کونسا وقت قابل قدر اور قیمتی ہو سکتا ہے؟ مگر وہ دل کی الجھن اور میٹھا میٹھا درد کب چین لینے دیتا ہے - اور صبح کا کھٹکا ہے کہ لگا ہوا ہے گھبرا گھبرا کر کہہ اُٹھتے ہین -

شب وصل غریبان ہے مرے ہمدم کبھی تو جب ہے گریبان سحر کو مانگ رکھنا دامن شب ہے

غرضکہ یہ ایک کیفیت ہے جو انسان کو محو اور بیخود کر دیتی ہے اس خمار کا اُتار موت کا پیالہ ہے جہان روح نے جسم سے مفارقت کی کہ نشہ ہرن ہو گیا - جس کو یہ سودا ہوا وہ اُس کے دم کے ساتھ رہا - اس مین بوڑھے جوان اور بچے کی تفریق نہین - جسکو اس شراب کا دائمی سرور حاصل ہوا اُس نے معراج کمال کا درجہ پایا - جس نے اس راہ مین قدم رکھا وہ منزل مقصود کو پہونچا - جسنے اس دریاے ناپیدا کنار مین غوطہ

نگایا۔ اُس نے گوہر مطلب پایا۔ جس نے نفس کُشی کی اُس نے حیات جاودانی پائی۔ قلب صاف اور آنکھین روشن ہوگئین۔ اُس کی خوراک ریاضت اور ورزش تزکیۂ نفس ہوگیا۔ بوالہوسی کے بندے بداخلاقیون کے مشاغل عشق کو بدنام کرتے ہین اُن کا نفس اُن کو ذلیل و خوار دربدر پھراتا ہے اور آخر کو نا شاد و نامراد بدنامی کے گہرے اور تاریک غار مین ڈھکیل دیتا ہے نادان لوگ ایسے کشتگان ہوس کو شہید ناز سے تعبیر کرتے ہین۔ بوالہوسون کا عشق اُسی حد تک محدود ہے جب تک جوانی کا جوش باقی ہے۔ اُس سے گذرے کہ ممنوعات شرعی سے محترز اور متنفر ہوگئے۔ اور نوجوانون کے لیے دستور العمل بن گئے۔

اِس لیے سچی محبت اور عشق وہی ہے جو خود غرضی اور خواہش نفسانی سے مبرا ہو اور تمام عمر دل مین اُس کی کھٹک باقی رہے۔

تنکے کا بھی جو لوگ سہارا نہین کرتے
ہوجاتے ہین دریاے محبت مین وہی پار

راقم م - ع - مقبول از علیگڈھ

یادِ وطن

وطن! پیارے وطن! تیرے دلفریب چہرے مین کیا کشش ہے کہ کسی کی زلف گرہگیر مین پھنسنے کے بعد بھی دل تیری طرف کھنچتا رہتا ہے۔ تیری سواد تسکین دیتی اور تیری آب وہوا صحت بخشتی ہے۔ اے شادکامانِ صحبت وطن تم وطن کی قدر نہین جانتے۔ جس طرح حسینون کا کوئی مقصود و چاہنے والا اور صحبت عشق کے مزے لوٹنے والا نہ فراق کے مزے سے واقف ہے اور نہ معشوق کی سچی قدر جان سکتا ہے اُسی طرح تم بھی نہین جانتے کہ غریب الوطنی کتنی بڑی بلا ہے۔ اور وطن کیا چیز ہے۔

حضرت یوسف مصر کی مسند وزارت پر بیٹھ کے ارض کنعان کی گدائی پر حسد کرتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کر دی کہ میری لاش ارض یہودا مین لیجا کے خاندانی مقابر مین دفن کیجائے۔ وارثون نے اِس وصیت پر عمل کرنا چاہا تو اہل

مصر نے مزاحمت کی - آخر مدت ہائے دراز کے بعد حضرت موسیٰ جناب یوسف کا تابوت لے کے آبا و اجداد کی سرزمین مین پہونچے اور وہین دفن کیا -

سکندر ذوالقرنین نے جب شہر بابل مین دنیا کو رخصت کیا ہے تو افسرون کو وصیت کر دی تھی کہ میری لاش کو ارض یونان مین لیجا کے دفن کرنا -

اس سے بھی زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ تاجدار عجم شاپور ذوالاکتاف ایک مرتبہ رومیون کے ہاتھ مین اسیر ہو گیا تھا جو اُسے اپنی حراست مین بلاد روم مین لے گئے وہان قید کی مصیبت مین مبتلا تھا کہ اسیری کے ساتھ بیماری سے بھی سابقہ پڑا - اتفاقاً شہنشاہ روم کی بیٹی اُس پر فریفتہ ہو گئی - جو جوش محبت سے باپ کے قید خانے مین خود ہی جا جا کے صاحب تاج قیدی کی خدمت و تیمارداری کرتی تھی - جب مرض نے طول کھینچا اور کسی طرح افاقہ نہ ہوا تو رومیہ شاہزادی پوچھنے لگی "اب آپ کی صحت کے لیے کیا تدبیر کی جائے؟" جواب دیا "پینے کو دجلہ کا تھوڑا سا پانی - اور سونگھنے کو اصطخر کی تھوڑی سی مٹی لادو" چند روز بعد شاہزادی تھوڑا پانی اور تھوڑی مٹی لے کے آئی اور کہا "لو یہ دجلہ کا پانی ہے اور یہ اصطخر کی مٹی ہے" گو شاہزادی نے اُسے دھوکا دیا تھا اور ان دونون مین سے کوئی چیز اصلی نہ تھی مگر محبت وطن کا جوش دیکھیے کہ محض وہم و گمان کی بنیاد پر اُس پانی کے پیتے اور مٹی کے سونگھتے ہی شاپور اچھا ہو گیا -

اسی قدیم روایت کی برکت تھی یا ذاتی تجربہ ہوا تھا کہ برامکہ کے زمانے مین لوگون کا معمول ہو گیا تھا کہ سفر پر جانے لگتے تو وطن کی تھوڑی مٹی ایک تھیلے مین بھر کے ساتھ رکھ لیا کرتے کہ کہین غربت مین بیمار ہو سکے تو یہ خاک شفا ثابت ہو گی - ایک دفعہ کسی شخص کی زبان سے نکل گیا "سفر عذاب کا ایک حصہ ہے" دوسرے نے کہا "یہ نہ کہو بلکہ عذاب سفر کا ایک حصہ ہے"

خود حضرت سرور کائنات صلعم کو اگرچہ مدینہ مین انصار کے سے جان نثار مل گئے تھے مگر مکہ کی یاد جب آتی دل دُکھا ہی دیتی تھی - امان مکہ سے آکے حاضر بارگاہ نبوت ہوئے تو آپنے پوچھا "مکہ کو کس حال مین چھوڑا تھا؟" عرض کیا "مین جب چلا ہون اذخر (ایک گھانس) مین پھل آ گئے تھے - اور ثمام (ایک خوشبودار کی گھانس) مین کونپل پھوٹ چکی تھی" وطن کی یہ خیالی تصویر دیکھتے ہی آپ کی آنکھون

مین آنسو بھر آئے -

موذن رسول اللہ بلال کو مکہ مین زندگی کی بہت کم گھڑیان چین اور آرام سے گزری تھین - ہمیشہ ستائے ہی گئے تھے - مگر جب مکہ کی یاد آتی تو یہ دو شعر پڑھنے لگتے -

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ　　بواد و حولی اذخر و جلیل

کاش معلوم ہو جاتا کہ مجھے کبھی اُس وادی مین پھر بھی ایک رات کے سونا نصیب ہوگا جہان میرے گرد اذخر اور جلیل (مکہ کی دو گھانسین) اُگی ہوئی ہون ؟

وہل اردن یوما میاہ مجنۃ　　وہل یبدون لی شامۃ و طفیل

اور کبھی آب مجنۃ پر پھر اُترنا ہوگا ؟ اور کبھی شامۃ اور طفیل پہاڑیون کی چوٹیان نظر کے سامنے ہون گی ؟

وطن کی یاد جسقدر بیچین کر دیتی ہے وہ بیچینی اور کسی چیز کے یاد کرنے سے نہین ہوتی - سواد وطن یاد آتے ہی خدا جانے کن کن لوگون کی اور کیسی کیسی پیاری صورتین نظر کے سامنے آجاتی ہین - یاران وطن کا جلسہ خیال کے سامنے آتا ہے اور تڑپا دیتا ہے - اعزا و اقارب عالم خیال مین غریب الوطن کے سامنے آتے ہین اور اُسے اپنی طرف بلاتے ہین - بال بچے اپنے غم مفارقت کے واقعات اُسکی پُر حسرت نظر کے سامنے کر دیتے ہین اور اُس کا دل قابو سے باہر ہو جاتا ہے -

مگر ان سب سے زیادہ کشش اُن گلی کوچون کی ہوتی ہے جنمین وہ بچپن مین پھرا تھا - اُن میدانون کی ہوتی ہے جن مین گر پڑکے اور کھیل کود کے وہ بڑا ہوا تھا - اُس شکستہ مکان کی ہوتی ہے جسمین اُسنے آغوش مادر کا لطف اُٹھایا تھا - ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ غربت کی امارت مین انسان وطن کی فلاکت و محتاجی کو حسد کی نگاہ سے دیکھے - اور غریب الوطنی کی بادشاہی کو صحبت وطن کی فقیری پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے

ان وطنی جذبات کے غالب ہونے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنا بچپن نہایت ہی عزیز ہوتا ہے - بچپن کی بے فکریان اور مان کا آغوش شفقت زندگی بھر یاد آکے کسی دلربا نازنین کے خیال سے بھی زیادہ بیچین کر دیا کرتا ہے - اُس عہد کی

سا دگیاں اور حماقتیں بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں - اور بچپن کا آغوش جسطرح ماں کا گود ہے اُسی طرح سواد وطن اور وہ مکان بھی ہیں جن میں اُس نے زندگی کی ابتدائی گھڑیاں بسر کی تھیں -

چنانچہ اگر وطن کی باتیں زیادہ موثر الفاظ میں دکھائی جائیں تو انسان کے ارادے بدل جاتے ہیں اور سفر میں لاکھ نفعوں کی امید ہو صبر کر کے گھر میں بیٹھ رہتا ہے۔ مشہور ہے کہ ایک بدوی عرب نے سفر کے لیے کمر باندھی - اور چلنے کو تیار ہوا تو بی بی کے پاس آیا اور کہا -

عدی السنین لغیبتی و تصبری   و ذری الشہور فانھن قصار

میری غیبت میں برس گنتی رہنا اور مہینوں کا لحاظ نہ کرنا کہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں - بی بی نے سنتے ہی ایک آہ کھینچی اور جواب دیا -

فاذکر صبابتنا الیک و شوقنا   وارحم بناتک انھن صغار

یاد کرو کہ تمھارے بعد تمھارے فراق کا ہمیں کیسا صدمہ ہوگا؟ اور تمھارا کسقدر شوق ہوگا؟ اور اپنی بیٹیوں پر رحم کرو - وہ ابھی ننھی بچیاں ہیں -

یہ موزوں جواب سنتے ہی بدوی کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ سفر سے باز آگیا کہا "اب کون جائے!" اور کمر کھول کے گھر میں بیٹھ رہا - یہ ہیں یاد وطن کے کرشمے - اور یہ ہے وطن کی کشش -

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ ہوا تو محمد بن یزید نام ایک شخص کو والی عراق بنا کے بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں جاتے ہی جتنے قیدی ہوں سب کو چھوڑ دینا اسلیے کہ حجاج بن یوسف کی سخت گیریوں نے صدہا لوگوں کو اسیر بلا کر رکھا تھا محمد بن یزید نے آتے ہی احکام خلافت کی تعمیل کی - اور پہلے والی یزید بن ابی مسلم پر بہت جور و تشدد کیا - چند روز بعد جب خلیفہ سلیمان کی موت نے سریر خلافت کو خالی کیا اور یزید بن عبدالملک اریکہ آرائے سلطنت ہوا - تو اُسنے یزید بن ابی مسلم کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا - جہاں کی گورنری کی باگ اِس سے پیشتر محمد بن یزید کے ہاتھ میں تھی -

محمد انکو رسنے جب یزید بن ابی مسلم کے آنے کی خبر سُنی تو مارے خوف کے اُس کے
پہونچنے سے پہلے ہی بھاگ کے روپوش ہوگیا - اور یزید نے پہونچتے ہی اُسکی تلاش
شروع کی - آخر وہ گرفتار ہو کے لایا گیا - اور جسوقت یزید بن مسلم کے سامنے پیش
کیا گیا ہے رمضان کا مہینہ تھا - افطار کا وقت قریب تھا - اور یزید کے ہاتھ مین
انگور کا گچھا تھا کہ اذان ہوتے ہی اُسے کھائے - محمد ابن یزید کی صورت دیکھتے ہی
بولا "محمد - تم پر قابو پانے کی دعا مجھے مدت دراز تک مانگنی پڑی" محمد نے
کہا "اور مین بھی مدت سے دعا مانگ رہا ہون کہ خدا مجھے آپکے ہاتھ سے امان دلوائے"
سنتے ہی یزید نے کہا "امان بخدا کی قسم ندون گا - اور اگر ملک الموت نے بھی ارادہ
کیا کہ میرا وار پڑنے سے پہلے تمھاری جان نکال لے تو مین یہ انگور کھانا چھوڑ دونگا
اور کوشش کرون گا کہ عزرائیل کا ہاتھ پڑنے سے پہلے ہی تمھارا کام تمام کر دون"
اسکے بعد یزید کے حکم سے اُس کی مشکین بندھ گئین - قتل گاہ مین لا کے بٹھا دیا گیا - اور
جلاد سر کاٹنے کے لیے تلوار لے کے کھڑا ہوگیا - اتنے مین موذن نے اذان دی
اور یزید ابن ابی مسلم وہ انگور کا خوشہ رکابی مین رکھ کے نماز پڑھنے کو گیا - اتفاقاً
اہل افریقہ اُس کے دشمن ہو رہے تھے - نماز مین سجدے سے سر اُٹھایا تھا کہ کسی
بیباک دشمن نے ایک ایسا گُرز مارا کہ ایک ہی وار مین اُس کا کام تمام کر دیا - فوراً
ہر طرف غل ہوا - لوگون کو معلوم ہوا کہ والی افریقہ مار ڈالا گیا - اور جلاد نے جو
کھڑا تلوار تول رہا تھا محمد بن یزید کی مشکین کھولدین اور کہا "اب آپ آزاد ہین
جہان چاہیے جائیے" وہ انگور کا خوشہ رکھا رہ گیا - اور فرشتۂ موت نے ایک آن کے
آن مین اس بات کا ثبوت دے دیا کہ وہ سبقت کر سکتا ہے یا وہ جو گھڑی بھر کے لیے خداوند
جل وعلا کو بھول گیا تھا - یہین سے نظر آتا ہے کہ خدا کی قوت سب پر غالب ہے - اور اُس
کی مرضی کے خلاف ایک ذرہ حرکت نہین کر سکتا -

اِس سے بھی زیادہ حیرت انگیز نمونہ مشیت ایزدی کے غالب آنے کا یہ ہے کہ سلاطین
آل حمدان مین سے ملک الناصر روح فرسا مرض قولنج مین مبتلا ہوا - تمام اطبائے دولت
حاضر ہوئے - اور اپنی تدبیرون مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھی مگر بادشاہ کو نفع ہونا تھا نہوا -
آخر اطبا عاجز آکے ڈرے کہ ایسا نہ ہو بادشاہ ہماری یہ کمزوری دیکھ کے اور

ہم سے بدعقیدہ ہو کے ہمارے ازار کے درپے ہو جائے - چنانچہ سب نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ بادشاہ کا کام ہی تمام کر دین - اس کام کے لیے اُنھون نے ایک شخص کو مقرر کیا جو خنجر کپڑون مین چھپائے ہوئے محل مین چھپ رہا - ملک الناصر ایوان شاہی کے ایک حصّہ سے دوسرے مین جا رہا تھا اور ایک دہلیز پر قدم رکھا تھا کہ اُس شخص نے نکل کے حملہ کیا - اور ناف کے نیچے خنجر بھونک دیا - خنجر سے معا قولون چاک ہو گئی جس مین سُدّون کے رُک جانے سے مرض پیدا ہوا تھا - فوراً تمام مادہ فاسدا ور سُدّے نکل گئے - اور قولنج کی جان گزا تکلیف سے ملک الناصر کو نجات ملگئی - باقی رہا زخم وہ چندہی روز مین جرّاحون کی ہنرمندی سے اچھا ہو گیا -

سچ کہتے ہین کہ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - وہی دشمنی جو زندگی کا چراغ گل کرنے کے لیے کی گئی تھی زندگی بخش ثابت ہوئی - اور جو حربہ جان لینے کے لیے کیا گیا تھا اُسی نے جان بچا دی -

ہمارا جدید ناول

ناول یوسف و نجمہ جو ایک مدت سے ناتمام و ناقص پڑا ہوا تھا - پورا ہو گیا - اور اس کا فیصلہ پبلک کے ہاتھ ہے کہ انجام کیسا ہوا؟ اور اس کی کیا حالت رہی؟ جہان تک ہم سمجھتے ہین ناظرین نے اس انجام کو پسند کیا ہو گا - اور جو کچھ اس مین ہوا وہ اُن کے مذاق اور اُن کی خواہشون کے موافق ہو گا -

نئے ناول کے متعلق ہم کچھ زمانے تک متردد رہے کہ کس تاریخ اور کس عہد کو اختیار کرین - بعض حضرات کی خواہش تھی کہ غدر کا زمانہ اختیار کیا جائے - اور اُسوقت کی مصیبتون کی تصویر دکھائی جائے - بعض احباب کی راے ہوئی کہ ہندستان ہی کی پُرانی تاریخ مین سے کوئی زمانہ منتخب کر لیا جائے - دو ایک دوستون نے پھر یورپ کی سیر کرنی چاہی - اور فرمایا کہ دولت عثمانیہ کی تاریخ مین سے ایک اچھا اور دلچسپ پلاٹ اخذ کر لیا جائے - لیکن ہم نے جہان تک غور کیا انھین سے کسی مشورے پر عمل کرنے کے لیے ہم ابھی تیار نہ تھے -

نئے تعلیم یافتہ گروہ کا خیال ہے کہ ہماری موجودہ زندگی اور ابناے

وطن کی مروجہ معاشرت پر ناول لکھے جانے چاہیے - جیسا کہ انگریزی مین ہو رہا ہے - مگر ہمارے خیال مین یہ اُن کی نا تجربہ کاری ہے - بے شک انگلستان اور ممالک یورپ مین اکثر ناول ایسے ہی ہوتے ہین - اور وہان وہی عنوان دلچسپ رہتا ہے - مگر ہندوستان کی پبلک مین جہان تک میرا تجربہ ہے - یہ عنوان بالکل دلچسپ نہین ہو سکتا ہے - افسانون مین انسان اپنی زندگی کے اعلےٰ اور کامیابی کے واقعات کو ڈھونڈھتا ہے - اور ناکامی و ٹرے جڑی بھی پسند آتی ہے تو اُسی عہد کی جبکہ اپنے حالات مین کامرانی و مقصد وری کی صورتین نظر آیا کرتی تھین - جسطرح ہر انسان اپنے جوانی کے واقعات کو زیادہ پسند کرتا - اور مزہ لے لے کے کہتا اور سُنتا ہے - اُسی طرح قومین بھی اپنے عروج و کمال اور اوج و اقبال کے واقعات کو زیادہ پسندیدہ خیال کیا کرتی ہین -

یورپ والون کو دُنیا کی ساری عمر مین اپنا ہی موجودہ دور کامیابی و کامرانی اور ترقی و عروج کا دور نظر آتا ہے - اور اسی لیے وہ اپنی گزشتہ زندگی کے عوض موجودہ زندگی کو زیادہ پسند کرتے اور قومی عمر کے اسی حصہ پر فخر و ناز رکھتے ہین - ایسی حالت مین اگر اُن کے ناول موجودہ سوسائٹی کے واقعات سے لبریز ہوتے ہین تو کوئی تعجب کی بات نہین - بلکہ بالکل بجا ہے - بہ خلاف اُن کے ہم اہل ہند ہندو یا مسلمان بلکہ مین کہونگا کہ جاپان والون کے سوا سارے اہل ایشیا - اسمین عرب ہون یا ترک - ایرانی ہون یا ہندی یقین کر رہے ہین کہ ہمارے اوج و عروج کا زمانہ گزر گیا - اور فی الحال ہم ایک نکبت و پستی کی زندگی مین مبتلا ہین - پھر ایسی حالت مین ہم پوچھتے ہین کہ اُنھین اپنی موجودہ زندگی مین لطف کے گا یا اوج و اقبال کی زندگی مین؟

اور ہماری اس ذلت و پستی کی زندگی مین رکھا ہی کیا ہے جسمین ہمین یا کسی کو کچھ مزہ آسکیگا؟ اولوالعزمی و بلند حوصلگی ہم مین نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے - بڑے اہم معاملات ملکی و قومی نہ ہم کر سکتے ہین - اور نہ ہمارے ہاتھ مین ہین - تعلیم و قابلیت ہم مین نہایت کم درجہ پر ہے - ہماری عورتین جاہل اور نادان ہین اور رسوا پستی خیال کے اُن سے نہ کوئی عقلی کام ہو سکتا ہے - اور نہ کوئی بڑا اہم ملکی

کام - شریف گھرانون مین ہمارے یہان عشق ناجائز ہے - عقد سے پہلے مرد وعورت مین کوئی رابطہ نہین قائم ہوسکتا - اور ہو تو ناجائز ہے - سچ یہ ہے کہ ہم مین سوسائٹی ہی نہین جس پر یورپ کے ناولون کی بنیاد قائم ہوتی ہے -

رہین چند معمولی باتین پیدا ہونا - کھیل کود کے بڑا ہونا - کچھ دنون اُستاد کے سامنے بیٹھ کے محض بے نتیجہ اینا اور اُس کا بھیجا خالی کرنا - شادی کرنا نہین بلکہ دوسرون کے ہاتھون شادی کا ہوجانا - اور چند دنون تک روٹی کی فکر مین مبتلا رہ کے اور زمانے کی سختی و سُستی برداشت کرکے مرجانا - ہماری موجودہ زندگی کا خلاصہ ہے اس مین اور ایک جانور کی زندگی مین بہت ہی تھوڑا فرق ہے - اور ہم نہین سمجھ سکتے کہ ان واقعات مین کسی کو کیا لطف آئے گا؟

موجودہ سوسائٹی کے شوق کی برکت سے اُردو مین ایسے بھی ناول لکھے گئے ہین - جنمین کبھی کوئی شریف زادی کسی اور کے گھر مین ڈولی سے اُتروا دی گئی ہے - کبھی کسی نے کسی مہ جبین بہو بیٹی کو کھڑکی سے جھانکتے - یا گاڑی کی جھلملیون سے آنکھین ملاتے دیکھ لیا ہے - اور عاشق ہوگیا ہے - پھر اُس کے گھر سے نکالنے کی کوشش کی ہے - اور آخر اُسے خراب کیا ہے -

ایسے ناولون کی نسبت ہم نہین جانتے کہ وہ سوسائٹی کی تصویرین ہین یا اُن کے ذریعہ سے سوسائٹی اور زیادہ بدنام و رُسوا کی گئی ہے - اُن مین اخلاق کا سبق دیا گیا ہے - یا بد اخلاقی سکھائی گئی ہے -

سچ یہ ہے کہ ہماری زندگی اس قابل ہی نہین کہ ناول کے صفحون پر لائی جائے - اور جو کچھ اس سوسائٹی مین ہے اگر دکھایا جائے گا اُس سے سوا اس کے کہ ہم اپنی ذلت و تباہی کو عالم آشکارا کر دین اور کچھ نہ ہوگا - اُن کو پڑھ کر غیر ہم پر ہنستین گے - اور ہم اُن سے جو سبق حاصل کرین گے وہ ہمین اور ذلیل و پست کرے گا -

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ موجودہ مذاق پبلک کو پسند بھی نہین آسکتا - کیونکہ اسی اصول کے مطابق جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین ہمارے ہم وطنون اور ہم قومون کو اپنی قومی زندگی کے اُسی حصہ کے واقعات مین مزہ آسکتا ہے جو کامیابی و

عروج کا زمانہ تھا - اور نصیحت وعبرت کے لیے بھی ہم انھین اُن کے اوج وعروج کے کارنامے دکھائین تو شاید وہ زیادہ متنبہ ہون گے -

ہندوستان کے لیے اہل یورپ کے مذاق کے ناول نہین چاہیے بلکہ "رومانس" چاہیے - جن مین انھین کے کسی اگلے ہم وطن یا ہم مذہب کی اعلےٰ کارگزاریان دکھائی گئی ہون - اور جن کے ذریعہ سے انھین اپنا اگلا علم و فضل اور اوج وعروج یاد دلایا گیا ہو -

ہم نے بھی دو ایک ناول موجودہ سوسائٹی دکھانے کی کوشش مین لکھکے شائع کیے تھے - مگر پبلک کو اُن مین ہرگز اتنا مزہ نہین آیا جتنا کہ - ملک العزیز ورجنا - فتح اندلس - ایام عرب - اور فردوس برین وغیرہ وغیرہ مین آیا - اور اسی خیال سے ہم ہمیشہ ناول کے لیے اگلے عہد کا کوئی واقعہ ڈھونڈ لیا کرتے ہین - اور اُس مین موجودہ لٹریچر کے موافق جسمین کچھ مشرقیت ہوتی ہے - اور کچھ مغربیت حتی الامکان دلچسپی پیدا کر دیا کرتے ہین - اور ہمین اب یقین ہو گیا ہے کہ جسطرح ہمارا موجودہ لٹریچر مغربی و مشرقی انشاپردازی کا مجموعہ ہے اُسی طرح ہمارے ناولون کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اُن مین کچھ ایشیائیت ہو - اور کچھ یورپیت - نہ وہ بالکل ایسی بے سروپا کہانیان ہون - اور نہ انگلش گھرون کی تصویر دکھانے والے ناول -

فی الحال ہم نے کوئی خیالی پلاٹ نہین بنایا - بلکہ ایک ایسے عاشق عرب کا قصہ ناول کے پیرائے مین لکھنا شروع کر دیا ہے جس کے نام سے ہندوستان کے لوگ تو بہت کم واقف ہین مگر عرب کے لٹریچر مین اُس کی حد سے زیادہ شہرت ہے - عشاق عرب مین سے مجنون عامری اور اُس کی معشوقہ لیلیٰ کا نام فارسی اور اُردو نظم ونثر کا عنصر اعظم بن گیا - مگر قیس بن ذریح عذری اور اُس کی معشوقہ لُبنیٰ کے حالات سے لوگ بالکل ناواقف ہین - حالانکہ عرب مین اِن دونون نامون کو لیلےٰ مجنون کے نامون سے کم شہرت نہین حاصل ہے -

قیس بن ذریح کا کلام عربی لٹریچر مین کثرت سے موجود ہے - اِس کے واقعات مورخین نے تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہین - اور شعرا نے اُسکے سوز عشق سے اپنے

عاشقانہ کلام مین گرمی پیدا کی ہے - اس کا زمانہ صحابۂ کرام کا درمیانی زمانہ ہے حضرت عثمان ذی النورین - اور حضرت علی مرتضیٰ کی شہادتون کو اُس نے دیکھا نہین تو سُنا تھا - اور اسلام کے اُس ابتدائی پُرفتن عہد مین تھا جبکہ حضرت رب العزت نے خیر القرون کے برگزیدہ لوگون کو آزمائش کی مصیبت مین مبتلا کر دیا تھا - لیکن اپنے عشق کے جوش سے اُس نے اُس عہد کے جھگڑون کی طرف توجہ نہین کی - اور لیلیٰ کی یاد مین رو دیا کیا - اس کو سب سے بڑی فضیلت و شرافت - یہ حاصل تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا رضاعی بھائی تھا -

ممکن تھا کہ اس موقع پر ہم اُس کے مختصر حالات بھی بیان کر دیتے لیکن نہین اس سے ہمارا ناول بے مزہ ہو جائے گا - اور واقعات کے معلوم کرنے کا جو شوق دلون مین پیدا ہوا کرتا ہے سرد پڑ جائے گا - لیکن اتنا اطمینان دلاتے ہین کہ اس ناول مین جو واقعات بیان کیے جائینگے مجموعی طور پر سچے اور مطابق واقعہ ہونگے - ہان ناول کی ضرورت سے تفصیلی صحبتون اور صحبت کی باتون مین تصرف اور اضافہ کرنے سے مجبوری ہے - کیونکہ بغیر اس کے نہ ناول ناول ہو سکتا ہے اور نہ قصہ مین مزہ آ سکتا ہے -

شائقین کتب کو مژدہ

مندرجۂ ذیل کتابین دفتر دلگداز سے مندرجۂ ذیل مشتہرہ قیمت پر منگوائیے - پڑھیے - اور مزہ لیجیے - رضا و حسینہ عہ؍ - عمر یا شاعہ - شہنشاہ عیاران عہ - عیارون کا عیار عہ - فسانۂ مفقود الخبر عہ - روز البرٹ عہ - مار گرزٹ عہ - خوش نصیب عہ؍ - مرد میدان ہر دو حصہ کامل للعہ؍

المشتہر - منیجر دلگداز

ملاحظہ ہو - یہ اڈیٹر دلگداز کے تازہ تصانیف ضرور منگوائیے - یوسف و نجمہ تمام و کمال عہ - جنید بغدادی عہ؍ - خواجہ قطب الدین بختیار کاکی - ۶؍ - الحکم ارفاعیہ ۳؍ - منیجر دلگداز

ہم اور ہمارے اسلاف

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے — یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا

تخلیق عالم سے اسوقت تک یہی قاعدہ چلا آیا ہے کہ اگر ایک قوم کے عروج کا آفتاب سپہر کمال پر پہونچکر غروب ہونا شروع ہوا تو اُسکے مقابلہ ہی مین دوسری قوم کا کوکب اقبال ترقی کے بلند آسمان پر چمکنے لگا۔ متلوّن زمانہ نے اسی طرح دُنیا کے اسٹیج پر سیکڑون دلکش ڈرامے بنائے اور اہل عالم کو اُنکا تماشہ دکھا دکھا کر بگاڑ ڈالا۔ بس یہی حالت مسلمانون کے عروج اور زوال کی ہے۔

دُنیا مین سب سے پیشتر ہند مین ترقی کا آفتاب طلوع ہوا تھا۔ بعد ازان مصر۔ یونان۔ روما۔ کارتھیج اور فینشیا وغیرہ مختلف قومون اور ملکون مین یہ نیر درخشان اپنی روشنی ڈالتا رہا مگر جسوقت مذکورۃ الصدر ممالک اِس چمکدار سورج سے مقتبس ہو رہے تھے اُسوقت بلکہ اُس سے بھی کہین پہلے سے عرب سخت پستی کی حالت مین تھا اور جب اُس لاتعداد زمانہ کے گزرنے کے بعد اِس ملک کے ہونہار فرقون اور جنگجو قبیلون نے کلمۂ توحید کی چونکا دینے والی آواز سے اپنے مین کوئی غیر معمولی اثر پایا تو فوراً ہی گمنامی اور جہالت کے مجہول لباس کو اُتار کر تمام دُنیا پر اپنی جودت طبعی اور ذکاوت ذہنی ظاہر کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اُسوقت مصر و یونان وغیرہ ممالک کی ترقی بدرجۂ کمال پہونچ کر زوال پذیر ہو چکی تھی یا دوسرے معنی مین ان چراغون مین جو تیل ڈالا گیا تھا وہ قریب الاختتام تھا اور ان مین جو ٹمٹماتی ہوئی روشنی باقی رہ گئی تھی اُسکے لحاظ سے صرف

چراغ سحری ہی کہے جا سکتے تھے -
ایک عرصہ تک اہل عرب قومی اصلاح اور خانہ جنگیون کی گتھیان سلجھانے مین مصروف رہے اور جسوقت قومی خونریزیون اور طوائف الملوکیون سے فارغ ہوئے تو اُنھون نے فضاء عالم کا چکر لگانے اور مصر و عجم کو اپنی جولانگاہ بنانے کا مصمم قصد کر لیا - اُنھون نے ذاتی شجاعت و استقلال اور خدا کے بھروسہ کے باعث یہ بھی خیال نہ کیا کہ ہم قلیل التعداد ہین اور اس صورت مین ہم کبھی حملہ آور ہونے کی قوت و مقدرت نہین رکھتے - وہ اپنے ریگستانی ملک سے کلمۂ توحید کا رسالہ اور اسلامی اخوت و یکدلی کا توشہ بھروسہ لیکر نکلے اور سیکڑون کوس کا سفر کر کے اُن پوری طاقت رکھنے والی دور دراز ولائتون پر حملہ آور ہوئے اور لطف یہ کہ اُن کو فتح ہی کر کے چھوڑا اور صرف اُنہی ممالک کو فتح نہین کیا بلکہ بہت دور دور تک اپنی تلوار کی دھاک بٹھا دی اور فولادی نیزون کا لوہا منوا دیا جسکا اثر یہ ہوا کہ وہ جس جگہ گئے تھوڑی سی کوشش و ہمت کے بعد اُن کے لیے باب فتح وا ہو گیا -
جسوقت عربی افواج قاہرہ افریقہ کے میدانون مین بربرا ور مراکش اقوام سے دست و گریبان تھین اُسوقت عنان سلطنت بنی اُمیّہ کے ہاتھ مین تھی اور اُن کا مستقر الخلافت شام کا مشہور شہر دمشق تھا مگر چونکہ ابھی زمانۂ سلطنت ابتدائی تھا اور خلفاء بنی اُمیّہ کو ابھی فتوحات کے وسیع کرنے سے اسقدر فرصت نہ ملی تھی کہ وہ علم و فضل کی جانب توجہ کرتے مگر علمی ترقی کا دروازہ عرب مین بنی عبّاس کے زمانہ سے وا ہوا - خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ مین فتوحات کا سلسلہ ایک طرف تو کوہ ہندوکش تک پہونچ چکا تھا اور دوسری جانب افریقہ کے اکثر حصص فتح ہو کر کاؤنٹ جولین کی مدد سے یورپ کی زبردست سلطنت اسپین (اندلس) بھی مسلمانون کے تصرف مین قریباً کل آ چکی تھی کہ خلیفۂ مذکور کا انتقال ہو گیا - گو اُسکے بعد کئی فرمان روا ہوئے مگر نااتفاقی دلون مین جڑ پکڑتی گئی جسکا نتیجہ ہوا کہ سلطنت کے اسٹیج پر اپنا جاہ و جلال دکھانے کے لیے بنی عبّاس نظر آنے لگے اور آخرش اُنہی کی حکومت بھی قائم ہو گئی - انھون نے عروس دمشق کو لوٹ کر بغداد کو دُلھن بنا لیا اور اُسی کو مستقر الخلافت کا اعزاز و لقب بخشا -
چونکہ بنی عباس خلقی طور پر علم دوست اور علما کے قدردان تھے اس لیے اُن کے زمانہ مین مختلف علوم کی بہت اچھی طرح تحقیق و تلاش ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ مین بغداد

سے دجلہ کی طرح ایک اور دریا علم وفضل کا بہنے لگا۔ اور تھوڑے ہی زمانہ مین اُسکے گرد دور دور سے آنے والے تشنہ لبانِ علم کا ہجوم ہوگیا۔ بہ فحوائے اَلنّاسُ عَلیٰ دِینِ مُلُوکِہِم چونکہ بادشاہانِ وقت علم دوست ہوتے تھے اسلیے بغداد کا بچہ بچہ تحصیل علوم کا شائق اور اُسکے ذریعہ سے کامیابی ونام آوری کا خواہان نظر آتا تھا اور جن جن علوم کی طرف بادشاہ وقت کی توجہ خاص طور پر ہوتی تھی اسکی زیادہ ترچھان بین کی جاتی تھی۔ خلفاء عباسیہ کے وقت مین شمشیر اور قلم دونون کو بے انتہا وسعت دی گئی تھی۔ جہان داری اور مُلک گیری کے اُصول کو وہ خوب جانتے تھے۔ علم کے بہت بڑے قدردان تھے عام اس سے کہ وہ تحقیقی ہو یا طبعی۔ کسی مسلمان کی جودت طبع کا نتیجہ ہو یا کسی غیر قوم کی ذہانت کا۔

جسوقت بنی اُمیۃ کی سلطنت دوبارہ اندلس مین قائم ہوئی ہے اُسوقت بغداد سرچشمۂ علوم اور مرکز فنون مانا جاتا تھا۔ یہان کے لوگ علم ہیئت۔ ہندسہ اور فلسفہ کے بے حد شائق تھے مگر ایسا بھی نہ تھا کہ اُنکی معلومات کا دارومدار انھین ہرسہ علوم پر ہو۔ بلکہ وہ ہر علم کا جاننا اور اُسمین نکات پیدا کرنا فرض عین سمجھتے تھے۔ کوئی شعبہ علم کا ایسا نہین ہے جسمین مسلمانون کی تحقیق کا پتہ نہ چلتا ہو اور جو یورپ کی موجودہ ترقی کا زبردست مددگار ثابت ہورہا ہو۔ اگر اُن مشہور زمانہ اشخاص کے نام اور کارنامے (جو بلاد اسلامیہ مین گذرے ہین) بالتفصیل لکھے جائین تو ایک ضخیم کتاب ہوجائے گی۔ مگر مین اِس مختصر مضمون مین طوالت سے کنارہ کش ہوکر بہت ہی اختصار کے ساتھ اکثر اسلامی مشاہیر کی طبع آرائیون اور ایجادون کا ذکر لکھکر یہ بتانا چاہتا ہون کہ جو مسلمان آج دنیا کی نگاہون مین عضو معطل اور ناکارہ محض ثابت ہورہے ہین اُن ہی کے اسلاف آج سے چند صدی قبل کیا تھے؟ اور یورپ آج جن علوم وفنون کے جاننے اور موجد ہونے پر فخر کررہا ہے اُنھین سے بیشتر حصہ کے جاننے والے اور موجد خود مسلمان ہی ہین۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دکھانا چاہتا ہون کہ خود مسلمان اپنے اسلاف کے کارنامون سے کسقدر ناواقف ہین؟ بخدا اُنھین مشکل سے یقین آئے گا اگر اُن کو یورپ کے اختراعات کے مقابلہ مین بتایا جائے کہ فلان فلان چیزین خود تمھارے ہی بزرگون کی ایجاد کردہ وتحقیق شدہ ہین۔

مسلمان اپنے اسلاف کے اصلی کارنامون سے زیادہ تر عربی تعلیم کے ہی ذریعہ سے واقف ہوسکتے ہین مگر اوّل تو بدقسمتی سے عربی کی تعلیم کا رواج ہی کم ہوتا جاتا ہے اور اگر

کچھ ہے بھی تو آجکل کی عربی تعلیم صرف معدودے چند علوم پر محدود کردی گئی ہے اور ان علوم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد چونکہ طلبا عام طور پر عالمانہ شان پیدا کر لیتے ہین اس لیے اُن کے نزدیک دنیاوی علوم کا دیکھنا فضول ہی نہین بلکہ گناہ کبیرہ تصور کیا جاتا ہے اسی لیے اُن کی معلومات بھی مذہب ہی تک محدود رہتی ہے اور یہ تاریخ سے محض ناواقف اور کورے رہتے ہین۔ اگر یہ تاریخ کی سیر کرین اور اساتذۂ سلف کے علمی کارنامے غائر نظر سے دیکھنے کی تکلیف گوارا فرمائین تو انکو معلوم ہو جائے کہ ہم کیا ہین اور ہمارے اسلاف کیا تھے؟

ہندوستان کے اکثر مسلمان علم ہیئت اور فلسفہ کے سخت مخالف ہین۔ اور وہ اسکا جاننا خلاف مذہب سمجھتے ہین۔ گو ایک حد تک اُن کا خیال ٹھیک ہے کیونکہ فلسفہ کی ناکمل تعلیم مذہبی عقائد مین بہت بڑا رفتور پیدا کر دیتی ہے مگر یہ قصور تعلیم کا ہوگا نہ کہ علم کا۔ شاید وہ نہین جانتے کہ خود امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ اور منطق کو نصاب تعلیم مین داخل کیا تھا اور خود خلفا ان علوم کے اسقدر مشتاق تھے کہ ابھی کوئی کتاب اس علم کی مصنف کے زیر قلم ہے مگر اُنھون نے خبر پاتے ہی فوراً خلعت اور زر نقد بھیج کر خواہش کی کہ کتاب کا سب سے پہلا نسخہ شاہی کتب خانہ مین بھیجدیا جائے۔

علم ہندسہ مین عربون نے نمایان ترقی کر کے حکماے یونان کی گرفت کی تھی چنانچہ مشہور ہے کہ البتانی نے بطلیموس کی غلطی نکالکر سال کو ۳۶۵ دن - ۵ گھنٹے - ۴۶ منٹ اور ۲۴ سکنڈ پر قائم کیا۔ اور شمس کے بعد مین بطلیموس ہی کی ۱۷ ڈگری کی غلطی نکالی۔

ابوالید حفید محمد ابن رشد نے جسے انگریزی مورخ اوروز کہتے ہین آفتاب مین داغ بیان کیے جسکی تصدیق ایک صدی بعد مسٹر ولیم ہرشل نے کی۔ سال کا اندازہ جو البتانی نے کیا تھا اُسمین بھی کچھ غلطی تھی اُس کی تحقیق ثابت بن قرہ نے کی یعنی ۳۶۵ دن - ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۱۰ سکنڈ پر سال قائم کیا۔

ابن یونس نے وقت کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے آلہ پنڈولیم ایجاد کیا۔ دوربین جو عوام الناس کے نزدیک ایجاد یورپ ہے سب سے پہلے ابوالحسن نے بنائی تھی۔ ستارون کی کماحقہ کیفیت دیکھنے کے لیے جبیر نے سیویل مین سب سے پہلے رصدگاہ بنائی تھی جو آج تک گرجہ کے کام مین لائی جا رہی ہے

فلسفہ بغداد مین سلطنت کے ساتھ ہی ساتھ آیا اور جب تک بنی عباس کا دور رہا وہ انھین کے ظل حمائت مین پرورش پاتا رہا - اندلس مین فلسفہ کا دخل چھٹی صدی ہجری مین ہوا اور وہان بھی اس کی دلفریب صورت نے بہت سے لوگون کو اپنا گرویدہ بنا کر چھوڑا - گو ابتدا مین عرب اور اسپین ہر دو جگہ پر جوش مذہبی پیروؤن نے بڑی سختی سے اُس کی مخالفت کی تھی مگر فلسفہ والون کے استقلال نے بڑی متانت کے ساتھ اس مخالفت کا مقابلہ کیا اور شاہی حمائت نے آخر اسکو پورے عروج اور کمال پر پہونچا کے دم لیا - جسوقت مسلمانون نے نہال فلسفہ کی خوشہ چینی شروع کی ہے اسوقت فلسفۂ ارسطو کا دور دورہ تھا اور اُسی کی تصانیف سے کتب خانے پُرتھے مگر دولت ساسانیہ کے مشہور اور زبردست کتب خانہ مین (جہان فلسفۂ ارسطو کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا) آگ لگی نے سے بوعلی سینا کے فلسفہ کو ترقی ہوئی اور اُسی کا فلسفہ فلسفۂ ارسطو سمجھا جانے لگا - مگر بغداد مین ابتدا ہی سے ایک گروہ فلسفۂ ارسطو کے خلاف پیدا ہو گیا تھا جس نے امام غزالی رح کے وقت مین بہت زور کے ساتھ فلسفۂ ارسطو کی مخالفت کرنی شروع کر دی تھی - گو پر جوش مذہبی مقتدا اب تک اُسی طرح مخالفت فلسفہ پر آمادہ تھے مگر امام غزالی رح نے جسوقت فلسفہ اور منطق کو نصاب تعلیم مین داخل کیا تو اس جوش کی آگ کچھ دنون کے لیے ٹھنڈی ہو گئی اور جب امام مذکور نے رحلت کی تو امام رازی رح نے اسکی مخالفت پر کمر باندھ لی اور شائد وہ اپنی کوشش مین کامیاب بھی ہو جاتے مگر اُن ہی کے ہمعصر محقق طوسی نے فلسفہ کی حمائت کی اور محض اسی کی حمائت و تبلیغ کے لیے بغداد کو تاتاریون کے ہاتھ سے تاخت و تاراج کرا دیا -

فلسفہ کے مشہور عالم عرب - ہسپانیہ - اور ایران وغیرہ مین یہ اشخاص ہوئے ہین :- ابن ماجہ - ابن طفیل - ابن رشد - بوعلی سینا - ثابت بن قرہ - عمر خیام حضرت امام غزالی رح اور محقق طوسی وغیرہم - ان مین سے اکثر کی تصانیف ایک لاکھ صفحون سے بھی تجاوز کر گئی ہین -

کیمسٹری (کیمیا) کا محقق ایک مشہور شخص جبیر نامی گزرا ہے جس نے سب سے پہلے گندک اور شورہ کا تیزاب اور سیماب کا مرکب بنایا - اُسکے بعد امام رازی نے جوہر

شراب جسے الکحل کہتے ہین تیار کیا۔
بوعلی سینا (جو شاہ طب کہلاتا ہے) نے طب کے بیشمار خزانے جمع کیے اور دُنیا کے لیے چھوڑ گیا۔ ابن ظہر نے جو اِس فن کا دوسرا ماہر کامل تھا علمی اور نظری طب مین حیرت انگیز دستگاہ بہم پہونچائی تھی۔ ابن بیطار یا البطیر نے جو علم نباتات کا اعلےٰ درجہ کا جاننے والا تھا مشرقی ممالک بالخصوص ہندوستان کا سفر کرکے ہزارہا بوٹیان اور اُن کے خواص معلوم کیے اور اُن کے حالات مین ایک ضخیم کتاب لکھکر ہمیشہ کے لیے اپنی یادگار چھوڑ گیا۔ عبدالقاسم ایک مشہور جرّاح تھا جسکے ایجاد کردہ چند آلات جرّاحی بلاترمیم آج تک استعمال کیے جا رہے ہین۔
علم ہندسہ مین اہل عرب مہارت تامّہ رکھتے تھے۔ اُن کے مروّجہ قواعد حساب آج تک بڑی خوبی سے مستعمل ہین اور وہ کچھ ایسے مکمل ہین کہ اُن مین ذرا سی بھی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش نہین۔ علم ہندسہ کے ماہرین مین چند اشخاص زیادہ نامور ہوئے ہین جنمین سے ابن موسیٰ اور البیرونی کا نمبر سب سے اوّل ہے۔ ابن موسےٰ نے جبر مقابلہ اور علم المثلث کو ایجاد کیا اور البیرونی نے بھی بہت سے قواعد حساب منضبط کیے تھے۔
موسیقی مین مسلمانون نے وہ کمال حاصل کیا تھا جو سوائے اہل ہنود کے اُن سے قبل کسی کو حاصل ہو ہی نہ سکا۔ گو مسلمان موسیقی کو خلاف شرع خیال کرتے ہین اور ایک حد تک یہ خیال ٹھیک بھی ہے مگر اسپین مین خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث الناصر لدین اللہ کے وقت مین خاص قرطبہ مین موسیقی کا ایک زبردست کالج تھا جہان سیکڑون طلبا تعلیم پاتے تھے اور خود خلیفہ موسیقی کا اسقدر شائق اور اُسکے ماہرین کا اسدرجہ قدردان تھا کہ ظہرمان موسیقی کا اُستاد جب ایشیا سے اس کالج کے دیکھنے کے لیے اُندلس گیا ہے تو خود خلیفہ نے اُسکا استقبال کیا تھا۔
انجنیری (معماری) اور جرِّثقیل مین وہ مہارت و دستگاہ رکھتے تھے کہ اُن کی تعمیر کی ہوئی عالیشان عمارتونکو دیکھکر آجکل کے بڑے بڑے سند یافتہ اور نامی انجنیر حیرت مین آجاتے ہین اور نہین سمجھ سکتے کہ یہ کن کن تراکیب سے تعمیر کی گئی ہین؟ **اسپین** کے مشہور شہر قرطبہ مین جو پُل دریائے وادی الکبیر پر تعمیر کیا گیا ہے وہ آجتک اپنے نادرالمثال کاریگرون کی صنعت اپنی شاندار دار آراستہ محرابون سے ظاہر کر

نکے بڑے بڑے ماہران فن کو حیرت کے دریا مین غوطے کھلوا رہا ہے۔ ہسپانیہ کے محلات شاہی مین جو قصور (قصر الازہار۔ قصر العاشقین۔ قصر السرور اور قصر التاج کے نام سے موسوم تھے آج تک اپنی مٹی ہوئی شان سے عظمت دیرینہ ظاہر کر رہے ہین بالخصوص قصر دمشق جو اُن مین اوّل درجہ تھا اور جسکو خلیفہ وقت نے خاص وطن کی یادگار مین قائم کیا تھا اب تک تاریخ دانون کی نگاہون مین اپنا خیالی منظر پیش کر رہا ہے۔

تاریخ مظہر ہے کہ مدینۃ الزہرا کا وہ قصر جسکو خلیفہ اعظم نے خاص اپنی پیاری بی بی زہرا کی یادگار مین تعمیر کرایا تھا کچھ کم حیرت انگیز نہ تھا۔ اسمین سبسے زیادہ تعجب خیز ایک حوض تھا جس مین ہر قسم کے آبی جانورون کی سنگی تصویرین جابجا کچھ اسطرح لگائی گئی تھین کہ وہ بالکل اصلی معلوم ہوتی تھین۔ جامع مسجد قرطبہ جسکی آرائش مین ہسپین کے جملہ اسلامی فرمان روا ؤن نے حصہ لیا ہے آج تک باوجود تباہ و برباد ہوجانے کے اپنی عظمت و شان اور اُس زمانہ کے ماہران فن کی کاریگری کو اچھی طرح ثابت کر رہی ہے۔

مسلمانون کی صناعیون کے نمونے دیکھنے کے لیے دور دراز ممالک مین کیون جائیے ہندوستان کے روضہ تاج محل ہی کو لے لیجیے جو باوجود کئی صدیان گذر جانیکے آج تک اُسی شان کے ساتھ آگرہ مین کھڑا ہوا خاندان مغلیہ کے عالی حوصلہ بادشاہ شاہجہان کی اولوالعزمی کا ثبوت دے رہا ہے۔ یہ دراصل خلاصۃ العجائب اور نادرات روزگار کا مکمل نمونہ ہے۔ ہندوستان کا توبچہ بچہ اس تاج العمارت کے نام سے واقف اور اُسکے دیکھنے کا بے حد شائق ہے۔ مگر لطف تو یہ ہے کہ ممالک غیر کے باشندون پر بھی اسکی خوبصورتی وصناعی نے کچھ کم اثر نہین ڈالا ہے۔

روزانہ بیسیون سیاح مختلف بلاد و ممالک بعیدسے صعوبت سفر جھیل جھیل کے خاص اِس کے دیکھنے کو آگرہ آتے ہین اور اِس سراپا صنعت روضہ کی سیر سے حظ وافر حاصل کر کے واپس جاتے اور اپنے سفر کی کوفت کو رائگان نہ جاتے دیکھکر اظہار مسرت کرتے ہین۔

جب کوئی شخص اِسکے عالیشان و بلند پھاٹک مین روضہ مین داخل ہونے کے

سیلیے قدم رکھتا ہے تو نہر کے پاس سے گزرتے ہوئے اِس تھوڑی ہی سی مسافت مین اسکو بے شمار دلچسپ سینریان دکھائی دیتی ہین جنکو مشاہدہ کرنے کے بعد بے اختیار رکھنا پڑتا ہے - ع کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست - لب جُو چلتے چلتے جب سیاح کی نگاہ سرو کے کشیدہ قامت درختون پر پڑتی ہے تو کچھ دیر کے لیے اُسے محو حیرت ہونا پڑتا ہے اور وہ نہین امتیاز کر سکتا کہ یہ دراصل سرو کے درخت ہین یا زمرد کے جھاڑ اور جب نہر کے شفاف و خوشرنگ پانی مین سرو کے درختون عکس دیکھتا ہے تو سرو روان کی نازک تشبیہ کا تجربہ بھی اُسکو یہین ہوتا ہے - فوارے جو نہایت خوشنمائی سے چھوٹتے ہین رقم لماس معلوم ہوتے ہین اور اُن کے قریب ہی کھلنے والے گل لالہ لعل اور یاقوت رمانی سے کم چمک دمک نہین رکھتے شائد ایسی نظر فریب باغ کے لیے بلبل شیراز نے ذیل کے اشعار تصنیف کیے تھے ؎

روضۂ ما نہرہا سلسال — دوحۂ سجع طیرہا موزون
این پر از لالہ ہائے رنگارنگ — وین پُر از میوہ ہائے گوناگون

ایک جانب اگر قدرتی گھاٹی اور آبشار کی مصنوعی تصویر نیچرل مناظر کا نقشہ پیش نظر کرکے دلکشی زیادہ کر رہی ہے تو دوسری جانب فن باغبانی کی اعلے کاریگری سے بنائی ہوئی روشین بھی دلچسپی بڑھانے مین کسی سے کم نہین - اگر ایک طرف بیلا - سیوتی اور چمپا کی بھینی بھینی خوشبو مشام جان معطر کرنے کی کوشش مین ہے تو دوسری جانب یورپ کے رنگین ادا و دلفریب پھول بھی دلبری مین پورے مشاق معلوم ہوتے ہین - سنگ مرمر کے حوض کلان مین جو رنگین مچھلیان چھوٹی موٹی ہین دیکھنے والے کو بے طرح اسبات پر مجبور کرتی ہین کہ وہ یہان کی بچھی ہوئی کرسیون اور بنچون پر تھوڑی دیر کے لیے ضرور بیٹھے اور اُن کی خوش فعلیون کا تماشا دیکھے - آگے چلکر جب سیاح شاہجہان کے سفید و براق روضہ کے نیچے پہونچتا ہے تو خود بخود اس کا دل مرعوب ہو جاتا ہے اور اُس کی چشم خیالی مین اِس عالی حوصلہ بادشاہ کے جاہ و جلال کی تصویر پھرنے لگتی ہے - اور جب وہ اُس روضہ کے خوبصورت صحیح قد اور بلند میناروں - اُس کے شفاف فرش اور اعلے پیمانہ کی پچیں کاری کی صنعتون کو دیکھتا ہے تو اُسے ماننا پڑتا ہے کہ ہندوستان مین شاہان اسلام

سکے وقت مین ہی صنعت وحرفت معراج کمال پر پہونچ چکی تھی - انہین قامت یار سے مشابہت رکھنے والے مینارون کو دیکھکر کسی دل جلے عاشق مزاج کے منھ سے بے اختیاری کے لہجہ مین یہ پھڑکتا ہوا شعر نکل گیا ہے ؎

یاد آجاتا ہے اکثر لطف سیر تاج گنج　　دیکھنا موزون قدونکے ساتھ میناز کا

یون تو اوّل سے آخر تک یہ عمارت خوشنمائی و رعنائی کی مجسم تصویر ہے مگر چند صنعتین اسمین بے نظیر رکھی گئی ہین جنکا بیان خالی از دلچسپی نہوگا - اُن بدیع المثال کاریگریون مین اوّل وہ قرآنی سورتین ہین جو ہر محراب دار دروازہ پر ایک حصّہ زیرین سے شروع کرکے دوسرے حصّہ پر ختم کی گئی ہین - یہ محراب دار دروازے نہایت بلند اور عالیشان ہین جنمین یہ سورتین بخط نسخ کندہ ہین - ان مین یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ جو حرف اور جو لفظ جتنا بڑا اور جس پیمانہ پر نیچے نظر آتا ہے اتنا ہی بڑا اور اُسی پیمانہ پر سب سے اُوپر اور درمیان مین بھی نظر آئے گا -

دوسری صنعت اس روضہ کا مہتم بالشان گنبد ہے - اس کی بلندی و رفعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُس کے اوپر کا موجودہ پیتلی کلس جسپر سونے کا ملمع کیا ہوا ہے دس گز طویل ہے مگر نیچے سے بمشکل کسی تیز نظر آدمی کو سوا یا ڈیڑھ گز کا معلوم ہوتا ہے - عقل کام نہین کرتی کہ اسقدر بلند اور وزنی گنبد کو مقبرہ کی چھت پر صرف تین یا چار گز کی دیوار پر کسطرح قائم کر دیا ہے ؟ اس کلس مین جو نیچے سے بہت چھوٹا نظر آتا ہے تجربہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُسکے اندر ۹ من چنے آسکتے ہین -

تیسری صنعت شاہجہان اور اُسکی چہیتی بی بی تاج محل کے مزارون اور اُسکے گرد کے کٹہرے پر کی ہوئی پرچین کاری سے عیان ہوتی ہے - جسکو اگر عجوبۂ روزگار اور عدیم المثال لکھین تو زیبا ہے کیونکہ اس مین بڑی بڑی صناعیون اور اس فن کی باریکیون کو ختم کر دکھایا ہے اور نکتہ چین کے لیے ذرا بھی چون وچرا کی گنجائش باقی نہین رکھی ہے - جابجا دیوارون پر رنگین پتھرون کے پھول تراش کر نصب کیے ہین اور اس صناعی سے نصب کیے ہین کہ اُن کا جوڑ بڑی جستجو کے بعد بھی معلوم نہین ہوتا - پھولون مین جو پتیان بنائی ہین اُن مین سے ہر پتی کئی کئی رنگ کی ہے - اگر پتی کا بالائی حصّہ سبز پتھر کا ہے تو حصّۂ زیرین سرخ یا زرد رنگ کا اور لطف یہ کہ ہر

تی ہین رگین بالکل نیچرل شکل کی بنائی ہین جو بلا مبالغہ بال سے باریک ہین اور یہ سب سنگ مرمر کی ہین مگر کیا مجال کہ ذرا سا بھی جوڑ معلوم ہو جائے یا وہ بال سے باریک پتھر کی تراشی ہوئی رگین کسی جگہ سے خراب و بدنما دکھائی دین۔ ان پھولون کی حیرت انگیز صناعی کا اندازہ آپ صرف اس ایک امر سے کر سکتے ہین کہ ۲۰- اور ۵۰- ٹکڑون کا ایک ایک پھول بنایا گیا ہے مگر ممکن نہین کہ آپ اُن کے پیوست کردہ ٹکڑون کو اچھی طرح شناخت کر سکین۔ یہ سُن کر آپ کو یقین نہ آئے گا مگر عینی نظارہ میرے بیان کا بہت زبردست مویّد ہے۔ ہان ہم دعوے سے کہتے ہین ؎

ہر کہ میخواہد کہ بیند شکل فردوس برین   گو بیا این قصر و این باغ ہمایون را ببین

الغرض صنعت و حرفت اُس زمانہ کے لحاظ سے خاص بلاد اسلامیہ کا حصہ سمجھی جاتی تھی۔ بالخصوص اُندلس ان کامون کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ تمام یورپ کی اسلامی ترقی اور اُس مین رہنے والے صناعون کی صنعتون کو دیکھ دیکھ کر رشک وحسد کی آگ مین جلا جاتا تھا۔ اسپین مین ریشم کی صنعت کو بہت ترقی ہوئی چنانچہ عمدہ اور کثیر تعداد مین مختلف ریشمی اشیاء اور ریشمی پارچہ وہان تیار کیا جاتا تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ خلیفۂ اعظم کے وقت مین صرف قرطبہ مین ایک لاکھ تیس ہزار ریشمی پارچہ باف آباد تھے۔ اسکے علاوہ ایک بڑی تعداد مینا کاری۔ جواہر نگاری۔ کوزہ گری اور ظروف سازی کے کام کرنے والون کی تھی جو اپنے اپنے کامون مین ید طولی رکھتے تھے اور جنکی ساختہ اشیاء آج تک صدیان گزر جانے پر بھی عجائب خانونکی رونق کو دوبالا کرنیکے ساتھ ہی اسوقت کی صنعت و حرفت کا بیّن ثبوت زمانہ کے سامنے پیش کر رہی ہین۔

جیرونا کے مشہور گرجہ کے آلٹر (قربان گاہ) پر خلیفہ حکم ثانی کی مرصع یادگار اب تک موجود ہے جو اُس زمانہ کے میناکارون اور جواہر نگارون کی اعلے درجہ کی کاریگری ثابت کر رہی ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا بکس ہے جسمین چارون طرف چاندی کا ملمع کیا ہوا ہے اور جا بجا آبدار موتی اور جواہرات نصب کیے

ہوئے ہین اور پشت پر دل آویز عربی خط مین ایک عربی کا کتبہ تحریر ہے جسمین سلطان موصوف کے حق مین دعائے خیر کی گئی ہے -

شارلمین شاہ فرانس کو جو گھڑی خلیفہ ہارون رشید نے تحفۃً بغرض اپنے یہان کی صنعت وحرفت دکھانے کے لیے بھیجی تھی تاریخ مظہر ہے کہ اُسکے دیکھنے سے وہان کے لوگون کو کسقدر حیرت واستعجاب ہوا تھا - یہ گھڑی عجب صنعت سے تیار کی گئی تھی ایکبجے اسکے اندر سے ایک سوار نکلتا تھا اور دو بجے دو - اسی طرح ۱۲ گھنٹون مین جو بجنے ۱۲ سوار تک تعداد پہونچ جاتی تھی - یہ اُسوقت کا ذکر ہے جبکہ بقول ایک انگریزی مورخ اہالیان یورپ گھانس کے ناگوار بستر اور خس پوش مکانات کو اپنا عالیشان محل اور نرم بستر تصور کرتے تھے - جب یہ گھڑی وہان پہونچی ہے تو اُسکی کما حقہ کیفیت جاننا تو درکنار وہ لوگ بغیر سکھائے ہوئے اسکے طریق استعمال کو بھی نہین سمجھ سکے تھے یا آج اُسی ملک کے لوگ اپنی حیرت انگیز و تعجب خیز ایجادون سے دنیا بھر کو حیران کیے ہوئے ہین مگر افسوس کہ اُسی فلسفیانہ مذہب کے پیرو جسنے تمام دنیا کو متمدن اور مہذب بنا دیا آج عالم کی نگاہون مین نیم وحشی جاہل اور غیر مہذب بن رہے ہین مگر آج بھی مدہوشی غفلت سے بیدار نہین ہوتے اور ستم تو یہ ہے کہ اگر اُن کو ہوشیار کرنے کی کوشش کی بھی جاتی ہے تو وہ اپنی اس حالت کا باعث تقدیر و زمانہ کو ٹھہرا کر اور بعض ہم اپنی نادانی کا سارا بار رکھکر بخیال خود سبکدوش ہو جاتے ہین -

زمانہ نے کسی کو ایک حال پر قائم نہین رہنے دیا بلکہ دنیا مین ہر چیز کو زوال و کمال پیش آتا رہا ہے مگر صرف زمانہ کو ہر کام مین شریک کرنا اور اپنے تنزل و ادبار کا باعث قرار دے لینا عقل سے بعید ہے اس لیے کہ زمانہ کو تمھارے افعال سے پورا لگاؤ ہے - تم جیسا کام کروگے زمانہ کے ہاتھون تم کو ویسی ہی جزا یا سزا ملیگی - کیا مزے کی بات ہے کہ اپنی بربادیون اور تباہیون کے باعث تو خود ہم ہی ہون اور جب اپنے افعال کی پاداش بھگتین تو زمانہ کو برا بھلا کہنے لگین - اسی طرح تقدیر کو سمجھ لیجیے کہ پاؤن مین کلھاڑی تو ہم خود مارین اور جب زخم آئے تو لگین تقدیر کو دھڑا دھڑ کوسنے - بھلا یہ کونسی دانشمندی ہے ؟ اگر ہم اپنی حالت کو درست کرکے دنیا کی نگاہون مین پھر وقیع و ممتاز بننا چاہتے ہین تو ہمین قرآنی

تعلیم کو شمع ہدایت بنانا اور اُسکے پاک ارشادات کو دستور العمل زندگی قرار دینا چاہیے نہیں تو اقل مرتبہ موجودہ مقتدر و سربرآوردہ اقوام کے طرز معاشرت - تہذیب - تمدن اور حُسن اخلاق سے ہی سبق حاصل کرنا چاہیے -

دیکھو! جسوقت اہل عرب گمنامی اور جہالت کی زندگی بسر کر رہے تھے اُسوقت کیا اصول عقائد تھے اور جب تبلیغ اسلام سے ایک نئی روح پھونکی گئی تو اُنھون نے کیا وتیرہ اختیار کیا؟ اول الذکر حالت مین نااتفاقی - خانہ جنگی - اور طوائف الملوکی اُنکا شعار بن رہی تھی اور فسق و فجور اُنکے دل و دماغ مین سمائی تھی - علم کی طرف سے بالکل بے پروا اور لہو و لعب کے بے حد دلدادہ تھے مگر موخر الذکر حالت نے اُن کی کایا پلٹ دی اور اب وہ سفاہت و جہالت کو خیرباد کہکر معصیت کاری کو چھوڑ کر - لہو و لعب پر لعنت بھیجکر اور گمراہی سے نکل کر پکے موحد اور خدا پرست بن گئے - اتحاد و یکدلی کو اپنی زندگی کا جزو اعظم بنا لیا اور آخر کار یہی اخوت اسلامی اُن کی کامیابی و مقصد وری کا بڑا راز بنگئی - اسی کی برکت تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اُنھون نے اپنے طرز عمل اور حُسن اخلاق سے دنیا کو مسخر کر لیا اور آیندہ نسلون کے لیے ایک بے بہا اور قابل تقلید نظیر بن گئے - آجکل کے مہذب و ترقی یافتہ اقوام کا جو طرز معاشرت ہے اور جسکی وجہ سے دنیا کی نگاہون مین یہ ممتاز اقوام شمار کی جاتی ہین اگر آپ عمیق نظر سے دیکھینگے تو آپ کو اُن مین بھی وہی اوصاف نظر آئینگے جو کبھی مسلمانون اور بالخصوص عربون مین تھے - مگر افسوس کہ اب مسلمانون سے وہ اوصاف حمیدہ مفقود ہوتے جاتے ہین اور خود غرضی و انانیت کا مہلک مادہ اُن مین بڑی سُرعت کے ساتھ اپنا زہریلا اثر پھیلاتا جاتا ہے - بلکہ مجبوری کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے بلا دریغ یہ کہدینا چاہیے کہ مسلمانون سے نیک عادات اور خجستہ صفات بالکل جاتے رہے اور خود بینی و خود پرستی کی زہریلی ہوا نے اب انھین جان بلب یا آفتاب لب بام بنا رکھا ہے - ایسی حالت مین خدا اُن پر رحم کرے اور آیندہ اُن کو اپنی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود مین گرمجوشی سے حصہ لینے کی توفیق رفیق بخشے - آمین!

مین نے یہ مختصر مضمون لکھکر اپنے اسلاف کے تھوڑے سے کارنامے ہدیہ ناظرین دلگداز کیے ہین - محض اس غرض سے کہ آپ اپنی اور اُن کی گذشتہ و موجودہ

حالتون کا مقابلہ کرکے یہ معلوم کرسکین کہ وہ کیا تھے اور ہم کیا ہین ؟ اور آیندہ ہمین کیا ہونا چاہیے ؟

اگلے مسلمان اگر دنیا مین پھر پیدا ہو جائین تو کیا ہم کو وہ مسلمان کہتے ہوئے نہ شرمائینگے ؟ نہین ضرور اور بالضرور انھین غیرت آئیگی ۔ ندامت کے پسینے مین نہا جائینگے ۔ اور عرق انفعال اُن کے غیور چہرون سے برابر ٹپک پڑیگا پھر کیا یہ شرم کا مقام نہین ہے کہ وہ تو ہمارے افعال شنیعہ دیکھ کر نادم و شرمسار ہون ۔ اور ہم گنہگار و خطاوار ہو کر بھی نہ شرمائین اور اپنی ناشائستہ حرکات کے نتائج کے باوصف ہمارے کانون پر جون تک نہ رینگے ۔

مسلمانو! افسوس عبرت کی جا ہے ۔ زمانہ غم قوم مین مبتلا ہے
تمھین ڈھونڈتا در بدر وہ پھرا ہے ۔ بڑی مشکلون سے لگا یا پتہ ہے
بہت رو چکے رونیوالے اُٹھو اب ۔ زمانہ جو کہتا ہے وہ ہی کرو اب

راقم سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبرآبادی ۔

اُجڑی بستی

قدرتی مناظر کے جیسے قدردان شعراے عرب ہوئے ہین شعراے فارس نہین ہوئے ہین ۔ فارسی شاعری مین رزم و بزم ۔ حسن و عشق ۔ مدح و ذم پند و موعظت ۔ تصوف و معرفت ۔ سب چیزین ملینگی مگر یہ بات کہین نہ نظر آئیگی کہ ایک حرمان نصیب اپنے وطن کے اُجڑے ہوئے کھنڈرون یا اپنی کسی اگلی خیمہ گاہ کے نشانو پر کھڑا رو رہا ہے ۔ وہ ان کھنڈرون ہی مین سے ڈھونڈھ کے ۔ اور گویا راکھ کو کُرید کُرید کر عشق کی چنگاریان نکالتا ہے ۔ اور اپنی آہون کی ہوا سے دھونک دھونک کر اُنھین بھڑکاتا ۔ اور اپنے تن بدن ہی نہین سننے والون کے سینون تک مین آگ لگا دیتا ہے ۔ تلاش کر کر کے اگلی رونق کے مٹے نقوش کا پتہ لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہان صحبت احباب گرم ہوتی تھی ۔ یہان مہمان نوازی کی آگ روشن رہا کرتی تھی ۔ یہان قبیلہ کی لڑکیان دوڑتی دھوپ کھیلتی کودتی تھین ۔ اور یہان

میری سلمیٰ یا لیلیٰ اپنے خیمہ سے نکل کے مشق ناز کیا کرتی تھی -

اگر غور سے دیکھیے اور عبرت کی نگاہ ہو - تو جتنے اُجڑے کھنڈر اور جتنی سونی بستیاں مصر و فارس اور ہندوستان مین ملین گی سرزمین عرب مین نہین مل سکتین مگر ہم - نے ان پر جا کے نہ کبھی نالۂ نیم شبی کا چراغ جلایا - اور نہ کبھی اُن کی پُرسوز زبان خاموش سے حسرت کی داستان سُن کے آنسو بہائے - بہ خلاف اسکے عرب ایسا پُرسوز و گداز دل لے کے آئے ہین کہ عمارتون کے کھنڈر - اور بستیون کے آثار نہین تو اُس اُجاڑ وادی ہی پر کھڑے ہو کے رو لیتے ہین جہان اُن کا یا اُنکی محبوبہ کا قبیلہ چند روز تک خیمہ زن رہا تھا - اُس پڑاؤ کی یادگار مین سوا جابجا راکھ کے ڈھیر کے جو ضیافت قوم اور بدوی مہمان نوازی کی نشانی ہے - اُن گڑھون کے جہان خیمون کی میخین گڑی ہوئی تھین - اُس داغ بیل کے جو خیمون کی قطار کا ثبوت دیتی - اور اُن کے نصب ہونے کی وضع بتا رہی ہے - کوئی چیز نہین باقی ہے - مگر جذبات دل - اور جوش عشق ظاہر کرنے کے واسطے اُن کے لیے یہی علامتین کافی ہین - اور انھین دیکھ دیکھ کے خدا جانے کیا کیا باتین یاد آجاتی ہین

سرو مہران وطن - گو تمھارا دل ویسا رفیق - اور تمھاری نظر ویسی عبرت بین نہین مگر چونکہ سوادیشی جوش کا زمانہ ہے لہذا ہمارے ساتھ چل کے تم اپنے دیس کی کسی سونی بستی کی تو سیر کرو - اور اُس کے مٹے آثار پر معمارِ خیال کی مدد سے اُن گری پڑی عمارتون کو نئے سرے سے قائم کرکے دیکھو کہ وہان کبھی کیا تھا؟ کیا ہو رہا تھا؟ کیسی رونق تھی؟ اور کس شان و شوکت کی چہل پہل تھی؟ ہم تحقیق کسی بڑے تاریخی اور مشہور و معروف شہر کے منہدم آثار پر نہ لے چلین گے - کیونکہ اُن کی گزشتہ اور پامال شدہ عظمت کے لیے ہمارے تمھارے سے چند آدمیون کا رونا کافی نہین - اور صرف چند شخصون کی حسرتون کے چراغ اُن مین اتنی روشنی نہ کر سکین گے کہ کچھ نظر آسکے - اُن پر قومون کو رونا چاہیے - اور بڑے بڑے گروہ کھڑے ہو کے ماتم کرین تو شاید ان قومی ادبار کے عظیم الشان عزاخانون مین اُن کی شان کے مناسب شور و شیون ہو سکے - ہم تو ایسی سنسان اور چھوٹی بستی کے کھنڈر ڈھونڈھنا چاہتے ہین جس کا نام بھی اُس کی دیوارون کی مٹی کے ڈھیر

کے نیچے دب کے اس طرح غائب ہو گیا ہے کہ کسی طرح معلوم ہی نہین ہو سکتا جسکے محدود اور چھوٹے سے بیت البکا مین اکیلے ایک شخص کا رونا بھی کچھ شور پیدا کر سکے۔

بیریل آف سرجان مور

(یعنی سرجان مور کا دفن)

سنہ ۱۷۶۱ء مین سرجان مور ایک نامور برٹش سپہ سالار گلاسگو مین پیدا ہوا تھا۔ پندرہ برس کی عمر مین فوج مین داخل ہوا۔ ناموری کے ساتھ ممالک امریکہ۔ ہالینڈ۔ مصر۔ وغیرہ مین فوجی خدمات انجام دیے مگر اُس کا سب سے زیادہ مہتم بالشان کارنمایان جس پر اُس کی شہرت کی بنیاد ہے ایک سخت دشوار میدان جنگ سے ہوشیاری کے ساتھ پیچھے ہٹ آنا ہے۔ ہسپانیہ مین کمانڈر انچیف کرونا کی طرف اپنی ساری فوج لیے عین چلہ کے جاڑے مین بڑھا چلا جاتا تھا۔ ایک طرف کوہسار گلاشیا اور پس پشت غنیم کی فوج کا ریلا تھا۔ لڑائی ناگزیر تھی۔ انگریزی سپاہ سامنے آنے والے غنیم پر ٹوٹ پڑی اور شکست فاش دی۔ مگر یہ فتح بہت ہی گران قیمت پر خریدی گئی تھی۔ اس لیے کہ سرجان مور کا ایک گولہ سے کام تمام ہو گیا۔ (۱۷ جنوری سنہ ۱۸۰۹ء) اُس کی لاش کو جنگی وردی مین لپیٹ کر اُس کے دستہ کے افسرون نے کرونا کی شہر پناہ کے اندر دفن کر دیا اور بہت ہی عجلت کے ساتھ جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ غنیم کے اتواپ کے گجرون نے تجہیز و تکفین کا وقار بڑھایا۔ اور فرنچ جنرل سولٹ نے متوفی کی شجاعت کے لحاظ سے نہایت ہی وقار اور حرمت کے ساتھ میدان جنگ مین بطور یادگار ایک مینار قائم کر دیا۔

طبل کی آواز آئی نے صدا تھی نوحہ کی — جب جنازہ لیکے سرعت سے چلے سوئے حصار
الوداعی توپ سر کی بھی سپاہی نے نہ کی — اُس لحد پر دفن جسمین تھا وطن کا جان نثار
نیم شب اُس کو کیا مدفون باصد خامشی — اپنی سنگینون سے اُس کی قبر ہمنے کھود لی
ابری چادر مین منھ ڈھانپے ہوئے تھی چاندنی — رو رہی تھی شمع اُس پر با ہزاران بیکسی

اُس کے لاشہ کو بھی کیا تابوت کی حاجت بھلا
مثلِ مردِ کارزار آرام سے لیٹا وہ تھا
فاتحہ خوانی ہوئی بھی تو بہت ہی مختصر
جم گئی تھی یاس کی مردیکی صورت پر نظر
اک عجب پُردرد پیدا ہوگیا دلمین خیال
ہائے کل دشمن سے ہوگی اُس کی تربت پائمال
یاد کیا اُس کو کرین گے خیر سے دشمن بھلا
ایک برطانی نے جس جا دفن اُسکو کردیا
نصف یہ دشوار کام انجام پایا بھی نہ تھا
دشمنون کی توپ سے میدان سارا گونج اُٹھا
قبر مین اُس کو لٹایا بادل سینہ فگار
سنگ تربت ہے نہ کچھ تحریر اُس کی یادگار
پیرہن سے کیا غرض تھی تھا کفن سے کام کیا
ہان لباس جنگ سے بیشک تھا جسم آراستہ
اور نہ آپس مین کیا کچھ ہمنے اظہار ملال
فکر فردا سے مگر دل کا بہت تھا غیر حال
تنگ بستر کھود کر جب خشت بالین کی درست
اور ہم دریا پہ ہون گے دور غم سے ہو گرست
بدکہین گے گالیون کا اُس پہ مینھ برسائینگے
گر اُسی جا سو نے دین تو دور غم ہو جائینگے
دی صدا ساعت نے واپس چلنے کی آئی گھڑی
ضرب سے توپون کی اُنکے تھی نمایان دشمنی
لائے تھے میدان سے جسکو خون فشان و نامدار
چھوڑ جاتے ہین اُسے تنہا ہے شہرت اُسکی یار

بدر الزمان - از کلکتہ -

تاریخ کلکتہ

جیمس خوبی کے ساتھ قدیم الأیام کے مغربی سیاحون کے سفر مندھی مختصراً درج کیے گئے ہین - یہ ایک چھوٹی سی ... صفحون کی کتاب ہے جس کو مولوی محمد بدر الزمان صاحب نے جن کی نظمون سے ہمارے ناظرین کے کان ناآشنا نہین نہایت قابلیت سے لکھ ہے اور اُسے ۱۸-۲۲ - پیمانے کے کاغذ پر نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھپوا کے شائع کیا ہے - ہم نے باوجود عدیم الفرصتی کے اس رسالہ کو شوق سے دیکھا - اور سمجھتے ہین کہ بڑی قابلیت سے لکھا گیا ہے - کلکتہ فی الحال ہندوستان کا دار السلطنت ہے اور اپنے حالات مین اس سے زیادہ ضخیم کتاب چاہتا ہے لیکن ہمین یقین ہے کہ مولوی محمد بدر الزمان صاحب کی محنت بیکار نہ جائے گی اور ملک اس کی پوری قدر کرے گا - قیمت فی جلد - ۱۲ / ہے کتاب کی حیثیت کے دیکھتے زیادہ نہین - اردو لٹریچر کے قدر دانون کو ضرور منگوانا چاہیے - مصنف کا پتہ "کلکتہ - نمبر ۴۲ مولوی اسمعیل اسٹریٹ - مرا کتخانہ انتخابی"

ملاحظہ ہو
یہ اڈیٹر دلگداز کی تصنیف کے تازہ قصائد ضرور منگوائیے
یوسف نجمہ
تمام وکمال عہ
جنید بغدادی
عہ /
خواجہ معین الدین چشتی رح
الحکم الرفاعیہ
ہم /
منیجر دلگداز

نہ ہونے والی چیز کی ہوس

انسان! غافل و نا عاقبت اندیش انسان! تو اسقدر بے وقوف کیون ہے؟ ہوسون نے تجھے دیوانہ کیون بنا دیا؟ یہ کیا شامت ہے کہ نہ ہونے والی چیز کی تمنا مین تو اُن برکتون اور نعمتون کو جو موجود ہین اِسطرح بھول جاتا ہے کہ گویا وہ تیرے کام ہی کی نہین گویا اُن سے تُو نے کبھی لطف ہی نہین اُٹھایا - ایک موہوم آرزو کے پھندے مین پھنس کے تو اِس طرح غافل و از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ ملی ہوئی نعمتین اور قبضہ مین آئی ہوئی دولتین تیرے ہاتھ سے نکل جاتی ہین اور تجھے خبر نہین ہوتی - اور پھر اُن کے چھن جانے کے بعد تو پچھتاتا اور افسوس کرتا ہے مگر باوجود اسکے اتنا تنبہ نہین ہوتا کہ اُن نعمتون کی قدر کرے جو ابھی تیرے ہاتھ مین باقی ہین -

تو نے اُس کتے کی کہانی اکثر سُنی ہوگی جو ایک روٹی کا ٹکڑا لیے ہوئے ندی سے پار ہونا چاہتا تھا - پانی مین اپنا عکس دیکھ کے سمجھا کہ یہ کوئی دوسرا کتا ہے اور اُس کے پاس بھی روٹی ہے - اُس کی روٹی چھین لینے کی ہوس مین زور سے بھونکا - اور اُس کے منہ کی روٹی بھی پانی مین گر کے غائب ہو گئی - یہ کہانی تو نے اُن کتابون مین اکثر پڑھی اور یاد کی ہوگی جو تجھے بچپن مین پڑھائی جاتی ہین - مگر اسطرف شاید تیرا خیال نہین گیا کہ اصل مین وہ کتا تو ہی ہے - اُس کتے نے تو اِس ہوس مین پڑ کے صرف ایک روٹی کا ٹکڑا کھویا تھا مگر تو نے خدا جانے کیا کچھ کھویا - اور افسوس آج تک تنبہ نہین - تیرا تو طرز عمل ہی ہو گیا ہے کہ

ہمیشہ اُس نعمت کی بے قدری کرتا ہے جو پاس ہے - اور اس دولت کی یاد مین بیٹھ کے روتا ہے جو ہاتھ سے جا چکی -

لوگو - ہو سب چیزین چھوڑ کے پہلے اپنی عمر ہی کا خیال کرو - آغوش مادر کی بیفکریان ممکن نہین کہ یاد ہون - وہ زمانہ یاد ہے جب اپنی آرزوئین پوری کرنے والے تم نہ تھے بلکہ اور لوگ تھے - وہ تمھاری ہر طرح کی خوشیان پوری کرنے کو اپنی زندگی کا اصلی مقصد خیال کرتے تھے - مگر تمھین ہوش نہ تھا اور خبر بھی نہ تھی کہ کس مزے کے عالم مین ہو - اُن دنون خدا نے تمھین جو فارغ البالی عطا کی تھی پھر کبھی نہین نصیب ہو سکتی - امارت کا سب سے بڑا نمونہ یہ ہے کہ تمھین اپنے کام آپ نہ کرنا پڑین بلکہ کوئی اور کر دیا کرے - اس غرض کے لیے تم نوکر رکھتے ہو - لونڈی غلام فراہم کرتے ہو - عمدہ سواریان فراہم کرتے ہو - اچھے اچھے مکان بناتے ہو - اور نرم و نازک بچھونے بچھواتے ہو - اور پھر بھی نہ پورا اطمینان نصیب ہوتا ہے - اور نہ وہ فارغ البالی حاصل ہوتی ہے جسے تم چاہتے ہو - لیکن اس بچپن کے عہد مین خدا تمھارے لیے ایسا سامان فراہم کر دیتا ہے کہ کسی قسم کی زحمت اُٹھانی ہی نہین پڑتی - مان باپ سے لونڈی غلام اور نوکر چاکر ہر وقت خدمت کو حاضر ہین جو بغیر کسی معاوضہ اور کسی غرض کے تمھارا ہر طرح کا کام کرنے کو موجود ہین - تم ایسے عضو معطل ہو کہ کسی کام کے نہین - گویا ہمارے امرا کی ناکارگی کی سچی تصویر ہو - کہ خدا نے نہ ہاتھ دیے ہین نہ پاؤن - نہ زبان دی ہے نہ سمجھ - نہ آنکھین دی ہین نہ کان - نہ چکھنے کا سلیقہ دیا ہے نہ سونگھنے کا - اور خود پرست اتنے بڑے کہ کسی کی کچھ ہستی ہی نہین سمجھتے - لیکن ان تمام دشواریون کے دور کرنے کے لیے خدا نے ایسے پالنے اور خدمت کرنے والے دیے ہین کہ اُنھین کی آنکھون سے تم دیکھتے ہو - اُنھین کے کانون سے سنتے ہو - اُنھین کی زبان سے چکھتے اور اُنھین کی ناک سے سونگھتے ہو - اُنھین کے پاؤن سے چلتے ہو - اُنھین کے ہاتھون سے کام کرتے ہو - یہان تک کہ اُنھین کے منہ سے بولتے اور اُنھین کے دماغ سے سمجھتے ہو - اس درجہ کی خود فراموشی اور امیرانہ بے دست و پائی کسی بڑے سے بڑے مالدار اور کامل سے کامل دولت مند کو بھی نہ نصیب ہوئی ہوگی - لیکن افسوس اپنی اس فارغ البالی اس بیفکری اور اپنی اس معصومانہ بادشاہی کی تم نے قدر نہ کی - مگر اُس وقت اپنی فطری ناسمجھی کے باعث تم معذور بھی تھے - تم

سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ خدا نے تمھین کیسی سلطنت اور کتنی بڑی دولت عطا کر رکھی ہے - کیونکہ اگر ذرا بھی سمجھ ہوتی تو ان نعمتون کی تم چاہے قدر نہ کرتے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ اُس سے پیشتر کے عالم تجرد محض صبح ازل کے آغوش - اور مرکز وحدت کے دامن مین چھپے ہونے کی بامزہ کیفیتون کی یادین تمھین بچپن اور تمھاری اُن بیفکریون کو بے مزہ نہ کر دیتی - عام دنیا والون کی طرح تمھاری یہ حالت ضرور ہوتی کہ اُس عہد کی موجودہ نعمتون کی قدر تو نہ کرتے لیکن اُس سے پیشتر کی چھنی ہوئی دولت سرمدی کے صدمون سے بیقرار ہو کے روتے ضرور-

لیکن اُس کے بعد کیا ہوا؟ جوانی آئی - ذمہ داریون کا بار سر پر رکھ دیا گیا اور شباب کا باغ جو دور سے تمھین فرحت بخش ترو تازہ اور ہرا بھرا نظر آتا تھا سامنے ہو گیا - اب بغیر اِس کے کہ اُس زمانے کی برکتون اور مسرتون کیطرف تمھارا خیال رجوع ہو موجودہ حالت سے غافل و بے پروا ہو کے تم زار و قطار رونے اور سر دھنّنے لگے - یہ غم روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا - جو جو ہوش آتا تھا بچپن کے لطف اور زیادہ مزہ دار معلوم ہوتے تھے - شباب کے باغ مین پھولون اور دلچسپی کے سامانون پر نظر نہ پڑتی تھی اور ہر طرف کانٹے ہی کانٹے دکھائی دیتے تھے جو دامن مین اسطرح اُلجھتے کہ اگر اِدھر بچیے تو اُدھر کا دامن اُلجھا جاتا ہے اِدھر بڑھیے تو اُدھر کا دامن نکلا جاتا ہے - یہ پریشانیان بچپن کی فارغ البالی کو اور یاد دلاتین اور ہر وقت مرثیہ خوانی مین مشغول رکھتین -

انھین غفلتون مین تھے کہ توسن عمر جوانی کے پُر فضا باغون سے بھی نکال لے گیا - اور اب نظر آیا کہ آہ جوانی خدا کی بڑی بھاری نعمت و دولت تھی لیکن ہم نے اُسکی قدر نہ کی - اُس وقت کے ولولے اُس عہد کے حوصلے - اُس زمانے کی قوت و طاقت اور اُس دور کی صحت و طمانیت ایسی چیزین تھین کہ جو چاہتے کر لیتے مگر افسوس کہ کچھ نہ کیا - اب بھی خدا نے بزرگی و اعتبار - تجربہ کاری و پختہ مغزی کی ایسی بہت سی خوبیان اور اعلےٰ درجہ کی برکتین دی تھین لیکن جوانی کی یاد اور شباب گم گشتہ کے غم مین اُن سے فائدہ اُٹھانے کی مہلت ہی نہ ملی - خلاصہ یہ کہ مر گئے - اور مرتے دم تک یہی عالم تھا یہ نہ ہونے والی چیز کا غم - اور رہنے والی خوبیون کی بے قدری -

تم نے بڑی بڑی زبردست قومون اور اولوالعزم فرمان روا ؤن کی عالیشان سلطنتون کی تاریخ پڑھی ہو گی - یہ دھوکا ہے کہ انھین فلان قوم نے پامال کیا - یا فلان بادشاہ نے تباہ کر دیا - جو سرگزشت اپنی عمر کی سُن چکے ہو وہی اُن کی بھی سمجھ لو کہ موجودہ عروج و ثروت کی قدر نہ کی - دُور کی ہوسون کی دھن مین موجودہ ترقی و مقصد دری کو کھو دیا - انسان غور کرے تو آپ کو ایک موہوم نقطہ پر پائے گا جسے زمانۂ حال کہتے ہین یہ بہت ہی بے اعتبار اور ناپائدار نقطہ ہے - اور اس طرح آتے ہی غائب ہو جاتا ہے کہ اچھی طرح اُسکی حالت اور موجودگی کا ادراک بھی نہین ہونے پاتا - ایک نسیم کا جھونکا ہے کہ آیا اور چلا گیا - یا زمین ہے کہ یکایک پاؤن کے نیچے سے نکل گئی - جس زمانہ مین کہ قیام و استقلال کے کچھ آثار نظر آتے ہین وہ گزشتہ اور آیندہ زمانے ہین - گزشتہ زمانہ اگرچہ نہایت تیزی سے بھاگتا ہوا جا رہا ہے مگر نظر ایسا آتا ہے کہ ہم سے دُور جا کے کھڑا ہو گیا - اور آنے والا زمانہ گو بڑی سُبک روی کے ساتھ دوڑتا چلا آتا ہے مگر شوق دامن انتظار کو پھیلاتا - اور درمیانی امتداد کو بڑھاتا ہے - انسان کا قدم اگرچہ حال کے نقطہ پر ہے مگر وہ کبھی گھبرا کے گزرے زمانے کی طرف دیکھتا ہے جو اُس کے ہاتھ سے دامن چھُڑا کے دُور جا کھڑا ہوا ہے - اور کسی شریر اور ضدی لڑکے کی طرح اُس کا منھ چڑھا رہا ہے - اور کبھی ذوق و شوق سے دوسری طرف یعنے آنے والے زمانے کو دیکھتا ہے - اور کسی وعدۂ فردا کے امیدوار کی طرح اُکتا اُکتا کر کہتا ہے کہ دیکھیے یہ دلچسپیان جو آنے والے زمانہ کے آغوش مین نظر آ رہی ہین ہمین زندگی مین نصیب بھی ہوتی ہین یا نہین - غرض زمانۂ حال کی وسعت بہت ہی تنگ بلکہ محدود ہے - اور شاید یہی سبب ہے کہ ہم موجودہ گھڑی کو اُسوقت اپنے قبضہ مین باور کرتے ہین جب وہ جا چکتی ہے - اُس کے چلے جانے کے غم و غصہ مین مشغول ہوتے ہین کہ دوسری گھڑی جو اُس پہلی کے بعد آئی تھی وہ بھی نکل جاتی ہے اور ہم حیرت سے دیکھ کے ششدر و مبہوت ہو جاتے ہین -

اور سب نعمتون کی طرف تو ہمارا خیال ہی کبھی نہین متوجہ ہوتا لیکن ہان دولت وصل ایک ایسی چیز ہے جس کے بظاہر ہم بڑے قدردان ہین - کیونکہ ہماری شاعری اس کے ذوق و شوق سے بھری پڑی ہے - اور ہمارا تمام لٹریچر گویا وصل اور لقائے جانان کے قصائد کا دفتر ہے - لیکن سچ یہ ہے کہ اُس وصل کی بھی ہم نے کبھی قدر نہین کی

کیونکہ وصل کی گھڑی اُسی ناپائدار گھڑی کا نام ہے جسے زمانۂ موجودہ کہتے ہین - اُس کے ایک طرف یعنی اُس سے پہلے تمنا و آرزو کی گرم بازاری ہے - اور دوسری طرف یعنی اُس کے بعد ہجر و فراق کی آتش افشانی - درمیانی حصونین وصال کی بے حقیقت ساعت یا تو صرف ایک موہوم چیز ہے اور یا ہے مگر اسقدر ناپائدار کہ خبر ہونے سے پہلے ہی دامن چھڑا کے چلی جاتی ہے -

اے ستعقل انسان! تیری اس قسم کی بے قصوریون کی اس سے زیادہ محسوس تصویر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ عورت دیکھو داغ دے جانے والے بچہ کو یاد کر کرکے نالہ و فریاد کر رہی ہے اور اُس جیتے جاگتے لخت جگر کا خیال بھی نہین کرتی جو پہلو سے لگا ہوا ہے - اگر اس کے موجود ہونے اور خدا کی اس مہربانی کی قدر کرتی تو وہ غم بالکل بھول جاتا لیکن کرے کیا؟ یہ انسانی فطرت ہے کہ نہ ہونے والے کی تمنا اور ہونے والے کی ناقدری

ایک دلکش سین

ایوان مشرق سے صبح کا نور پھیلتا چلا آتا ہے جسقدر رات کی سیاہ چاندنی سمٹتی جاتی ہے اسیقدر رُخ عالم پہ نورانیت کا پوڈر پھرتا چلا آتا ہے - اس سہانے وقت مین نیچر نے کچھ اس بلا کے جذبات رکھدیے ہین کہ پیر نود سالہ کے مرجھائے ہوئے دلمین بھی عالم شباب کی سی اُمنگین پیدا ہونے لگتی ہین اور سیاہ مستان جام شباب کا تو کچھ کہنا ہی نہین خصوصاً وہ نوجوان جنکے دل کسی تیغ ابرو کا چرکا کھائے ہوئے ہین نسیم سحری کی نازک نازک سانسین ہر وہ دلون کی روح تازہ کرنے مین دم عیسیٰ سے بھی دو ہاتھ اونچی ہین - اس سہانے اور پُرفضا وقت کی نیچرل کیفیت یون تو ہر جگہ اور ہر مقام پر دل کو بھلی معلوم ہوتی ہے مگر کسی سرسبز و پُرفضا باغ یا صحرائے لالہ زار مین تو چوٹ کھائے ہوئے دلون پہ بجلی ہی گراتی ہے - ردشون پر نسیم سحری کا غنچہاے ناشگفتہ کے ساتھ اٹھکیلیان کرنا اور اُن کے نازک نازک کانون مین کچھ چُپکے چُپکے کہنا اور اُن ناتجربہ کار الھڑون کا خدا جانے کیا سمجھکر مسکرا دینا اور پھر اس کا گُدگُدانا اور انکا قہقہ لگانا - اور پھر اُسے آتے دیکھکر تیلی تیلی شاخون کا ایک دوسرے کی طرف جھک

جھجک سے کچھ کہتا ہے غنچہ کا مسکرانا ۔ گل نوشگفتہ کا کھلکھلانا انسان تو انسان حیوانات کو بھی متوالا اور خود رفتہ بنا دیتا ہے جنگل مین کوسون تک سبزہ نودمیدہ لہلہا رہا ہے جسکے درمیان مین ہو کر بہنے والی شفاف نہرین خدا جانے کہان تک سر جھکائے چلی گئی ہین کہ جہان تک نگاہ کام کرتی ہے عالم آب نظر آتا ہے ۔ نباتات پر اس بلا کا جوبن ہے کہ ذرا دیر کو بھی نظر ہٹنا نہین چاہتی ۔ گلہائے لالہ سبز سبز پتون کی آڑ سے اپنا دلکش چہرہ دکھا کر دلون کے ساتھ مقناطیس کا کام کرتے ہین ۔ آفتاب کی نازک نازک سنہری شعاعون نے شبنم آلود سبزہ اور سطح آب پر اپنا دل لبھانے والا عکس ڈالکر ایک دوسرا ہی دلفریب سین تیار کر رہا ہے ۔ سطح میدان مین اُن شعاعون کی زردی آمیز سرخی نے کسی زلف دراز مین پڑے ہوئے زری کے موباف کا نقشہ کھینچ رہا ہے ۔ لب جو پر سرو نوخاستہ کا اکڑنا کسی قیامت قامت کی یاد دلون مین تازہ کر کے بیخود بنا رہا ہے ۔ نیچرل تسبیح خوان یعنے مرغان سحری سچے باغبان چمنستان عالم کی حمد و ثنا مین چہچہے کرتے ہوئے اس شاخ سے اُس شاخ پر اور اُس سے اُس پر ادھر اُدھر پھدکتے پھر رہے ہین ۔ طلوع ہونے والے آفتاب کی سرخ سرخ کرنون نے ذرہائے شبنم کو لعل خوشاب بنا رکھا ہے ۔ ہر ہر پتہ آب شبنم سے باوضو ہو کر یاد خالق مین محو ہے ۔ عنادل بیدل گلون کے گرد قربان ہو ہو کر شب فراق کی مصیبت سُنا رہے ہین مگر اِن خونین رخ سنگدلون نے اس بلا کی چپ سادھی ہے کہ سُن سُن کے منہ جائین چشم عاشق تب بھی وہ لب نہ کھولین + پر عمل کر رکھا ہے ۔ شمال کی جانب سے اُٹھنے والی کالی گھٹا نے اس دلفریب سین پر سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا ہے ۔ باد بہاری کے ہلکے ہلکے جھونکے آرزوہائے مردہ کے ساتھ نفخ صور کا برتاؤ کر رہے ہین ۔ کوئل کی کوک ۔ مور کا شور ۔ بلبل کے چہچہے ۔ پپیہہ کی پکار ۔ قمری کی کوکو ۔ اور ہائے آبشار کا بلندی سے گر کر سبزہ زار دامن کوہ کے پاؤن پڑنا یہ سب وہ باتین ہین جو بیچین اور چوٹیلے دلون کے ساتھ وہ سلوک کرتی ہین جو ایک عقلمند دیوانہ کے ساتھ کرے ۔ ایک دلکش اور سہانے وقت مین ہم سیر کرتے ہوئے ایک پُر فضا باغ مین پہونچگئے ہین جسکو دیکھتے ہی سُنے ہوئے باغ جنان کا نقشہ آنکھون مین کھنچگیا ہے ۔ اس باغ کے ہر ایک پتی اور ہر ایک برگ گیاہ پر اس غضب کا جوبن برس رہا ہے کہ زبان سے بے اختیار نکلتا ہے ؎ اگر فردوس بر روے زمین است ہمین است و ہمین است و ہمین است ۔ غنچہ کی

پر ہر نگھڑی بجائے خود ایک ختن ہو رہی ہے - مرغان خوش الحان یاد صبحگاہی سے جھومنے والے درختون پر کچھ اس پُردرد لہجہ مین نغمہ سرائی کر رہے ہین کہ دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہے - طارم تاک مین خوشہ ہائے انگور آویزان ہین یا مے لعلین کے بھرے ہوئے سبوچے ہین کہ جنکو دیکھتے ہی منہ مین پانی بھر آتا ہے -

راقم - محمد نبی خان منشی فاضل پنشنر
ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول رام پور اسٹیٹ

ترکان آل عثمان

علائق کو کبھی کبھی اس بات کی بھی اجازت مل جاتی ہے کہ محلہ پیرا یا بازار مین جا کے کچھ خریدین - یا کسی عام تفرج گاہ تک گاڑی پر بیٹھ کے سفر کرین - یا گرمیون کے موسم مین اطراف وجوانب کے کسی سنسان مقام مین جا کے کھائین پیئین پکنک کا لطف اُٹھائین کسی کلفہ یا دوسری محافظ عورت کے زیر نگرانی جو عورتین کہ علائق مین داخل ہین گاڑی پر سوار ہو کے ایوان شاہی کے پھاٹکون کے اندر ہی اندر چکر لگا سکتی ہین - لیکن اس شان سے کہ گاڑی کے دونون جانب ایک ملتاجی[ع] رہا کرتا ہے جو ایک ہاتھ گاڑی کے دروازے پر رکھے ساتھ ساتھ دوڑتا ہے -- اور اُس کو ہدایت کر دی جاتی ہے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی گاڑی کا ساتھ نہ چھوڑے - لیکن یہ نگرانی بہ ظاہر اسباب محض ایک ضابطہ کی پابندی ہے - اور نوجوان عورتین اس سیر سے بہت کچھ لطف اُٹھا لیتی ہین - بعض اوقات جب حرم کی کسی خاتون کو ناسازی طبع کی شکایت ہوتی ہے اور حکیم صاحب جن سے حرم والیون کا علاج متعلق ہوتا ہے تبدیل آب و ہوا تجویز کرتے ہین - اس غرض کے لیے یا تو مریضہ دو ایک ہفتہ کے واسطے کسی سلطانی نزہت گاہ مین بھیجی جاتی ہے جو دریا یا سفر س کے کنارے واقع ہے - یا کسی ایسی حرم والی کے گھر مین بھیج دی جاتی ہے جو حرم

ع ملتاجی کے لغوی معنی لکڑ ہارے کے ہین یہ اناطولیا کے مسلمان کسان ہین جو حرم مین نوکر رکھے جاتے ہین - اور اُن کا فرض منصبی یہ ہوتا ہے کہ باورچی خانون اور آتشدانون کے لیے ایندھن فراہم کیا کرین - اور ہر دائرے کے خواجہ سرا کے ماتحت ہوتے ہین -

سے باہر کسی شخص کو بیاہ دی گئی ہو - اور وہان حرم کے قواعد وآداب سے آزاد ہو کے چند روز کے لیے ایک سادی آزادانہ زندگی کا لطف اُٹھا لیتی ہے - عورتون کی ایک اتنی بڑی جماعت مین جنھین ایک دوسرے سے کوئی خاندانی علاقہ نہ ہو انتظام قائم رکھنے کے لیے سخت قسم کے آداب و قوانین جاری کیے گئے ہین - اور بلحاظ مرتبہ اور عزت کے کم وبیش سخت سزائین مقرر ہین - اوپر مذکور ہو چکا کہ آداب حرم کی رُو سے اِس بات کی ممانعت ہے کہ کوئی عورت والدہ سلطانہ کی حضور مین اُوپر کا لباس پہن کے جائے - اسی قاعدہ کی رو سے علائق اور کلفہ دونون کو ممانعت ہے کہ جب محل کے اندر کام کاج مین مشغول ہون ایک ہلکے ڈوپٹہ سے زیادہ سنگین وگرم کپڑے مین اپنے شانون کو چھپائین - یہ ایک ایسا شاہانہ قانون ہے جو مرض سل کے پیدا ہو جانے کا بھی سبب ہو جاتا ہے جو مرض کہ حرم سرا مین اکثر ہو جایا کرتا ہے - کلفہ جن کو انتظام سے تعلق ہے باضابطگی قائم رکھنے کے لیے کافی نہین ہین اس لیے کہ حرم مین زیادہ تر وہی عورتین ہین جنکا ابھی عنفوان شباب ہے - تاہم جسطرح بنے انتظام قائم رکھنا ضروری ہے - لہذا اگر محکمہ جات مذکورہ کی سرگروہون مین سے کسی کی ماتحتی مین کوئی تربیت پانے والی لڑکی اگر اپنے فرائض مین غفلت کرے تو وہ سزا کے ذریعہ سے درست کی جاتی ہے - پہلے جرم کے موقع پر دلچسپی سے روکا جانا یا سب سے الگ نظر بند کیا جانا کافی سمجھا جاتا ہے - لیکن اگر وہ عورت اِس سزا پر اپنی حرکتون سے باز نہ آئی تو وہ خواجہ سراؤن کے سپرد کر دی جاتی ہے - اگلے دنون خواجہ سرا یہ سزا دیتے تھے کہ پاؤن کی ایڑیون مین ڈنڈے مارتے لیکن اِس سے چونکہ بعض لڑکیان لنگڑی ہو گئین لہذا اب کسی نرم لکڑی سے پیٹی جاتی ہین اور یہ بھی قید ہے کہ پاؤن کے سوا کسی اور جگہ ضرب لگائی جائے -

وہ لونڈیان جنکا کام باورچیخانہ حمام اور دوسرے ذلیل کامون سے متعلق ہے اگرچہ محل مین اُن کے لیے ترقی کے موقع بہت تھوڑے ہین مگر اچھی طرح کھلائی پلائی جاتی ہین اور اُن کے ساتھ سلوک بھی اچھا کیا جاتا ہے - اور ایک مدت تک کام کرنے کے بعد وہ آزاد کر دی جاتی ہین اور اُسوقت انھین بطریق انعام ایک معتدبہ رقم دی جاتی ہے -

اگر محل کی کوئی چھوکری جو باہر بیاہی ہو لاوارث مرجائے تو اُس کی تمام ذاتی جائداد

اُس کلفہ کو ملتی ہے جس نے اُس کی پرورش کی تھی - جس لونڈی غلام کی خرید محل کے لیے ہوئی ہو اور محل کے اندر ہی وہ مرجائے اُس کی جائداد کے اصلی وارث خود سلطان ہین - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خزانہ عامرہ کی جو بھاری رقم حرم کی ضرورتون مین صرف ہوا کرتی ہے وہ لونڈیون کے مرنے پر پھر خزانہ سرکاری مین داخل ہو جاتی ہے -

خانگی غلامی جو مملکت عثمانیہ کے مسلمانون مین مروج ہے اُس غلامی سے بالکل متغائر ہے جو چند ہی روز ہوئے امریکہ کے مسیحیون مین مروج تھی - مملکت عثمانیہ مین بہت سے رحمدلی کے قوانین غلامون کی حمایت کرتے ہین مجموعی طور پر یہ کہ اُن کے ساتھ مالک مان باپ کا سا سلوک کرتے ہین - اور چونکہ اپنے سے جدا طبقہ کے نہین خیال کیے جاتے اسلیے بہت ہی جلد آزاد و خود مختار اہل ملک مین مل جُل جاتے ہین - سوسائٹی کے موجودہ نظام کے مطابق محل کی خدمت کے لیے لونڈی غلام لابدی ہین - ازروے شرع اسلام مسلمان آزاد و شریف عورتون کے لیے بے بُرقع و نقاب باہر نکلنا ناجائز ہے لیکن لونڈی جو اپنے مالک کی جائداد ہے اُسکے لیے لوگون کے سامنے آنے کی چندان ممانعت نہین - حرم سلطانی مین حبشنین اور دیگر عورتین جو خط و خال اور حُسن و جمال کے لحاظ سے نہین بلکہ جسمانی قوت اور قوی ہاتھ پاؤن کے اعتبار سے دوسری عورتون پر ترجیح رکھتی ہین گھر کے ذلیل تر خدمات بجالانے کے لیے مول لی جاتی ہین - گروہ جنھین خدا نے حسن و جمال اور اچھے خط و خال عطا کیے ہین نازک قسم کے اعلےٰ فرائض سرانجام دینے کے واسطے محفوظ رکھی جاتی ہین -

جب سے کہ عام بردہ فروشی کا بازار بند کیا گیا - مخفی اور اندرونی بردہ فروشی زیادہ عام ہو گئی - اور بہ نسبت اگلے زمانہ کے زیادہ پھیل گئی ہے - یہ تجارت زیادہ وسعت کے ساتھ معزز طبقہ کی خاتونون کے ہاتھ مین ہے - جنھین سے بعض خود بھی آزاد شدہ لونڈیان ہین - اور کہا جاتا ہے کہ اِس سے وہ بہت معتد بہ نفع اُٹھاتی ہین - علے الخصوص جبکہ اُن کا کاروبار بڑے پیمانے پر جاری ہو جاتا ہے - جیسے ہی لونڈیون کی کوئی نئی کھیپ دار السلطنت مین پہونچتی ہے ایک دلّال بردہ فروشی کرنے والی خاتونون کے پاس بھیجا جاتا ہے - انھین اگر ضرورت ہوئی تو یا گاڑی پر سوار ہو کے خود ہی پیشہ ور بردہ فروش کے گھر مین چلی جاتی ہین - یا کہلا بھیجتی ہین کہ لونڈیان معائنہ کے لیے اُن کے گھر مین بھیجدی

جائین - یہ بردہ فروش خاتونین چھ سال سے دس سال تک کی عمر کی لڑکیون کی بہت متلاشی رہتی ہین - اُن کی قیمت وہ ۱۰۰ گنیون کے قریب دیتی ہین - اور امید یہ رہتی ہے کہ جب یہ سترہ برس کی عمر کو پہنچین گی اُس کی دس گونی رقم وصول ہو جائے گی - انتخاب اور معاہدۂ بیع کی تکمیل کے بعد لڑکی اپنے گھر مین لا کے ایک کلفہ کی زیر تربیت دے دی جاتی ہے جو نہایت مستعدی سے اُس حیثیت کے مطابق اُسے تعلیم دیتی ہے جس حیثیت کی اُسے زندگی بسر کرنا ہوگی - یہ حیثیت یہ ہے کہ یا تو وہ کسی معزز شخص کی حرم یا بی بی بن کے رہے گی یا سلطان المعظم کے لیے مول لی جائیگی یا خود اسکی مالکہ اُسے سلطان کی نذر کریگی یا کوئی اور شخص اُسے خرید کے سلطان کو نذر کر دے گا تاکہ اِس کے ذریعہ سے اپنی وہ غرضین حاصل کرے جو محل سلطانی سے وابستہ ہون - اُن غیر پیشہ ور لونڈیان بیچنے والیون مین سے اکثر وزرا اور عہدہ داران سلطنت کی بیبیان ہین جن مین باہم لاگ ڈانٹ رہا کرتی ہے کہ کس کے گھر مین زیادہ حسین اور زیادہ قیمتی کپڑے پہننے اور بنی سنوری لڑکیان ہین -

جن لونڈیون کو کوئی معزز خاتون اِس طریقہ سے اور اِس غرض کے لیے مول لیتی ہے اُنھین بانسلی اور دف بجانا - گانا - ناچنا - اور کاڑھنا سکھایا جاتا ہے - ایک دینی معلمہ یعنی خوجہ قادن اور اُس کی اتالیقہ اُسے عقائد اسلامیہ کی بھی تعلیم دیتی ہے اور نیز اُسے ترکی محلات کے آداب و اخلاق اور اوضاع و اطوار سکھائے جاتے ہین - حرم سلطانی مین قہوہ جی (قہوہ پلانے والی) اور شبوک جی (شطب پلانے والی) کے آسان خدمات بھی اُن کی ہم پایہ لونڈیون کو سکھائے جاتے ہین - بجز بڑی بوڑھی اور پرانے فیشن کی خاتونان ترک کے اور سب خاتونون مین شطب کی جگہ سگرٹ کا رواج ہو گیا ہے - اور حقہ کشی کے کمرے جو پچاس ساٹھ برس پہلے تمام معزز امراے ترک کی محل سراؤن مین ایک ممتاز جگہ ہوا کرتے تھے اب گھٹتے گھٹتے ادنے درجہ کے رہگئے ہین - یہ عملہ جیسی وضع و اسلوب سے خاتون مصر یعنی لیسمی سلطانہ مذکورہ کی منہ بولی ماں کے محل مین تھا اُس کا مختصر تذکرہ اِس موقع پر بے محل نہ ہوگا - کیونکہ اِس سے اُن کے گھر کی تصویر نظر آ جائے گی -

شطب پلانے والی کے ذمے یہ خدمتین ہین کہ لمبی نے کو صاف اور تیار رکھے تمباکو اور اُس کے لوازم کو تیار کرے - اور جب بھر کے تیار کرے تو اپنی بی بی اور

اسکی مہمان خاتونوں کے سامنے پیش کرے - گو یہ سب کام بظاہر بہت آسان اور غیر اہم نظر آتے ہین لیکن اُن کے ٹھیک طور پر عمل مین لانے مین جیسی حد درجے کی احتیاطین کیجاتی ہین اُن کے لیے بہت سے وقت اور چند سال تک سکھائے جانے کی ضرورت ہے - تاکہ خانم افندیون کو جو ادنی ادنی بات پر نام رکھتی ہین نکتہ چینی کا موقع نہ ملے شطب کا ہر حصہ - شاہ بلوط کی خرادی ہوئی لبی نے کہربائی مرصع مہنال - اور مٹی کے شطب ضرور ہے کہ بڑی احتیاط سے اور جدا جدا صاف کیے جائین - یہی حق یعنی علاقہ لوتاقیہ کا تنبا کو ضرور ہے کہ باریک باریک کاٹ کے نرم ریشم کا سا بنایا جایا - اور پھر شطب ضرور ہے کہ بہت ہی نفاست سے بھرا جائے اگر تمبا کو کم ہوا یا زیادہ بھر دیا گیا تو شطب پینے والون کی نظر مین سخت پھوہڑ ین ہے -

جب خانم اور اُن کے مہمان کھانے کے کمرے سے نکل کے دیوان خانے (یعنی ڈرائنگ روم) مین آئین اور دنگلون پر بیٹھین تو وہ کلفہ حاضر ہوتی ہے جس کا کام کافی پلانا ہے اور "قہوہ جی" کہلاتی ہے - اُس کے ہاتھ مین کشتی ہوتی ہے اُس پر ایک ارغوانی رنگ کی کارچوبی پوشش پڑی ہوتی ہے - چاندان - ننھی ننھی اعلے درجہ کی چینی کی پیالیان اور سونے چاندی کے دیگر ظروف ہوتے ہین - اس کافی پلانے والی ساقیہ کے پیچھے پیچھے اُس کے ہاتھ کے نیچے کام کرنے اور اُس سے تعلیم پانے والی چھوکریان ہوتی ہین - جو ایک ایک کرکے آگے بڑھتی - پیالی مین کافی انڈیلتی - اُسے تشتری مین رکھتی اور بڑے ادب سے مہمانون کے آگے اُن کے مرتبہ اور عزت کے مطابق ترتیب سے پیش کرتی ہے - یہ اُس کا فرض ہے کہ ان مہمانون کے مرتبون کو پہلے سے دریافت کر رکھے - تاکہ وقت پر کسی کم رتبہ والی کو پہلے کافی نہ دیدے - اگر ایک ہی مرتبہ کی دو تین خاتونین موجود ہون تو ضرور ہے کہ نشست کی ترتیب کے مطابق اُنھین کافی دیجائے - لیکن اگر مہمان خاتونون سے خود گھر کی بی بی زیادہ رتبہ رکھتی ہو تو لازم ہے کہ کافی کی پیالی پہلے اُسی کے سامنے پیش کی جائے -

اس کے بعد سگریٹ یا حقون کی باری آتی ہے - سگریٹ ہر خاتون کے سامنے جدا جدا تھالیون مین رکھ کے پیش کیے جاتے ہین - اور جب وہ خاتون سگریٹ کو اٹھا کے کہربائی مہنال مین لگا لیتی ہے تو ایک دوسری لونڈی ایک چھوٹے برنجی ظرف

کو ہاتھ مین لیے جس مین ایک روشن چنگاری رکھی ہوئی ہے ادب سے آگے بڑھتی ہے اور خاتون اُس سے اپنا سگریٹ روشن کرتی ہے۔ مگر حقہ پیش کرنے کے انداز مین زیادہ تکلف و ادب برتا جاتا ہے۔ حقہ پلانے والی لونڈی اُسکے درمیانی حصہ کو ایک نزاکت کی ادا سے ہاتھ مین لیے ہوئے اور اُس کی مہنال اتنی بلند کیے ہوئے کہ مرصع مہنال خاتون کے خاص منہ کے محاذی ہو عجب خوش خرامی کی چال سے آگے بڑھتی۔ اور اُس کے ہونٹھون کے قریب لیجا کے آہستہ آہستہ حرکت دیتی ہے اب وہ خاتون حقہ کو اپنے ہاتھ مین لے لیتی ہے۔ اور لونڈی ایک تھالی کو جو اُس کے دوسرے ہاتھ مین ہوتی ہے زمین پر رکھ کے حقہ کو بڑی نزاکت سے اسمین رکھدیتی ہے اور آہستہ سے جھک کے اور سلام کر کے دور جا کھڑی ہوتی ہے۔ اب جبکہ خاتون کے ہاتھ مین حقہ کی نے ہوتی ہے ایک دوسری لونڈی ایک مسی ظرف مین کو لے لیے ہوئے آگے بڑھتی۔ اور ایک خوبصورت سے دست پناہ سے ہر چلم مین کو لے رکھتی ہے۔ اور ساتھ ہی خوشبودار دھوئین سے کمرہ مہک اُٹھتا ہے۔

جب سب حقہ روشن ہو چکتے ہین تو یہ خدمت گزار لونڈیان کمرے کے پائین مین صف باندھ کے دست بستہ کھڑی ہو جاتی ہین۔ اور اُن کی آنکھین خوبصورتی کے ساتھ نیچے کو جھکی ہوتی ہین۔ اور تا وقتیکہ کسی کام کو پیالیان یا حقے بڑھانے کے لیے پھر نہ بُلائی جائین نہ نظر اُٹھاتی ہین اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کرتی ہین۔ اِس اثنا مین وہ چپکے چپکے دل ہی دلمین بیبیون کے لباس۔ اُنکی گفتگو اور اُن کے اوضاع و اطوار پر خیال آرائی کرتی رہتی ہین۔ ادھر بیبیون مین آسمان حسن کے اِس عقد ثریا (لونڈیون کی صف) پر بحث ہوتی ہے۔ اور نکتہ چینی کی شان سے اُن کی نسبت رائین قائم کی جاتی ہین۔ اور اِن لڑکیون کے متعلق اپنی شخصی رائین کو وہ یون آموختہ کی طرح سناتی ہین کہ دیگر مقامات کے لوگ سُن پائین تو متحیر ہو جائین اور اُن کی بڑی دلچسپی ہو۔ اِنہین سے بعض خانمین ایسی بھی ہوتی ہین جنھین اُن کے بھائیون یا بیٹون نے محض اِس غرض کے لیے بھیجا ہے کہ احباب کے حرم خانون مین آمد و رفت کر کے اُن کے لیے کوئی اچھی بی بی یا حرم ڈھونڈھ نکالین۔ کیونکہ ایسے معاملات بغیر خاتونون کی وساطت کے نہین اجرا پا سکتے۔ اور وہ کسی حسین دوشیزہ کو اپنی خوشی و مرضی سے

موافق پاکے اُس کے ناک نقشہ کی بہت اچھی تصویر اپنے لفظوں میں دکھا دیتی ہین۔ ایسا ہوا تو اِس صحبت کے بعد درخواست پیش کر دی جاتی ہے۔ مالکہ قیمت بتاتی ہے۔ اور اگر اِس پر فریقین رضی ہوگئے تو وہ لونڈی اپنے نئے گھر مین لائی جاتی ہے۔ اور اکثر اوقات مکاتب کی حیثیت مین آتی ہے یعنے اِس اقرار نامے کے ساتھ کہ تھوڑے زمانے کے بعد وہ آزاد ہوجائے گی اور اُسکے ساتھ مالک نکاح پڑھائے گا۔

ایک پردیسی کی یاد وطن

پردیس مین ہے کیا کیا سامان عیش و راحت ۔ لیکن کسی طرح سے لگتی نہین طبیعت
دو دن کی زندگانی ہے کاٹنا مصیبت ۔ یاد وطن سے دل کو ہوتی ہے سخت وحشت
آرام چین اپنا دنیا مین بس وہین ہے ۔ پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے
کانٹا بھی اُس جگہ کا گل ہے مری نظر مین ۔ سودا بھرا ہوا ہے اپنے وطن کا سر مین
تاثیر ہے کچھ اُس کے دیوار و در مین ۔ لگتا نہین کہین جی لیکن بس اپنے گھر مین
آرام چین اپنا دنیا مین بس وہین ہے ۔ پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے
حسرت سے تک رہی ہے بلبل چمن کی جانب ۔ دوڑے چکور ماہ چرخ کہن کی جانب
پروانہ اُڑ رہا ہے شمع لگن کی جانب ۔ کھنچتا ہے دل ہمارا اپنے وطن کی جانب
آرام چین اپنا دنیا مین بس وہین ہے ۔ پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے
ہم نے تمام دنیا سو بار دیکھ ڈالی ۔ پردیس کی ہر اک شے ہے اپنی دیکھی بھالی
وہ چیز ہی نہین ہے دل کو لبھانے والی ۔ پیارے وطن مین اپنے ہے کچھ ادا نرالی
آرام چین اپنا دنیا مین بس وہین ہے ۔ پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے
ملجائے مجھکو یارب وہ جھونپڑا پرانا ۔ یعنی وہ گھر ہمارا چھپر پڑا پرانا
وہ سال خوردہ کمبل وہ بستر اپرانا ۔ بہتر ہے سونے سے وہ گھر مرا پرانا
آرام چین اپنا دنیا مین بس وہین ہے ۔ پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے
چل جائے مجھ پہ یارب جب وطن کا جادو ۔ بیتاب ہوکے بھاگون غربت سے مثل آہو
پیارے وطن کو دیکھون پھر جیکے مین اِک سو ۔ آسان تجھکو سب ہے قادر ہے اے خدا تو

آرام چین اپنا دُنیا مین بس وہین ہے — پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے
مرقد بھی بس وہین ہو مولد جہان ہے میرا — اُجڑا ہوا گھروندا اک گلستان ہے میرا
وہ خانہ باغ ویران باغِ جنان ہے میرا — مین کیا کہون کہ کیسا پیارا مکان ہے میرا
آرام چین اپنا دُنیا مین بس وہین ہے — پیارے وطن سے پیاری کوئی زمین نہین ہے

حامد حسین قادری از بچھراؤن ضلع مرادآباد

عندلیب اور کرمکِ شب تاب

عندلیب خوشنوا اِک صبح سے تا وقتِ شام — کرتی تھی قریہ کو اپنے زمزمہ سے شاد کام
ہو گئی گو چرخ سے زائل شفق کی روشنی — بند اُس کی زمزمہ خوانی نہین لیکن ہوئی
ایسی حالت مین لگی محسوس کرنے بھوک پیاس — شدتِ جوع و عطش سے ہو گئی وہ بدحواس
گرد لینے اک نگاہِ شوق سے دیکھا وہان — تو نظر آئی زمین پر ایک شئی سی ناگہان
ظلمتِ شب مین چمکتی تھی وہان کچھ فصل پر — کرمکِ شب تاب اُس کی ضو سے وہ سمجھی مگر
بس زمین پر اُتری وہ شاخِ گلِ پُرخار سے — جی مین تھا لقمہ بنانے کرم کو منقار سے
کرمکِ شب تاب نے یہ چال اُس کی تاڑ لی — کچھ عجب معجز بیانی سے مخاطب یون ہوئی
کاش میری شمع کا پروانہ بنتی عندلیب — جان میری جیسی ہے مفتون نوا کی عندلیب
ہوتی نفرت سی مرے برباد کرنے مین تجھے — جیسی نفرت ہے ترے نغمہ کی ٹٹنے سے مجھے
کیونکہ یہ مین ایک ہی صانع کے اندازِ ادا — روشنی مجھکو عطا کی تجھ کو خوش الحان کیا
نغمہ و ضو سے جہان تا ہم مسخر کر سکین — اور شب کی بھی بہار افزائی ملکر کر سکین
جب شنی بلبل نے یہ تقریرِ مجمل ہوشربا — کرمکِ شب تاب کی دل سے ہوئی مدح سرا
کر دیا اُس کو رہا اب کلک ہے مضمون طراز — کر لیا بلبل نے اپنے کھانے کا کچھ اور ساز
جنگ جو ہمسائے حاصل اِس سے کچھ عبرت کرین — اپنے اپنے نفع اصلی کی کوئی صورت کرین
بھائی بھائی سے نہ آپس مین کرین جنگ و جدال — تا رہین محفوظ آفت سے ہر اک کے جان و مال

پیار سے مل جل کے گائین چمکین جبتک ہے حیات
زندگی کی ہو بسر آرام سے غربت کی رات

بدرالزمان۔ کلکتہ

بادشاہ بروس اور عنکبوت

شہ بروس اسکاٹلینڈ کا بحرِ غم میں ہو کے غرق
تھا وہ بیشک تاجور تھا تاجِ زرّین زیبِ فرق
اک مہم سر کرنی تھی منظور اُس کو لاجواب
سعی پے در پے تو کی لیکن رہا ناکامیاب
ہو رہا تھا ایسی حالت میں وہ مرہونِ ملال
چند لمحے بعد دل میں آ گیا جو کچھ خیال
تھیں اُمیدیں گر پڑی اوپر سے وان اک عنکبوت
رُک کے شہ اپنے خیالوں سے ہوا محوِ سکوت
تھا زمین سے فاصلہ گنبد کا بس دور و دراز
شہ کو آتا تھا نظر لاحل معمّا سا یہ راز
رینگنے ہی وہ لگی فوراً جھپٹ کر تار سے
گر پڑی وہ منہ کے بل فوراً زمین پر بار سے
ہو گئی لیکن رواں اُوپر کو فوراً تیز تیز
پھر پھسل کر آ رہی لب پر فغانِ درد خیز
ہو گیا دوران سر جب دور اُٹھکر پھر چلی
چل رہی تھی جب وہ باریک سہ تھی تار کی
پھر گری وہ کھا کے چکر گرچہ فرشِ خاک پر
تیز گاہے سُست گاہے گاہ نیچے گاہ فوق
بالیقین شہ نے کہا اب بوالہوس مکڑی کبھی
ہار رہا جب کوششیں چڑھنے کی اُوپر کر چکی
لیک پھر اوپر چلی ایک بار دیکھو حوصلے
ڈیڑھ ہی بالشت پر ہے اب درِ امید سے

کنجِ تنہائی میں آ کر پڑ رہا تفتہ جگر
بیٹھا جاتا تھا دلِ مایوس اندیشے مگر
خوش رعایا تا کہ ہوں سب بیٹھے لگائے تھے جو آس
ہو گیا تھا اِس لیے اُسوقت وہ بیحد اُداس
شدتِ جوشِ الم سے تھا بہت زار و نزار
بولا اب میں چھوڑ دوں گا منصبی سب کاروبار
ایک تارِ ریشمی میں تھی لٹکتی بر ملا
دیکھوں تو مکڑی بیان کرتی ہے آخر کیا بھلا
قطعِ منزل کا ذریعہ اُس پہ اک باریک تار
اپنے آسائش کے گھر تک پہنچی کیونکر بار بار
سخت کوشش سے چلی آخر براہِ مستقیم
جس جگہ پہلے ہوئی تھی چند لمحہ کو مقیم
ٹھہری دم بھر بھی نہ وہ تا کھولے شکوہ میں زبان
سر میں کچھ چکر سا تھا ظاہر غشی کے کچھ نشان
آدھ گز پہلے سے بھی اُوپر گیا اُسنے سفر
راہ پھر ایسی کہ تھک جاتی تھی وہ ہر گام پر
زود تر ہمت سے لیکن ہو گئی فوراً سوار
چھ دلیرانہ ہوئی تھیں کوششیں اُسکی شمار
پھر بلندی کی طرف زنہار جانے کی نہیں
اور اُلٹ کر آ رہی ہر بار وہ سوئے زمین
اُف یہ کیسی تھی گھڑی بھر دل حسرت مآب
حیف لو ناکام اب بھی ہو گئی یا کامیاب

تین جو اور تین جو تھم تھم کے استقلال سے
کی جھپٹ جرأت سے جب تھا فاصل کمتر بال سے
آفرین صد آفرین کا نعرہ مارا شاہ نے
پاس کے چھکے چھڑائے واہ رے کیا تھے
والی اسکاٹلینڈ نے پھر کیا بالجزم عزم
پھر گیا خنجر بہ کف وہ جانب میدان رزم
گوش دل سے سن رکھو یہ نکتہ پیارے ناظرین
بزدلی کا کلمہ تم کو لے نہ جائے پھر کہین

یعنے تھوڑا تھوڑا اوپر کو وہ بڑھتی ہی گئی
پہونچی منزل گاہ مقصد مین بہ یمن و فرحی
پائینگے عزت کا تمغہ دل سے یُون ساعی جو مین
فتح کرلی اُس نے یون رہجائونگا کسطرح مین
ناقل رنگین بیان نے اسطرح کی ہے خبر
اور صف اعدا کو اُس نے کردیا زیر و زبر
تم نہ حاشا کہیو مجھ سے ہو نہین سکتا یہ کام
ہوسکے یاس و حسرت و ناکامی و حزن دوام

بدرالزمان - کلکتہ -

قدر افزایان دلگداز

دلگداز کی اشاعت مین ان دنون بہت کچھ بدنظمی رہی - جس کے اسباب کا ظاہر کرنا بھی بے نتیجہ ہے - لیکن اب ایسا اہتمام اور انتظام کردیا گیا ہے کہ سب پرچے جلد ہی شائع ہوجائین اور آیندہ پرچے وقت پر نکلتے رہین - اپریل - مئی - اور جون کے پرچے عنقریب حاضر ہون گے -

الملتمس منیجر دلگداز -

دولت

لوگ کہتے ہین کہ دولت اندھی ہے - اسی بنا پر خیال آرایان سلف نے دولت کی تصویر اندھی بنائی ہے - کیونکہ وہ ایک ایسی معشوقہ ہے جو اکثر نااہلون ہی سے ہم آغوش ہوجاتی ہے - اور اُن لوگون کے پاس زیادہ سرمایہ دیکھا جاتا ہے جو نہ اُس پر قابو پانے کی اہلیت رکھتے ہین اور نہ اُس کا صحیح استعمال جانتے ہین -

مگر ہم ایسا سمجھتے ہین کہ دولت کی تو بڑی بڑی آنکھین ہین لیکن ہان جن لوگون کے پاس وہ بلا مشقت و زحمت پہونچ جاتی ہے اُنھین البتہ اندھا بنا دیتی ہے - چار پیسہ ہوئے اور یہ حالت ہوگئی کہ نہ اپنا پرایا سُجھائی دیتا ہے - اور نہ اپنا نیک و بد نظر آتا ہے قومی اور نوعی منافع سے نظر پیچھے ہٹتے ہٹتے شخصی اور ذاتی مسرّتون کے تنگ دائرے مین محدود ہوجاتی ہے - اور پھر سوا اِس کے کہ ہم دنیا کی ہر جائز و ناجائز لذّت کا مزہ اُٹھا لین اور کسی بات کا خیال نہین رہتا - تمام انسانی اخلاق جو انسانیت کا زیور ہین حد اعتدال سے گزر کے معائب بن جاتے ہین - اور وہی چہرہ جو خوبصورت اور روشن تھا بُرا اور تاریک نظر آنے لگتا ہے - خودداری غرور بن جاتی ہے - اور خدا کی نعمتون سے فیضیاب ہونا نفس پرستی کی شان دکھانے لگتا ہے -

روپیہ اگرچہ اُجلا اور روشن ہے - اور ظاہر مین کسی حسین کا گورا چہرہ نظر آتا ہے مگر اُس مین ایک ایسی سیاہی بھی ہے کہ اگر دیر تک ہاتھ مین رکھیے تو ہاتھ کالے ہوجاتے

ہین - یہی کالک اگر احتیاط نہ کی گئی تو ہاتھون سے بڑھ کے مُنھ مین لگ جاتی ہے - اور دولتمندون کی صورت ایسی بنا دیتی ہے کہ سوا غرض والون کے کسی کو بھلی نہین معلوم ہوتی - سچ یہ ہے کہ اُس سے بہتر اور نمایان کرشمۂ دولت کی دو رُخی حالت کا نہین نظر آ سکتا -

اگر اہل عالم کی غرضین دولت والون سے نہ اٹکی ہوتین تو شاید اُن سے بُرا کوئی نہ ہوتا - اور کسی گروہ کی اتنی مذمّت نہ کیجاتی جتنی کہ دولت مندون کی - مگر دولت ایسا جادو ہے کہ اپنے مالکون ہی کو خراب اور بدصورت نہین بناتا بلکہ گرد و پیش کے تمام لوگون کو بھی جھوٹا خوشامدی - ذلیل اور سفلہ بنا دیتا ہے -

لیکن خوشامد کرنے والون کے اِس کثیر التعداد گروہ کے موجود ہوتے بھی دنیا مین دولت والون کی جتنی مذمّت کی گئی ہے کبھی کسی کی نہین کی گئی - اہل دل اتقیا عارفین نے اُن کو اِسقدر ذلیل خیال کیا کہ اُن کے قریب جانے سے بھی احتراز کیا - اور محترز رہنے کی ہدایت کی علما فضلا نے اِس نفس پرست گروہ کی مذمت مین دفتر سیاہ کیے شعرا نے اپنی غرض نکالتے وقت اگرچہ دولت مندون کی تعریف مین بڑے بڑے قصیدے کہہ ڈالے مگر جب اپنی غرض نکال چکے تو ہجوین کہین - اور صاحبان دولت کو جی کھول کے گالیان دین -

ایک با مذاق شاعر دولت کی تعریف مین خوب کہہ گیا ہے کہ

اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا ستّار عیوب و قاضی الحاجاتی

اِس تعریف کو سُن کے شاید کوئی بے وقوف دولت والا بھول گیا ہو - اور اپنے دل مین خوش ہو لیا ہو - لیکن اگر وہ عقل سے کام لیتا تو سمجھ جاتا کہ اِس سے زیادہ ہجو ملیح نہین ہو سکتی -

تم دیکھتے ہو کہ اہل عالم کی عام بد اخلاقی نے رشوت ستانی کا بازار گرم کر رکھا ہے - اپنی دنیوی زندگی مین ہر شخص کو کبھی نہ کبھی رشوت ضرور دینی پڑتی ہے - عدالت مین - ریلوے آفس مین - ملازمت مین - تجارت مین غرض ہر اسلوب زندگی مین ہمین رشوت لینے والون سے سابقہ پڑ جاتا ہے - مگر سب سے بدتر اور نہایت ہی ناپاک قسم کی رشوت دینے والا امرا اور دولت مندون کا گروہ ہے -

یہ لوگ ہر قسم کی بداخلاقی اور شہوت پرستی مین مبتلا ہوتے ہین مگر رشوت دے کے دُنیا والون کی زبان بند کرتے اور اُسکے لئے اپنی تعریف کراتے ہین - شب ورُوز سخت ترین زناکاری مین منہمک رہتے ہین - اور روپیہ کے زور سے مشہور کیا جاتا ہے کہ بڑے عفیف و پارسا ہین - شراب گلگون کے جام لُنڈھائے جاتے ہین - جب دیکھیے مخمور و بدمست نظر آتے ہین - مگر گرد و پیش کے غرض با دلے وابستگان دامن کہتے پھرتے ہین کہ اُنسے زیادہ پاک مشرب کوئی درویش و ولی بھی نہین ہو سکتا - جاہل بحت ہین مگر اعلے سے اعلے درجہ کے مصنفین کرایہ پر مل جاتے ہین جن کے تصانیف رشوت دے کے حاصل کیے جاتے ہین اور دنیا مین مشہور رہتا ہے کہ آپ بڑے زبردست محقق اور سیلے بہتا مصنّف ہین - شاعری سے مس نہین - سامنے بٹھا کے ایک مصرع کہلائیے تو نہ کہا جائے گا - مگر گرد کے خوشامدی شاعرون کو رشوت دیدے کے اُن کا کلام مول لیتے اور بڑے بلند خیال و نازک طبع شاعر بن جاتے ہین - یہ تو چند گنتی کی باتین تھین دولت والون کو صرف دولتمندی اور رشوت دینے کی استطاعت کے طفیل مین ہر قسم کے دینی و دینوی کمالات حاصل ہو جاتے ہین - کسی فن اور کسی ہنر کا شوق ہو آپ کی طبیعت اُدھر آئی اور بے پڑھنے لکھنے کی زحمت اُٹھائے - اور بغیر محنت مشقت کیے فرید روزگار باکمالون مین آپ کا شمار ہو گیا -

الغرض یہی کرایے کے اور دوسرون سے خریدے ہوئے کمالات ہین جنکو شاعر نے بالاختصار "ستّار عیوب و قاضی الحاجاتی" کے وسیع و جامع الفاظ مین جمع کر دیا ہے -

دنیا مین دو قسم کے دولتمند نظر آتے ہین - ایک وہ جنھون نے دولت کو ذاتی کوشش اور خود اپنی محنت و مشقت سے حاصل کیا ہے - دوسرے وہ جنکو دولت ورثہ مین اباً عن جدٍّ ملتی چلی آئی ہے - یا یون کہیے کہ جنھون نے دولت و حشمت کے آغوش مین پرورش پائی ہے - اور "پوتڑون کے رئیس" ہین -

اوّل الذکر طبقۂ امرا مین بہت سی خوبیان ملین گی - اور اُن مین سے اکثر ذاتی جوہر کے زیور سے آراستہ ہین - اِن لوگون مین ہر قسم کے کاملین اور وہ افتخار ان عالم ملین گے جن کے ہاتھون سے دنیا ترقی کر رہی ہے - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ

لوگ دولت کے ذریعہ سے کمالات نہین حاصل کرتے۔ بلکہ کمالات کے ذریعہ سے اُنھون نے دولت حاصل کی ہے۔ اور روپیہ اگرچہ اُن کے ہاتھون مین ہے مگر اتنے دنون تک ٹھہرنے نہین پایا کہ ہاتھ اور مُنھ کالے ہو جاتے۔

لیکن اُمرا کا آخر الذکر طبقہ نوع انسانی کا وہ ناپاک گروہ ہے جو بُرائیون اور بداخلاقیون کا سرچشمہ ہے۔ جس طرح گرمی اور روشنی کا منبع آفتاب ہے۔ پانی کا سرچشمہ سمندر ہے۔ اور ہر قسم کی دھات کا مبداء اُسکی کان ہوا کرتی ہے۔ اُسی طرح تمام بُرائیون اور بداخلاقیون کا مخزن و مرکز ان خاندانی دولتمندون کا ناپاک گروہ ہے۔ یہ نہ ہوتا تو دنیا مین کوئی بُرائی بھی نہ ہوتی۔ اور ان کا ناپاک اثر نہ پڑتا تو دُنیا انسانی صورت فرشتون سے آباد ہوتی۔ انسان مین گناہون اور بدکاریون کے جذبات بیشک شیطانی قوت نے پیدا کیے ہین جس کی بنا پر وہ مردود ہے اور اُس پر لعنت کی جاتی ہے۔ مگر موروثی دولت والے اُن تمام برائیون کو قوت سے فعل مین لاتے ہین۔ اور سچ پوچھیے تو دنیا کے اخلاقی بگاڑ کے اصلی ذمّہ دار یہی لوگ ہین۔ روپیہ اِنکے پاس ٹھہرا ہے۔ اُسکی سیاہی نے اُن کے ہاتھ اور مُنھ کالے کر دیے ہین۔ اور یہ کالک جسم کے اندرونی حصّہ تک اِس قدر سرایت کر گئی ہے کہ اندرونی جذبات اور اخلاق سب تاریک ہو گئے ہین۔ وہی سیاہی اُن کی آنکھون پر بھی اثر کر گئی۔ جس کی بدولت دولت کو الزام لگایا گیا۔ اور وہ بدنام ہوئی۔ حالانکہ اصلی اندھے یہ ہین۔ کسی نے شراب کی عیب پوشی مین یہ شعر کہا ہے۔ اور خوب کہا ہے کہ

مے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است ۔۔۔ بلکہ مے می شود از صحبت نادان بدنام

یہ شعر شراب کی حالت پر اتنا صادق نہین آتا جتنا کہ دولت کی بدنامی پر صادق آسکتا ہے۔ اِسی سبب سے ہم اِس شعر کو یون پڑھتے ہین کہ

زر کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است ۔۔۔ بلکہ زر می شود از صحبت نادان بدنام

خاندانی دولتمندی کی اِس آفت کو ہم ہی نے نہین محسوس کیا۔ بلکہ دُنیا قدیم الایّام سے محسوس کرتی آئی ہے۔ اِسی نے ساسانیون کی ناپاک حالت اور اُن کی بداخلاقیان دیکھ کے مُزدک کا فرقہ پیدا کیا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ پانی۔ ہوا۔ اور روشنی وغیرہ کی طرح دولت بھی خدا کی اُن نعمتون مین سے ہے جن پر کوئی اپنا قبضہ نہین جتا سکتا۔ بلکہ ہر شخص اُس سے یکسان طور پر نفع اُٹھانے کا مجاز ہے۔ وہ لوگ

طبقۂ اوّل کے دولت مندون کے مخالف نہ تھے ۔ کیونکہ وہ اپنے فضل وکمال اپنے ذاتی جوہر اور اپنی محنت ومشقت کے صلہ مین دولت حاصل کرتے ہین ۔ اُنھین جو کچھ اختلاف تھا صرف دوسرے طبقہ والون یعنے موروثی اہل دولت سے تھا ۔ جو باپ یا کسی وارث کے مرجانے سے دولت کثیر کے مالک ہوتے ۔ اور اُسکے ذریعہ سے ہر قسم کی بداخلاقی اور شہوت پرستی کو اپنے لیے جائز کر لیتے ہین ۔ مزدک سے صرف اتنی غلطی ہوگئی کہ عورت کو بھی اُس نے جائداد مین شامل کر لیا ۔ ساسانیون کے زمانے مین چونکہ لونڈیان محلون مین بھری جاتی تھین ۔ اور ساسانیون سے پہلے بابل ونینوا والون مین چونکہ عام عورتین بجائے عقد نکاح کے فروخت کی جاتی تھین اس لیے اُن دونون کسی مقنّن سے ایسی غلطی ہوجانا کوئی تعجب کی بات نہین ہے ۔

پھر اسلام کے ظہور کے بعد خود اسلام کے دامن مین خوارج ۔ قرامطہ ۔ ملاحدہ ۔ اور بابی وغیرہ کی قسم سے جو فرقے پیدا ہوئے اُن کی بنیاد بھی اسی بات پر تھی کہ خاندانی دولت مندی کے مخالف تھے ۔ یونان وروم کی جمہوریت بھی اسی خیال کے تقاضے سے ظاہر کی ۔ اسی کے طفیل مین انگلستان کے سریر آرا سے بہ جبر واکراہ میگنا چارٹا کا دستور العمل فرمان فرمائی دستخط کرایا گیا ۔ اور اسی نے فرانس کی شاہنشاہی کو پامال کر کے جمہوری سلطنت قائم کی ۔

خلاصہ یہ کہ خاندانی دولت مندی کے مٹانے کا مسئلہ دُنیا مین اکثر پیدا ہوا ۔ اور تھوڑا بہت اثر بھی دکھا گیا ۔ لیکن چونکہ حکومت ہمیشہ دولت مندون کے ہاتھ مین رہی ۔ وہی حکمران تھے اور وہی عہدہ داران سلطنت جنھین دولت نے اندھا بنا دیا تھا ۔ جو دنیا کی عام اصلاح کو ہمیشہ اپنی خود غرضی پر قربان کر دیا کرتے تھے ۔ اسلیے پوری طرح کامیابی نہین ہوئی

سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ دین اسلام بھی اپنے اصول وآئین شریعت سے اس امر کی مساعدت کرتا ہے کہ دولت کسی گھرانے مین جمع نہ ہونے پائے ۔ چنانچہ ہمارا قانون وراثت اِسکی پوری تصدیق کر رہا ہے ۔ آج کل کے نہلسٹ اور سوشلسٹ لوگون کی طرح اسلام یہ تو نہین کہتا کہ ہر دولت مند کے مرجانے بعد اُسکی کل جائداد پبلک پر برابر تقسیم ہوجاوے ۔ لیکن دیگر اقوام کے قوانین وراثت کی طرح اُس سے یہ بھی نہین کہا ۔

کہ ہوروتی اور آبائی جائداد صرف اولاد اکبر کو دیجاتی اور باقی لوگون کو گزارہ ملے اُس نے بہت سے ورثا کی ایک فہرست تبائی - اور حکم دیا کہ اس نسبت سے یہ جائدادان سب وارثون مین تقسیم کردی جاے - جس تقسیم کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ چاہے کتنی ہی بڑی جائداد ہو چند پشتون کے بعد دیکھیے تو نوع انسان کے ایک وسیع دائرے مین پھیل جاتی ہے اور آبائی دولت مندی کا سلسلہ نہین قائم رہنے پاتا - نئے دولت مند پیدا ہوتے رہتے ہین - اور پُرانے حصول دولت کی کوشش سے بے پروا نہین رہ سکتے -

لیکن سلطنت اور امارت چونکہ آبائی دولت مندی کی طرفدار رہے اسلیے بارہا کوشش کی گئی کہ اس قانون وراثت مین ترمیم ہوجائے مسلمان تعلقداران اودھ کی وراثت سے اسلام کی برکتین اُٹھ گئین - اور انھون نے محض خود غرضی کے جوش مین اُسے خوشی کے ساتھ قبول کرلیا - اور بعض ناسمجھ لوگ جو شریعت اسلامیہ کی اصلی برکت - اور اُسکے سچے اغراض سے ناواقف ہین اب بھی کبھی کبھی غل مچادیا کرتے ہین کہ مسلمانون کا عام قانون وراثت بدل دیا جائے -

یورپ کی آزادیون اور ترقیون نے اگرچہ دنیا کی بہت کچھ اصلاح کرلی ہے مگر اب بھی وہان خود غرض دولت مندون کا اثر اسقدر غالب ہے کہ لبرل گروہ جو دولت مندی کی قوت توڑنا چاہتا ہے مغلوب ہے - اور روز بروز مغلوب ہوتا جاتا ہے اور انگلستان کی ایسی سمجھدار قوم مین بھی امپیریلزم کا خبط بڑھ رہا ہے - جو لوگ استعمال دولت مین مساوات قائم کرنا چاہتے ہین باغی قرار دیے گئے ہین - اور اُنکی بیخ کنی کی کوشش کی جاتی ہے -

لیکن اگر زمانہ کی یہی رفتار رہے تو ایک دن ساری دنیا پر یہ ضروری قانون حکومت کررہا ہوگا کہ "لیاقت و جوہر کے صلہ مین یا اپنی محنت و مشقت سے دولت حاصل کرنے والے اپنی زندگی بھر اُس سے نفع اُٹھانے کے مجاز ہین لیکن اُن کے مرنے کے بعد دولت کسی خاص وارث کی ملکیت نہین بلکہ پبلک جائداد ہے جسے سلطنت کا جمہوری انتظام قومی و مُلکی مصالح مین صرف کرے گا"

اُس مبارک وقت کے آنے کا پہلا درجہ یہ ہوگا کہ ساری دنیا سے شخصی حکومت کی نحوست دور ہوجائے گی - اور دوسرا درجہ یہ ہوگا کہ دولت پبلک پراپرٹی قرار دی جائے گی اور وہی سچا مبارک وقت ہوگا جب کاہل امیرزادون کو نہ شہوت رانی کے لیے دولت ملے گا

مذہب پرستی کے لیے۔ اُن کی دست بُرد سے غربا کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی۔ نہ کسی کے پاس اتنا روپیہ ہوگا کہ رشوت دیدے کے بے تصنیف کیے مصنف بنے۔ بے شعر کے شاعر بنے۔ اور بداخلاقیون مین مبتلا ہو کے سراپا اخلاق مشہور رہو۔ اُس خیر و برکت کے دور مین مزدور کو اپنی پوری مزدوری ملے گی۔ اور محنت کرنے والا اپنی محنت کا پورا پھل پائیگا اور ہر شخص کو اُسی چیز مین شہرت حاصل ہوگی جس مین وہ حقیقۃً کمال رکھتا ہے۔ اور اُسی وقت نظر آئے گا کہ دولت اندھی ہے یا وہ لوگ جو بے محنت و مشقت اُسے حاصل کر لیا کرتے ہین

خاتونان عرب کی عفت

یہ بات خاص عربون مین ہے کہ لڑکیان اگرچہ بظاہر بیباک نظر آتی ہین۔ اور بے تکلفی مین اس قسم کی باتین کہہ جاتی ہین جو ہندوستان مین انتہا درجہ کی بیشرمی اور بیحرمتی کا نمونہ خیال کی جائین لیکن اسکے ساتھ ہی عفیفہ اور پاکدامن ہوتی ہین۔ شعراء عرب شریف زادیون پر اظہار عشق کرتے تھے۔ اپنی نظمون مین معشوقہ کا نام لے کے بیان کرتے تھے کہ فلان تاریخ شب کو مین اُسکی خوابگاہ مین گیا۔ اُس سے یہ باتین ہوئین۔ اور وہ مجھ سے آغوش شوق کھول کے یون ملی۔ لیکن اس پر بھی اُن کے چال چلن پر حرف نہین آتا تھا۔ بد ایک شاعرون کو ایسی جُرأت بھی ہوگئی کہ چور کی طرح معشوقہ سے ملے۔ خلوت مین اُس کے ساتھ بیٹھے۔ اظہار شوق کیا۔ گھُل مِل کے باتین کین۔ اور بغیر اسکے کہ بدکاری کا خیال بھی دل مین گزرے واپس چلے آئے۔

اس قسم کے صدہا واقعات ہین جو دیگر اقوام و ممالک مین حیرت و تعجب سے دیکھے جائینگے لیکن اہل عرب مین وہ معمولی باتین تھین۔ اور ایسی نہین کہ اُن پر بدگمانی کی جاسکے۔ منجملہ اُن کے بنی قضاعہ کا ایک یہ واقعہ ہے جس کا بیان کرنا ہمارے ناظرین کے لیے لطف سے خالی نہ ہوگا۔

بنی قضاعہ مین ایک شریف و صاحب اثر شخص تھا۔ خدا نے اُسے سات بیٹے دیے تھے جن مین سے ایک نہایت ہی حقیر و کمرو اور شکل و شمائل مین نہایت ذلیل تھا۔ خاندان کی یہ خدمت اُسکے سپرد تھی کہ اُونٹ چرایا کرتا۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا گھر کا غلام

تے ہے۔ اتفاقاً ایک اُونٹ بھاگ گیا۔ بھائیون نے کہا "جاؤ اُسے ڈھونڈھ لاؤ"۔ اُس نے کہا "اکیلا مین ہی ہون؟ تم نہ جاؤ گے؟" باپ نے یہ جواب سُن کے کہا "اب یہ جاتا ہے کہ نہین؟ ذرا بھی دم مارا تو ابھی وقت مار کے ڈال دونگا"۔ مار کا ڈر بڑا ہوتا ہے آپ مجبوراً اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے گھر سے نکلے۔ سردی کا موسم تھا۔ بھوکے پیاسے اور جاڑے کی شدت سے کانپتے ہوئے صحرا نوردی کر رہے تھے کہ شام کو بدویون کے ایک خیمہ کے پاس پہونچے جس مین ایک نیک بڑھیا اپنی حسین و پری جمال بیٹی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑھیا نے ترس کھا کے کھلایا پلایا۔ اور ٹھہرا لیا۔ جب بڑھیا کام کاج کے لیے وہان سے ہٹی تو لڑکی نے آپ کی عجیب صورت دیکھ کے بنانا اور مسخرہ پن کرنا شروع کیا۔ کہنے لگی "مین نے تم سے اچھا خوبصورت اور بانکا جوان آج تک نہین دیکھا تھا۔ ایک کام کرو۔ جب رات کو سب سو جائین تو تم چُپکے سے اُٹھ کے میری خوابگاہ مین چلے آنا۔ اُسوقت ہم تم اطمینان سے باتین کرین گے"۔ آپ سمجھ گئے کہ بناتی ہے۔ بولے "مجھے معاف کیجیے۔ بنا سیئے نہین"۔ اتنے مین لڑکی کا باپ اور اُس کے سات جوانمرد و تہمتن بیٹے آگئے۔ سب نے کھایا پیا۔ اور خیمہ کے سامنے زیر سما سو گئے۔ جب سب لوگ غافل ہوگئے تو شیطان نے آپ کو انگلی دکھائی۔ اگرچہ جانتے تھے کہ لڑکی نے صرف بنایا تھا مگر دل نے نہ مانا۔ چُپکے سے اُٹھے۔ دبے پاؤن خیمے کے اندر گئے۔ اور لڑکی کو تنہا اور غافل پا کے آہستہ سے جگایا۔ اُس نے آنکھ کھولتے ہی پوچھا "کون؟" بولے "مین ہی ہون تمھارا غریب الوطن مہمان"۔ چین بہ جبین ہو کے اُس نے کہا "کیون شامت آئی ہے؟ نکل یہان سے اور دُور رہو!" گھبرا کے پلٹے۔ ڈرے اور سہمے ہوئے چُپکے چلے آتے تھے کہ کُتا جو خیمہ کے پاس رہا کرتا تھا بھونکتا ہوا جھپٹا۔ آپنے اپنی لکڑی سے ہزار ہٹایا۔ مگر وہ بھلا کب مانتا تھا؟ لپک کے آپکا دامن پکڑ ہی لیا۔ اب اُسے آپ اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور وہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اس کشمکش مین آپنے ایک دفعہ زور کر کے پیچھے کھینچا تو اڑڑڑا دھڑیم کر کے ایک اندھے کنوئین مین جا رہے جو پیچھے تھا۔ اور ساتھ ہی وہ کُتّا بھی دامن کے ساتھ کھنچ کے کوئین مین آرہا۔

دھماکے کی آواز اُس حسین و پری جمال دوشیزہ کے کان مین گئی تو خدا ترسی سے اُٹھی۔ اور کنوئین کی جگت پر آ کے کہا "خدا کی قسم جی تو یہ چاہتا ہے کہ اسی کنوئین

کو تیری قبر بنا دون - لیکن خدا سے ڈر کے تیری جان بچاتی ہون" یہ کہہ کے اُس نے رسّی ڈالی - اور کہا اِسے پکڑ لے - اُوپر تک کھینچ کے لائی تھی کہ طاقت نے جواب دیدیا - اور ایسے قدم اُکھڑے کہ خود بھی کنوئین مین جا رہی -

اب صبح ہوئی - اور لوگون نے حیرت سے دیکھا کہ لڑکی خیمہ مین سے غائب ہے - اِدھر اُدھر ڈھونڈھنا شروع کیا - یہان تک کہ معلوم ہوا لڑکی وہ نوعمر مہمان - اور کُتّا تینون کنوئین مین ہین - غیرت و حمیّت جوش مین آئی - اور باپ بھائی سب کے سب ننگی تلوارین اور تیغے لیکے جھپٹے کہ دونون کا کام تمام کر دین - مگر خدا نے باپ کے دلمین رحم ڈالدیا کہ اُسنے سب کو روکا - اور کہا "مجھے اپنی بیٹی پر بدگمانی نہین اُسکی پاکدامنی ایسی نہین کہ بُرا گمان کیا جا سکے" پھر رسّیان ڈال کے سب کو کنوئین سے نکالا - اور نکالتے ہی بدصورت اور بدتمیز مہمان سے کہا "خدا کی قسم مین جانتا ہون کہ میری لڑکی پارسا اور بیگناہ ہے لیکن یہ واقعہ ایسا پیش آیا کہ سارے عرب مین رسوائی ہوگئی - اور کوئی اُسے اپنے عقد مین لیگا تم کہو تمھارے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ بی بی کی خبرگیری کر سکو - اگر اسکی اُمید دلاؤ تو اُس لڑکی کے ساتھ تمھارا نکاح پڑھا دون - یون مین بدنامی سے بچون گا - اور تمھاری آرزو پوری ہو جائے گی" اِن بیچارے کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے - منتظر تھے کہ کب سر اڑا یا جائے گا - یکایک یہ خلاف توقع سوال سُنا تو بے تحاشا گھبرا کے بولے "مجھ مین ہوا بھلائی کے کوئی خرابی نہین - اور مجھ سے زیادہ نیک شوہر چراغ لے کے ڈھونڈھیے گا تو بھی نہ ملے گا" یہ سُن کے وہ خوش ہوا - اور پچاس اُونٹ - ایک لونڈی - اور ایک غلام کے مہر پہ اپنی لڑکی ان کے عقد مین دیدی -

اب آپ کے جوش مسرّت کی کوئی انتہا نہ تھی - وہ بھاگا ہوا اونٹ تو خدا جانے کہان گیا - آپ خوش خوش اپنے گھر گئے - اور باپ سے ساری سرگزشت بیان کی جس خاندان مین شادی ہوئی تھی چونکہ وہ معزز و محترم اور شریف تھا - باپ نے بھی خوشی کے ساتھ قبول کیا - مہر کی چیزین لے کے گیا - اور بہو کو رخصت کرا لایا -

اِس کے بعد مدت تک آپ صحراے عرب مین زندہ رہے - مسافر اور سیّاح آپ کے یہان آ کے مہمان ٹھہرتے - آپ کی بدصورتی اور آپ کی بی بی کی زیبائی و رعنائی کو دیکھ کے حیران ہوتے - اور آپ اپنی یہ آپ بیتی کہانی سُنا سُنا کے اُنھین خوش اور مطمئن کر دیا کرتے -

ہم نشین

اے اچھے اور پیارے ہم نشین تجھ سے زیادہ لطف دنیا کی کسی چیز مین نہین - تو ہمارے لیے پیدا کیا گیا ہے اور ہم تیرے لیے پیدا ہوئے ہین - تجھ سے ہمارا دل بہلتا ہے اور ہم سے تیرا - دنیا کی تمام نعمتون اور عالم کے پُر فضا سے پُر فضا مقامات کی سیرون مین ہمین اُسوقت لطف آتا ہے جب تو پہلو مین ہو اور تجھے اُس گھڑی مزا ملتا ہے جب ہم تیرے پاس ہون - تو نہ ہو تو ہماری زندگی بے مزہ ہے - اور ہم نہ ہون تو تیری زندگی - شکایات زمانہ کا دفتر تو ہمارے سامنے کھولتا ہے اور ہم تیرے سامنے - تو اپنا درد دل ہمین سناتا ہے - اور ہم تجھے -

بنال بلبل اگر بامنت سر یاری ہست　　　که ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری ست

اس مین شک نہین کہ دل بہ ظاہر اپنی تمناؤن اور آرزوؤن کا خواستگار رہے - اور اُس پیاری دلربا صورت کو ڈھونڈھا کرتا ہے جو ہمارے مقاصد کا سرچشمہ ہے - مگر اُسکی تلاش مین بھی اگر مزہ آتا ہے تو اُس وقت جب تو ہم سفر ہو - اور اُسکے ساتھ بیٹھنے اور دل کی ہوسین نکالنے مین بھی جب ہی دل لگتا ہے جب تو ہمارا انیس صحبت ہو - اور ایسا ہی حسن عقیدت ہمین تیرے ساتھ بھی ہے - لہذا اے مونس غمگسار ہم نشین تیرے بغیر معشوقۂ شیرین ادا کی دلفریبیان بھی پھیکی ہین - اور دولت وصل بھی بے مزہ ہے -

شب ہجران کی نہ کٹنے والی گھڑیون مین جب دل دھڑکتے دھڑکتے قرار لیتا ہے - اور غربت و بادیہ پیمائی کی دشوار گزار منزلون مین جب ہم تھک کے بیٹھتے - اور ہر اُمید سے مایوس اور ہر طرف سے وحشت زدہ ہوکے ٹھہرتے ہین - اور زخمی پاؤن سے کانٹے نکالنے مین مشغول ہوکے خیال کے دامن مین پناہ لینا چاہتے ہین اُسوقت اے ہمارے مونس قدیم ہمنشین سب سے پہلے تو ہی ہمارے پاس آتا ہے - اور اپنی دلفریب باتون سے دم بھر مین دل بہلا دیتا ہے - ساحر خیال کے عامل و موکل ہماری آفت زدگی پر ترس کھا کے یاران وطن - اعزا و اقارب - اور معشوقۂ پری جمال تک کو ہمارے سامنے لاکے کھڑا کر دیتے اور اکثر ہمارے پہلو مین بٹھا دیتے ہین - مگر اے کسی صحبت دیرین کے ہم نشین تو خود ہی چلا آتا ہے سب سے پہلے آتا ہے - اور دوڑتا ہوا آتا ہے -

یہ کیون ؟ اسلیے کہ تیرے بغیر نہ صحبت یار مزے کی ہے - اور نہ وطن کے بچھڑے ہوؤن کی ملاقات اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ہر چیز کو تیری نظر سے دیکھتے - ہر آواز کو تیرے کانون سے سنتے - ہر خوشبو کو تیری قوت شامہ سے سونگھتے - اور ہر مزے کو تیری ہی زبان سے چکھتے ہین -

اے دلدار ہم نشین - اگرچہ بے اِسکے کہ کسی کا چاند سا چہرہ پہلو مین ہو ہمین چین نہین آسکتا۔ جب تک بیوفاؤن سے شان وفا نہ ظاہر ہو دل نہ مانے گا۔ بچھڑون سے جب تک مل نہ لین دل نادان کو قرار نہ آسئے گا۔ اور جتنی حسرتین دل مین ہین نکل نہ لین گی تسلّی نہ ہوگی۔ مگر سچ کہنا جیسی تسکین ہمین تجھسے خطاب کرکے شعر

ہم نشین جب مرے ایّام بھلے آئین گے   بن بُلائے وہ مرے گھر مین چلے آئینگے

پڑھ دینے سے ہوگئی کبھی اور بھی ہوئی تھی؟

اسی سبب سے انسان پر جو اثر اُسکے ہم نشینون کا ہوتا ہے کسی کا نہین ہوتا - ہم نشین ہمین جس رنگ پر لگا دین ہم بےتکلف خوشی کے ساتھ اُسی رنگ مین لگ جاتے ہین - مذاہب و مِلل کی تاریخ پر نظر ڈالو تو صاف نظر آجائے گا کہ جو کام ہمنشینون نے کیا ہے نہ داعیان مذاہب کی دعوت کرسکی ہے - اور نہ بہادر سپہگرون کی شمشیر زنی - جہاد سے ملک فتح ہوجاتے ہین - قومین مغلوب ہوتی ہین - اور تاج و تخت حاصل ہو جاتے ہین - مگر دل نہ فتح ہوتے ہین اور نہ ہاتھ مین آتے ہین - دعوت دین معقول و موجّہ دلیلین پیش کرکے قائل کر دیتی ہے - مناظرے کی کتابین لاجواب کرکے عاجز بنا دیتی ہین - مگر پھر بھی جی نہین چاہتا کہ اُس اُصول اور اُس وضع کو اختیار کرلیا جائے - دل مین یہی خیال جما رہتا ہے کہ ہمارا دین و آئین ہمارے لیے - اور اُن کا اُن کے لیے ہے - یہ بے حمیّتی ہے کہ غیرون کی ریس اور دوسرون کا اعتقاد اختیار کرلیا جائے -

مگر اِس کے مقابل اے انیس صحبت ہم نشین تُو دل کو فتح کرکے اپنے قابو مین کرلیتا ہے تو ہمارے خیالات و عقائد اور ہماری معاشرت پر حکومت کرتا ہے - اور تیری اُنس بھری باتین ہمین اِس طرح لُبھا لیتی ہین کہ گویا ہم اپنی خُودی اور اپنی اپنایت کو بھول جاتے ہین - دنیا کی کوئی چیز ہماری نظر مین ہم سے اچھی نہین - کیونکہ اِس عالم مین بُرا بھلا جو کچھ ہے ہمارے لیے اور ہماری دلچسپی کے واسطے ہے نہ یہ کہ ہم سے اچھا ہو - مگر اے انیس صحبت ہم نشین تو بعض اوقات ہمین اپنی ذات سے بھی اچھا معلوم ہوتا ہے - ہم تیرا رنگ اپنے اُوپر جماتے - اپنی وضع چھوڑکے تیری روش اختیار کرتے - اور اپنے مذہب سے اُکتا کے تیرے مذہب کو اختیار کرتے - حتّےٰ کہ اپنی خودی مٹا کے تیرے دم سے جیتے ہین -

مناظرہ کرنے والون اور ردّ مذاہب کی کتابین لکھنے والون سے کہہ دو کہ

اب اِس کا زمانہ نہین رہا۔ اب اپنی کوششون سے بجاے نفع پہونچانے کے وہ دنیا مین فساد پھیلا رہے ہین اُن کی تحریر و تقریر کا نتیجہ اگر کچھ ہے تو فقط اسقدر کہ اپنون مین تعصب بڑھاتے۔ اور غیرون کے دل مین نفرت اور ضد پیدا کرتے ہین۔ اگر سچی تبلیغ چاہتے ہین تو انہیں صحبت اور ہمنشین بن کے ہمین اپنی طرف بلائین۔ اور اپنے بن کے ہمین اپنا بنائین۔

ہم تم اور سب اپنے ہم نشینون کے بندے ہین۔ اور اُنھین سے پہچانے جاتے ہین۔ کسی کو اگر ہماری حالت کا سچا اندازہ کرنا ہے تو ہمارے اخلاق و عادات اور ہمارے اوضاع و اطوار کی جستجو کرنے سے پہلے ہمارے ہم نشینون کو دیکھے۔ کیونکہ وہی ہمارا لباس اور ہماری کھلی تصویر ہین۔ جو جذبات ہم مین مضمر اور پوشیدہ ہین اُن مین کھلے اور نمایان نظر آئین گے۔ ہماری آرزوئین اور ہوسین اُن کی زبان سے ظاہر ہون گی۔ اور ہمارے ارادے۔ اور ہمارے شوق اُن کے کامون اور عملون کے دامن مین چھپے ہون گے۔

شاہزادون اور امیرزادون کے لیے اچھے اور لائق و فائق اُستاد ڈھونڈھ کے بہم پہونچائے جاتے ہین علماے گران پایہ سے التجا کی جاتی ہے۔ کاملان فن تلاش کیے جاتے ہین۔ مگر افسوس مصاحب اور ہم نشینون کے انتخاب مین احتیاط سے نہین کام لیا جاتا۔ حالانکہ اصلی اُستاد۔ حقیقی معلم۔ اپنے رنگ مین رنگنے والے۔ اور اپنا سا بنانے والے یہی جلیس و ہم نشین ہین۔ امراے قوم کے بگڑنے اور انتہا درجہ کی بداخلاقیون مین مبتلا ہونے کا باعث یہی ہے کہ استاد و معلم سب اچھے تھے مگر جلیس خراب و ناکارہ۔ اور ہم نشین بد وضع و بداطوار تھے۔

نوعمرون پر منحصر نہین۔ سن رسیدہ اور خود مختار امرا کی ابتدائی بد وضعی اور آخری تباہی کا عام سبب بھی یہی رفیق و ہم نشین ہین۔ اہل زمانہ ہمیشہ سے امرا اور دولت مندون کی شکایت کرتے چلے آئے ہین۔ اُن کی خرابیون کا اگر آپ پتہ لگا سکین تو آخر مین یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمنشین اچھے نہ تھے۔ اور اُن مین جن جن کے ہم نشین و مصاحب اچھے تھے اُنھون نے دین و دنیا کی ایسی خدمت کی جو ہمیشہ یادگار رہے گی اور اُن کا نام رہتی دنیا تک لوح زمانہ پر ثبت رہے گا۔

جلوۂ جانان

حسرت دید لیگئی دونون جگہ کشان کشان دِنکو در رقیب پر رات کو کوئے یار مین

رات کے پہلے پہر کا پہلا گھنٹہ ختم ہوچکا ہے آسمانی بیشمار منور قندیلین نورانی ہوچکی ہین لیکن یہ قدرتی چراغ چودھوین رات کے پورے چاند کے درخشان پرتو سے کسیقدر بے رونقی کا عالم دکھا رہے ہین - بہار کی رات کے صاف اور نورانی ماہتاب کے گرد والے ستارون کا جھنڈ اُس موتیون کے ہار کا جو کسی خوش نصیب کے گستاخ ہاتھون سے ایک چاند کے ٹکڑے کے سینے پر ٹوٹ کر بکھر گیا ہو دھوکا دیرہا ہے روشن رات کا منور عالم قابل دید ہے -

ہم اپنے معزز ناظرین کو یہ روشن اور دلربا منظر بمبئی کی اُس عالیشان فلک نما عمارت کی چھت پر سے (جو شہر کے مشرقی شمالی کنارے مین واقع ہے اور جہان سے سمندر کا فرحت خیز سین قریب تر پیش نظر ہے) دکھانا چاہتے ہین -

یہ تین منزل کی خوبصورت عمارت اِسوقت چاند کی شفّاف روشنی مین اصلیت سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہی ہے - مکان کی شان وشوکت اور ساز وسامان پر نگاہ ڈالنے سے مکان پر الہ دین والی طلسمی محلسرا کا حق بجانب گمان ہوتا ہے - ہم سجے ہوئے فردوس پیکر کمرونکو طے کرنا بیحد مشکل سمجھکر صرف چھت کے نظارے پر قناعت کرتے ہین -

کھلی ہوئی وسیع چھت دلکش چاندنی مین بہشت کا صحن معلوم ہو رہی ہے ہلکی ہلکی چینیائی کرسیان پڑی ہین خوبصورت گملون مین پھولدار درخت اپنی نفاست اور رعنائی پر دلربا انداز سے نازان ہین - ہمارے سین کی مشرقی حد وسیع سمندر سے محدود ہے جو اِسوقت چاند کی خوشنما روشنی مین پارے کے دریا کا عالم دکھا رہا ہے - رات کی ٹھنڈی ہوا کی تحریک سے وقتاً فوقتاً چمکدار موجین تلوار بنکر اُٹھتی ہین اور پھر ہماری نگاہ سے غائب ہوجاتی ہین - بڑے بڑے اسٹیمر اور اُن کی روشنی ہماری آنکھون کے سامنے ہے لیکن زیادہ

فاصلہ کی وجہ سے ہم اُنکی زیبائش کی داد نہین دے سکتے - گرد کی آبادی ہمارے بلند مکان کا پائین باغ معلوم ہو رہی ہے - مکانات کی روشنی - اُن کی چہل پہل ہماری نگاہون کو اپنی طرف مخاطب کرنے کے لیے تا کافی نہین ہے لیکن چوڑی سڑک پر آنے جانے والی گاڑیون کی روشنی ٹوٹنے والے ستارون کی بہار دکھا کر ہم کو حیران کیے ہے ہم رات کے کھانے کی گھنٹی کی آواز سُن کر اِس قدرتی دلربا سین کو اسی حالت مین چھوڑ کر اپنے کمرے مین جانا چاہتے ہین - بڑے ہال کو جو موجودہ زمانے کی اعلےٰ آرائشون کا مخزن ہو رہا ہے طے کرتے ہوئے ایک جان لیوا منظر پیش نظر ہوتا ہے - آہ! دنیا مین ایسا جلوہ دیکھ کر انسان کو پھر کچھ نہ دیکھنا چاہیے ہماری طرح ہمارا قاتل بھی گھنٹی کی آواز سُن کر ڈائننگ روم کو جا رہا ہے غارتگر جمال پر آنکھ پڑتے ہی ہم نے تو کلیجے پر ہاتھ رکھ لیا لیکن بیقرار دل چپکے چپکے کہنے لگا - آتش سے

خدا اسے دے تو سودا دے تری زلف پریشان کا ۔۔۔ جو آنکھیں دے تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا

اللہ اللہ عالم فریب حسن روز افزون ترقی کے مدارج طے کر رہا ہے - قد اور اُسکی رعنائی ہماری حسرت کے دریا کی طرح باڑھ پر ہے آج لمبے خمدار گیسو متعدد چوٹیون مین بڑے احتیاط سے گوندھے گئے ہین لیکن پھر بھی یہ ظالم ہمارے آرائش پسند ناز نین کے بس کے نہین ہین کبھی گورے گالون پر لہراتے ہین اور کبھی اُبھرے ہوئے سینے پر بڑے پیار سے بل کھاتے ہین - زلفون کے سیاہ خوبصورت اور شاندار سلسلے پر نگاہ ڈالنے والی کی آنکھون مین زمانہ کیون نہ تاریک ہو -

آتش سے

کم نہین کالی گھٹا سے یار کی زلف سیاہ
دیکھ لے طاؤس کا فر کو تو چلانے لگے

روشن پیشانی چاند کے بیداغ ٹکڑے سے چمک اور صفائی مین کہین زیادہ ہے نہین نہین ہماری رائے غلطی پر ہے چاند کو ہمارے چاند کی پیشانی سے کوئی نسبت نہین ہے بلکہ اُس کے تلوے چاند سے کہین زیادہ صاف ہین ہائے اتنا کون کہے - داغ سے

یاد دکھا دو مجھے تم پاؤن کا ناخن اپنا ۔۔۔ یا یہ کہدو مرے ناخن سے ہلال اچھا ہے

قاتل بڑی آنکھین شوخی اور شباب کی مستی سے بھری ہین ہماری پر شوق نگاہ ان لبریز ساغرون پر قربان ہوئی جاتی ہے اور بے پیے شراب کا سرور ہمارے دل کو مست کیے ہے - جگر سے

عالم نظر مین ہے کسی مست شباب کا
رہتا ہے بے پیے مجھے نشہ شراب کا

گورے بیداغ اور نور شباب سے منور عارض باغ حُسن مین جوہی کے پھول ہین دنیا بھر مین ایسا کوئی دل نہین جو بلبل کی طرح اُن کی محبت مین ہر وقت فریاد نہ کرتا ہو - گلاب کے پھول کو اپنے ہلکے نفیس اور نازک رنگ پر بڑا ناز ہے کاش ہمارے رنگین ادا حسین کے خوشرنگ رخسارون سے کسی دن سامنا ہو جائے اور ہم چپکے سے کان مین اتنا کہدین -

گل عنادل کو مبارک ہین گلزار وچمن
ہے وہی رنگ جو ہے تیرے رخسار و نین
جگر سے

پتلے نازک اور سُرخی مائل ہونٹ اس دلربا تبسم سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہین جیسے بے قرار دل پر بجلی گرانے کا پورا اختیار حاصل ہے - خدا کے واسطے اے برق تبسم جلد چمک کر ہمارا کام تمام کر دے تاکہ ہمین اتنا کہنے کا موقع ملے - داغ سے

مسکرائے مرے لاشے پہ وہ منہ پھیر کے داغ
حشر تک یاد رہے گا یہ تبسم مجھ کو

او مسکرا کر ہماری طرف سے منہ پھیر لینے والے کیا واقعی ہماری جان لینے کی دل مین ٹھان لی - کیا اس جانستان ادا پر ہم قربان ہو جائین -

آہ! او بے مروت خود تیری ترچھی قاتل نگاہین اس بات کی گواہی دے رہی ہین - آتش سے

آنکھ تو نے جس سے پھیری دم فنا اُس کا ہوا
مردے کے آثار زندے مین نظر آنے لگے

صرف دو منٹ کی جلوہ آرائی کے بعد ہی ہمارا دل افروز چاند برج خلوت مین چھپ جاتا ہے اور ہم چودھوین رات کے چاند کیطرف دیکھ دیکھ کر کمال حسرت و ناکامی کے عالم مین اپنے کمرے کی دیوارون سے سر ٹکراتے ہین اور کہتے ہین - ے

چاند سے منھ کو ترے یاد کیا کرتے ہین
شب مہتاب مین فریاد کیا کرتے ہین

آہ! اے قاتل حسین اپنے مشتاق شہادت کو قتل کرنے آنا اور پھر یون منھ پھیر کر چلے جانا انصاف کے خلاف ہے - ے

رفتن بزیر تیغ و نہ مردن گناہ من
بردن بزیر تیغ و نکشتن گناہ کیست

راقم جگر - مالک جگر کمپنی لکھنؤ -

ایک چھوٹے ذرّے کی سرگذشت

مین اپنے تنگ وتاریک کلبۂ احزان مین بیٹھا ہوا تھا - دماغ شکستہ چھپر کے ٹوٹے پٹارے مین بند تھا - اور خیال فضاے عالم کے ناپیداکار میدان مین اُڑتا پھرتا تھا خیال کے راہوار پر سوار ہوکے مین نے گشت شروع کی تو کُرات فلکی کے پاس جا پہونچا - اور دیکھنے لگا کہ کتنے کتنے بڑے اور کیسے کیسے عظیم الشان کُرے کس سُرعت اور سُبک روی کے ساتھ چکر لگاتے پھرتے ہین - اور کسطرح اپنی دھن مین لگے ہوئے ہین کہ ایک پل کے لیے بھی قرار نہین لیتے - پھر اُن کُرات کی کثرت اور اُن کے ہجوم واژدحام پر نظر پڑی - اور دل حیرت زدہ گھبرا کے بول اُٹھا کہ "میدان تخلیق انھین لاکھون کروڑون کرون سے بھرا ہوا ہے جن مین سے ہر ایک بجاے خود ایک عالم ہے - اور ہم ان سب کی کُنہ حقیقت اِن کے حالات واطوار - اور اِن کے اغراض تخلیق سے کس قدر ناواقف ہین"

اپنا عجز اور اپنی بے حقیقتی یاد آتا تھی کہ خیال سب طرف سے پھر پھرا کے اور کروڑون پدمون میل کی مسافت طے کر کے پھر اپنے اُسی کلبۂ احزان مین واپس آیا اور اپنی حقیقت دریافت کرنے مین مشغول ہوا - مگر طلسم قدرت کے محافظ فرشتون نے روکا اور ڈانٹ کے کہا "بس - آگے قدم نہ بڑھانا - سب سے بڑا طلسم خود تیرا نفس ہے - جسے تو ہرگز نہین سمجھ سکتا" سیّاح خیال اِس قدرتی ڈانٹ پر سہما -

اور ٹھٹھک کے کھڑا ہو گیا - گھبرا کے بھاگنا چاہتا تھا کہ چھت مین ایک ننھا سا سوراخ نظر پڑا جس مین سے شعاع آفتاب نے اندر آ کے زمین پہ دھوپ کی ایک نورانی چتی بنا دی تھی - اُس چتی سے چھت کے سوراخ تک نور کی ایک روشن سلاخ دکھائی دی جس مین لاکھون ننھے ننھے ذرے اُسی طرح اُڑتے اور ایک دوسرے سے ٹکراتے پھرتے تھے جس طرح فضائے عالم کے زبردست اور عظیم الشان کُرے اڑا کرتے ہین اور سب سے زیادہ لطف کی بات یہ تھی کہ جب ہم بھی دھوپ مین آ گئے تو یہ ذرات نظر سے غائب ہو گئے - جیسے کہ دن کو اجرام فلکی ہمارے سامنے سے غائب ہو جاتے ہین - اور جب ہم اُس کلبۂ احزان کی تیرگی مین جا بیٹھے تو وہ پھر چمک اُٹھے جیسے کہ رات کو تارے جگمگا اُٹھتے ہین "

ذرات کی اِس نیرنگی اور اُن کی چمک دمک نے دیر تک محو حیرت رکھا - پھر دل نے کہا "کیا عجب کہ ذرات ارضی کے اِس عالم اصغر سے کرات سماوی کے عالم اکبر کا کچھ انکشاف ہو سکے" اور فلسفیانہ غور و خوض کے لیے سر جھکانے کو تھا کہ ناگہان اُنھین ناچتے اور چمکتے ہوئے ذرّون مین سے ایک نے آواز دی "تو اور ہماری حقیقت پا سکے! انسان کی عقل ناقص اور یہ دعوی! یہ بے دست و پائی اور اُس کے ساتھ یہ مجنونانہ حوصلہ! جا اپنا کام کر! اور قدرت نے جس کام مین لگا دیا ہے اُسی مین لگا رہ! تو اِس لیے نہین پیدا ہوا ہے کہ ہمارے حرکات و سکنات کا تماشا دیکھے - یا ہماری حقیقت معلوم کرے - اِس بازی گاہ قدرت کا تماشا دیکھنے والا کوئی اور ہی ہے - ہم اور تو سب ایکٹر ہین - اور اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہے ہین"

مین نے اُسے گویا پا کے التجا کی کہ "اپنا کچھ حال تو بیان کر" برافروختہ ہو کے بولا - "اپنا فرض منصبی ادا کرنے والون کو داستان گوئی کی فرصت نہین - یہ بے فکری و غفلت انسان ہی کو مبارک رہے - عالم تخلیق کے ہر ہر ذرّے سے سبق لے کہ منشاء قدرت اور اغراض تخلیق پورے کرنے مین کس خموشی کے ساتھ مصروف ہے - جسے دیکھے گا اِس حالت مین پائے گا کہ خاموش ہے اور اپنا کام کر رہا ہے - مگر سب کے خلاف ایک تو ہے کہ اپنے کام سے غافل ہے اور فضول بک بک کر رہا ہے"

مین نے پوچھا "اچھا یہی بتا کہ تو کہان جا رہا ہے؟ اور کیون جاتا ہے؟"

اِس کا اُس نے لاپروائی سے یہ جواب دیا کہ یہ یہان کام کی دُھن مین کبھی اِدھر توجہ ہی نہین کی کہ ہمین کیا کرنا ہے۔ اور کیا کر رہے ہین؟ کدھر جانا ہے اور کہان جا کے دم لین گے۔ جس کام مین اُس خلّاق مطلق نے لگا دیا ہے لگے ہوئے ہین۔ جہان لے جائے گا جائین گے۔ اور جہان پہونچائے گا پہونچ جائین گے۔ ہم تو اپنے مالک کے بے عُذر و بے زبان خدمتگار ہین۔ تیری طرح ہمین چین نہین۔ اور کیون اور کس واسطے نہین آتی"۔

تب مین نے لاجواب ہو کے عاجزی سے کہا "اچھا اپنی آئندہ حالت اور اپنے اغراض و ارادے نہین بتاتا تو خدا کے لیے کچھ گذشتہ سرگزشت ہی بتا"۔

متنک مزاجی سے بولا "یہ بھی کسے یاد ہے؟ کبھی فرصت سے بیٹھنے کا موقع ہی نہین ملا کہ اپنی زندگی کے اگلے کارنامون پر غور کرتا۔ نہ یہان کوئی وقت ہے نہ کوئی تاریخ۔ لیکن خیر تو خدا کا واسطہ دلاتا ہے تو جو کچھ یاد آتا ہے بتائے دیتا ہون"۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنی سرگزشت سنانا شروع کی۔ اور بولا:—

"سُن۔ جب صفحۂ دنیا حیوانی زندگی سے خالی تھا۔ اور صرف عالم عناصر کے باہمی تصرفات نظر آتے تھے اُن دنون آج ہی کل کی طرح مین ایک ذرّۂ خاک کی وضع سے ہوا مین اُڑتا۔ اور عرصۂ ہستی کی سیر کرتا پھرتا تھا۔ قدرت نے آخر ایک پہاڑ پر پہونچایا۔ جہان مین چند روز مین ایک بڑی بھاری چٹان کے جسم حجری مین شامل ہو گیا۔ اُس پر کارکنان قدرت نے ایک درخت اُگایا جس کی قوت نامیہ نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ اور اب مین ایک جسم نباتی کا جز تھا۔ لیکن تغیرات نے کسی ایک حالت پر ٹھہرنے نہ دیا۔ کبھی جنگل مین آگ لگتی۔ اور مین زبانۂ آتش بن کے چمکتا۔ کبھی سیلاب آتا اور مین پانی کی موجون کے ساتھ بہتا۔ کبھی باد سموم چلتی اور مین ریگ روان کے ساتھ دوڑتا پھرتا"۔

"اب حیوانی زندگی کی تخلیق ہوئی۔ مین نے نئی مہیب صورتین دیکھین اور بھڑک بھڑک کے ہوا مین اُڑا۔ مگر صنّاع قدرت نے پکڑ کے خلقت کے اِس نئے کارخانے مین مجھے بھی لگا دیا۔ چنانچہ میرا گزر حیوانی اجسام مین ہوا۔ اب مین وحوش کی وحشت ناک صورتون مین نمایان ہو کے لڑتا تھا۔ کبھی مارتا تھا۔

اور کبھی مارا جاتا تھا - کبھی شیر ببر بن کے مویشیون پر جھپٹتا تھا - اور کبھی مویشی بن کے اپنے زبردست حریف سے بھاگتا تھا - کبھی اژدہا بن کے زمین پر رینگتا تھا - اور کبھی طائر بن کے ہوا مین اُڑتا تھا - بازی گاہ قدرت کا یہ دوسرا کھیل ختم نہین ہوا تھا کہ خدا نے انسان کی بنیاد ڈالی - اِس دلچسپ قصّہ مین سے صرف اِسقدر مجھے یاد ہے کہ پہلے پہل جب فرشتے عزازیل کو لے کے آسمان کی طرف اڑے ہین تو اُن کے اُڑنے کی ہوا سے ایک درخت کی ٹھنیان ہل گئی تھین اور اُنھین ٹہنیون مین سے ایک کی پھننگی مین ان دنون مین تھا - پھر اس کے بعد جب حضرت آدم جنّت سے پھینکے گئے اور زمین پر آکے گرے ہین تو اُن کے گرنے سے جو خاک اُڑی تھی اُس کے ذرات مین بھی یہ خاکسار موجود تھا - کئی بار مین اُس آگ مین چنگاری بن کے چمکا جس پر جناب حوّا نے روٹیان پکائی تھین - اور کئی مرتبہ اُن گیہوؤن مین شریک تھا جن کے آٹے سے روٹیان پکتین -

یون مختلف وضعون مین رہنے کے بعد مین اُس خون مین شریک تھا جو قابیل کی گنہگاری کے وقت ہابیل کے جسم سے بہ کے زمین پر گرا - کیا کہون کہ مین نے کیا کیا رنگ دیکھے ہین - جب آدمی گھونسون اور تھپڑون سے لڑتے تھے تو مین اکثر اُن کی مٹھیون مین ہوتا - جب وہ ایک دوسرے کی طرف ڈھیلون اور پتھرون کو پھینک پھینک کے لڑتے تو مین کبھی کبھی اُن کے پھینکے ہوئے ڈھیلون مین ہوتا - جب وہ ڈنڈون اور موگریون سے مجادلہ کرتے تو مین کئی بار اُن کی موگریون مین شامل تھا - اور بعد ازان جب اُنھون نے لوہے کے آلات و اسلحہ سے کام لینا شروع کیا تو مین کبھی کسان کے ہل مین تھا - اور کبھی سپاہی کے تبر مین - کبھی کسی نیزے کا پھل تھا - اور کبھی کسی تیر کا پیکان -

حضرت ادریس نے جس سوئی سے پہلے پہل سیا اُس کی نوک مین ہی تھا - حضرت نوح نے جس لکڑی سے کشتی بنائی اُس کا ایک جزو مین بھی تھا - اب باد تند کا ایک جھونکا مجھے اُڑا کے سرزمین فارس مین لے آیا - جہان مین جام جمشید کی مٹی مین گوندھا گیا - اور وہ جام بنا جس سے جمشید کا نام روشن ہے - فریدون کا زمانہ آیا تو مین اُس کے علم اقبال کا ایک پھریرا بنا - اور چند روز بعد خاک مین ملگیا -

پھر کیکاؤس کے اُس کھٹولے میں تھا جس پر بیٹھ کے قوی بال عقابون کی مدد سے وہ آسمان کی طرح اُڑا تھا -

اب پھر ہوا اور پانی کی مدد سے مین نے اقصائے عالم کی سیر کی - بابل مین پہونچ کے بعل کی مورت مین شامل ہوا - اور اُس قہار گلشن نار کی کیفیت دیکھا کرتا تھا جس مین کبھی ہزار ہا اسیران ستم پابزنجیر چڑھائے اور جلا کے خاک کیے جاتے تھے - اور کبھی کوئی پری رخسار دوشیزہ دیوتا کے نذرانہ کے لیے لاکے جلائی اور اُسکی پیاری صورت خاک مین ملائی جاتی تھی -

اب بادِ تکوین مجھے یہان سے بھی اُڑا لے گئی - اور فنیقیون کے ایک تاجرانہ قافلہ کا گرد کارواں بن کے مین مصر پہونچا - یہان کبھی فراعنہ کے نازنینان حرم کا زیور تھا - اور کبھی امراے مصر کی چھاگلون مین شراب ارغوانی - کبھی فرعون کے سر کا تاج تھا - اور کبھی اُسکی ڈاڑھی مین گندھا ہوا موتی - کبھی وہ مقدس پوجاری تھا جو دیوتاؤن کے ساتھ بلّی اور مگرمچھ کی پرستش کرایا کرتے تھے - اور کبھی وہ مقدس و محترم بلّی تھا جسکی وہان کے سب سے بڑے بتخانے مین پرستش کیجاتی تھی - اور آخر مین اُس چھوٹی کشتی کا جُز تھا جس مین بٹھا کے حضرت موسی بہائے گئے تھے -

چند روز بعد بنی اسرائیل کے قافلہ کے ساتھ مین ارض کنعان مین پہونچا تابوت سکینہ مین شامل رہ کے خدا پرستی کی شان دیکھی - اور حضرت سلیمان کے مقدس ہاتھون سے بیت المقدس کی برگزیدہ عمارت مین لگا دیا گیا - یہان چند روز قرار و سکون اختیار کر کے آرام سے بیٹھا - اور بنی اسرائیل کے تغیرات کا تماشا دیکھنے مین مصروف ہوگیا - اُن کا عروج دیکھا - اُن کی ترقیان دیکھین - اُن کی خوبیان دیکھین - اور اُن کی ضلالتین دیکھین - وہ نازک گھڑیان دیکھین جب بابل اور اسیریا والون کے ٹیڑی دل اس ارض مقدس کے پامال کرنے کو آتے تھے - اور واپس جاتے تھے - اور آخر وہ قیامت کی گھڑی بھی دیکھی جب بخت نصر کے ہاتھون سے بیت المقدس پامال کیا گیا - بنی اسرائیل اسیر ہو کے بابل کی طرف چلے - اور مین نے بھی گرد کارواں مین شامل ہو کے اُن کے ساتھ ساتھ مشرق کی راہ لی -

یہان سے کچھ دنون کے لیے اُڑتا ہوا ایران مین چلا گیا - جہان زردشت

کے آئین وقوانین دیکھے۔ لکڑی بن کے آتش کدون مین گیا۔ اور اجسام انسانی مین نشو ونما پاکے دخموں کی سیر کی۔ پھر خاص سائرس کے اسلحہ کا ایک جُزبن کے بابل مین واپس آیا۔ اور بعل کے مندر کے ساتھ سارے شہر اور مذہب صابئی کو پامال کر ڈالا۔ مین یہین تھا کہ بنی اسرائیل آزاد کیے گئے۔ اور انھین واپسی وطن کی اجازت ملی۔ ایک اسرائیلی کے جسم مین قیام کر کے مین نے بھی مغرب کی راہ لی۔ اور چند روز کی صحرانوردی کے بعد بیت المقدس کے منہدم کھنڈرون پر کھڑا ہو کے رویا۔ اور اُس کے از سرِ نو تعمیر کرنے مین مشغول ہوا۔

یروشلیم کے ہیکل ربّانی کا گُل شدہ چراغ پھر روشن کر کے مین خاک مین ملگیا۔ اور عربی تاجرون کے ایک قافلہ کے ساتھ یونان پہونچا۔ وہان یونانیون کے اجسام مین رہ رہ کے اُنکی بہادریان دیکھین۔ اور اُن لوگون کی عقل آرائیان دیکھین کبھی وینس (زہرہ) کی دلربا مورت بن کے بت پرستی کی شان دیکھی۔ کبھی کسی دوشیزہ کے جسم مین نفوذ کر کے پشین گوئیان کین۔ اور یونانیون کے بڑے بڑے عقدے حل کیے۔ کبھی فلسفی بن کے رموز حکمت بتائے۔ کبھی طبیب بن کے مسیحائی کا جلوہ دکھایا۔ کبھی سپاہی بن کے داد شجاعت دی۔ اور کبھی کسی مظلوم کی صورت مین نمایان ہو کے ایمفی تھیٹر مین داخل ہوا۔ اور درندون کے دانتون اور پنجون سے نوچا پھاڑا گیا۔

ہوتے ہوتے سکندر اعظم کا ایک سپاہی تھا۔ اور اُس کے جھنڈے کے نیچے لڑتا ہوا ایران کی طرف چلا۔ مگر راستہ ہی مین نذر اجل ہو کے خاک مین مل گیا۔ تقدیر نے یون یاری نہ کی تو اُس کے لشکر کی گرد بنا ہوا ایران پہونچا۔ یہان کے عظیم الشان انقلابات دیکھے۔ بہادرون کے پاؤن اور گھوڑون کی ٹاپون سے جو گرد اُڑ کے آسمان کی طرف جاتی اُس مین مین بھی ہوتا۔ مگر اقبال سکندری کا تماشا دیکھنے کے شوق مین رات کو پھر اُس کے پاس آجاتا۔ آخر دارا کے زخمی جسم پر جو خاک پڑی ہے اُس کے ذرّات مین مین بھی تھا۔ اور اُس کے بعد تو شاید کے جبین نازپر جو افشان چُنی گئی ہے اُس مین بھی مین موجود تھا جب دارالسلطنت عجم مین سکندر کے حکم سے آگ لگائی گئی ہے اُسوقت کی عام مصیبتون اور تباہیون

کو مین شعلون اور دُھوئین کے ساتھ اُڑ اُڑ کے دیکھتا تھا - اور افسوس کرتا تھا - پھر سکندر کے ساتھ مین نے ہندوستان کی راہ لی - افغانیون کی مزاحمتین دیکھین - راجہ پورس کی لڑائی اور پھر اُس کی اطاعت دیکھی - اُن یونانی عمارتون کو دیکھا جو یہان اُس نے تعمیر کین - اور پانی کی لہرون کے ساتھ بہتا ہوا اُسکے لشکر کے ہمراہ جنوب کی طرف چلا - ملتان کا معرکۂ کارزار دیکھا جس مین سکندر زخمی اور نیمجان ہوگیا تھا جس وقت وہ زمین پر گرا ہے مین اگرچہ ایک ذرۂ خاک تھا مگر جوش محبت سے ایسا بیتاب ہوا کہ اُس کی پیشانی پر گر کے اُس کا منھ چوم لیا - پھر اُس کے ساتھ بابل مین واپس آیا - اُس کی لاش کے ہمراہ مغرب کی راہ لی - اور اُسی کے ساتھ خاک مین دبا دیا گیا -

خیال تھا کہ اب شاید ہمیشہ کے لیے سکون حاصل ہو جائے - اور اسی حالت مین خاموش بیٹھا رہونگا - مگر نظام قدرت نے قرار نہ لینے دیا - چند روز بعد پھر برآمد ہوا - اور قیصر روم کی تلوار مین ایک آبدار ذرۂ جوہر بن کے چمکا - اور رومیون کے ساتھ ساتھ مختلف شکلون اور جسمون مین نمایان ہو ہو کے مین نے دُور دُور کی سیر کی - بحیرۂ روم کے گرد چکر لگایا - اور انگلستان مین پہونچا - جہان قسطنطین کی مان ہلنا کی زلف گرہگیر کے خم مین چھپا ہوا گالیا (فرانس) مین آکے اُس کے شوہر سے ہم آغوش ہوا - پھر قسطنطین اعظم کی پہلی صلیب کا ایک جوہر بن کے نمودار ہوا - اور رومیون کے ستائے ہوئے پریشان حال مسیحیون کو اپنی طرف کھینچ کے روم پر حملہ آور ہوا - رومتہ الکبری کو فتح کر کے قسطنطنیہ مین آیا - اور سینٹ صوفیہ کی عمارت تعمیر کرانے کے بعد ہلنا کے ہمراہ پھر ارض مقدس مین وارد ہوا - یہان بڑے بڑے گرجے اور کنیسے تعمیر ہوتے دیکھے - یہود کی پامالی کے ساتھ ارض مقدس کی دوسری تباہی کا ہولناک منظر دیکھا - جب کہ بت پرست قیصر روم نے یہود کے تمام گذشتہ تبرکات کو ایک دم بھر مین جلا کے خاک کر دیا تھا -

چند روز بعد دیکھا تو مسیحیت رومی تاج و تخت کی وارث تھی - یہود ہر جگہ ستائے جاتے تھے - اور بھاگ بھاگ کے جان بچاتے تھے - اُنھین کے ایک بھاگنے والے گروہ کی گرد کاروان مین شامل ہوکے مین نے ارض عرب کی راہ لی - اور مدینۂ یثرب مین پہونچ کے قرار لیا - اب یہان مین ایک معزز یثربی

شخص کے جسم مین تھا کہ پیغمبر عرب علیہ السّلام مکہ سے ہجرت کرکے وہان آ ئے۔ اور مین اُن کے عقیدت کیشون مین شامل ہوگیا۔ یہان مین ایک محترم انصاری کی نورانی پیشانی پر سجدہ کا نشان بن کے چمکا۔ اور چند ہی روز بعد عربون کے اقبال کے ساتھ ساتھ ممالک ارض کی سیر کرنے لگا۔ کبھی عباسیون کی دستار مین تھا۔ اور کبھی سلجوقیون کے علم مین۔

آخر بابر کی فوج کے ایک سردار کی تلوار مین جگہ پا کے ہندوستان آیا۔ جہان کبھی امیرون کا خلعت بن کے نمایان ہوا۔ اور کبھی فقیرون کا کشکول۔ کبھی سپاہی کی تلوار تھا۔ اور کبھی کسی شیخ طریقت کا ظفر تکیہ۔ غرض ایسے ایسے عظیم الشان معاملات کو دیکھ کے۔ اور ایسی ایسی معرکہ آرائیون کی سیر کرکے دنیادی جھگڑون سے آزاد ہوا۔ اب پھر وہی پہلا ذرۂ خاک ہون۔ اور تیرے اس کلبۂ احزان کی فضا مین گشت لگا رہا ہون۔

یہ واقعات سُن کے مین نے کہا "اے مقدس و محترم ذرۂ خاک۔ تُو تو عجب مبارک چیز نکلا۔ میری نظر مین تو تجھے اِن عظیم الشان کُرات فلکی سے بھی زیادہ وقعت و عظمت حاصل ہے۔ اب تجھے اپنے پاس رکھون۔ اور تیری قدر کرون۔

بولا "تم مجھے میری سیر سے نہین روک سکتے۔ اور نہ مجھے اسکی فرصت ہے۔ اِتنے دلچسپ تماشے دیکھے ہین اور خدا جانے ابھی کیا کیا دیکھون گا۔ یہ نہ سمجھ کہ مین خود اپنے شوق اور اپنی مرضی سے کہین جاتا یا کچھ کرتا ہون۔ میری باگ اُس خلّاق عالم کے ہاتھ مین ہے۔ جدھر جدھر لے جاتا ہے جاتا ہون۔ جہان بٹھا دیتا ہے بیٹھ جاتا ہون۔ اور جس کام مین لگا دیتا ہے لگ جاتا ہون۔"

مین "تیری پاک نفسی مین شک نہین۔ لیکن اب ذرا ٹھہر۔ ہندوستان تیری پوری قدر نہین کرسکتا۔ مگر مین تجھے انگلستان کے برٹش میوزیم مین بھجوا دون گا۔ جہان تو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔ اگلی دنیا تجھے دیوتا یا دیوی بنا کے پوجتی۔ اب تو ان دلون کی طرح پوجا تو نہ جائے گا۔ مگر مین وعدہ کرتا ہون کہ دیوتاؤن سے بھی زیادہ تیری عزت کی جائے گی۔ لوگ تجھے سب چیزون سے زیادہ

عزت وادب کی نگاہ سے دیکھنے لگے - اور شاید پھر کبھی مجھے اُس عالیشان عمارت سے قدم باہر نکالنے کی زحمت نہ دی جائے گی "

یہ سنتے ہی بگڑ کے بولا " اِس چندروزہ عروج دنیوی پر مغرور نہ ہو - کس کی رہی؟ اور کس کی رہجائے گی؟ مین کاہل نہین - اور نہ مجھے فرعون اور کلیوپٹیرا کی لاشون کے درمیان مین لیٹ کے سونے کا شوق ہے - مین ٹھہرنے یا قرار لینے کے لیے نہین پیدا ہوا ہون - جب تک اجرام فلکی اپنے اپنے حیّز کے گرد چکر لگاتے رہین گے اُس وقت تک فضائے ہستی میری جولانگاہ رہے گی - بس جا اب اپنا کام کر - کیون تضیع اوقات کر رہا ہے؟ اور مجھے بھی جانے دے "

یہ سنتے ہی مین نے ہاتھ بڑھا کے ارادہ کیا کہ اُسے پکڑ لون - مگر ہاتھ کی حرکت سے جو ہوا پیدا ہوئی اُس کے لیے کافی تھی - اُڑا - اور دھوپ کی نورانی سلاخ سے علٰحدہ ہو کے نظر سے غائب ہو گیا -

---

۷ زہرہ

کیا کہین کہ سائنس کی موجودہ ترقیون سے اور ہماری واقفیت کے غیر معمولی درجہ تک بڑھ جانے کے باعث ہمارے کیسے کیسے مزے کرکرے ہو گئے ہین دُور کی چیزون مین ہمین جو مزہ پہلے ملتا تھا اب نہین ملتا - یہی سبب ہے کہ کسی پیاری صورت کو دُور سے دیکھنے - فاصلہ ہی پر سے گھُور گھُور کے رہ جانے - اور فراق ہی مین زندگی کاٹ دینے مین جو مزہ ہے پاس جانے مین نہین - اُونچے پہاڑ - آبادیون کے دُور کے منظر - اُسی دم تک خوشنما اور رسیلے معلوم ہوتے ہین جب تک ہم اُن کے قریب نہین پہونچتے - قریب جاتے ہی خوبیون کے غلاف مین سے نکل نکل کے وحشتناک نشیب و فراز - اور بدنما چٹانین اور جنگل نظر کے سامنے ہو جاتے ہین - اور سارا شوق خاک مین مل جاتا ہے - اِن قدرتی مناظر کو جانے دیجیے - خورشید تمثال نازآفرین جن کے ایک تیر نظر سے ہم مرتے اور ایک ٹھوکر سے جی اُٹھتے ہین اُن کی مہوشی اور زہرہ جبینی بھی اُسی وقت تک ہے جب تک دور ہین - اور صرف

اپنے غرفہ سے رُخ زیبا کی جھلک دکھا کے ہمین لُبھا لیا کرتے ہین - ہماری آرزون اور ہوسون کے مطابق اگر قسمت مساعدت کرے - اور پاس جا کے بیٹھنے اور اُن کے رُخ زیبا کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع مل جائے تو پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کے یہی کہنا پڑتا ہے کہ بے عیب خدا ہی کی ذات ہے" کیونکہ پاس سے دیکھتے ہی نمایان طور پر نظر آ جاتا ہے کہ حُسن کے آنچل کے نیچے بہت سے عیوب ہین پھول کے ساتھ کانٹے ہین - نرگس چشم بیمار ہے - چاند کی سی جبین ناز مین کلف ہے - اور آتشین رُخ کی آب و تاب مین خال کا دھوان ہے - غرض تھوڑی ہی دیر مین نظر آ جاتا ہے کہ محاسن کے ساتھ صدہا معائب ہین - اِسی بنیاد پر سچے قدردانان حُسن نے ہجر و فراق مین جان دے دینا گوارا کیا - اور دولت وصل ملی بھی تو نہ قبول کی - اور اِسی سبب سے حقیقت شناس رمزدانان قدرت یعنی اہل دل صوفیہ نے بتا دیا کہ وصال کے ساتھ ہی عشق کا خاتمہ ہو جاتا ہے

یہی کیفیت اِن روشن اور جگمگاتے اجرام فلکی کی ہے - دور سے ہمین کیسے بھلے معلوم ہوتے ہین؟ بچپن مین ہم انھین کیسے خوش ہو ہو کے دیکھا کرتے تھے ہمارا بچپن بھی جانے دیجیے - دنیا نے اپنے زمانۂ طفولیت مین اِن سے کیسے کیسے لطف اُٹھائے ہین - اور اِن کو دیکھ دیکھ کے کیا کیا خیال آفرینیان کی ہین - انھین کی نورانی محفل کو سرورشستان اور اپنی آرزوؤن اور تمناؤن کا مرکز و مرجع قرار دیا - کبھی کبھی اِن کو دیویون اور دیوتاؤن کا نشیمن و مسکن اور کبھی خود دیوی دیوتا قرار دے دیا - اِن کی پیاری اور دلفریب تصویرین مصور خیال نے کھینچ کے دکھائین اور ایسی تصویرین دکھائین کہ مہوشان ارض کو بھول کے انھین کے دلدادہ ہو گئے - وہ کیا اچھا اور کیسا مزے کا زمانہ تھا؟ اور ہم آسمان کی طرف کبھی نظر اُٹھا دیتے تو کیسا لطف آ جاتا تھا؟ یا ایک آج کا زمانہ ہے کہ سائنس کی ترقیون اور دوربینون کی ایجاد نے عالم کا نقشہ ہی اور کر دیا - اور مہ جبینان فلک کا سارا حُسن و جمال خاک مین مِل کے رہ گیا -

اِسی زہرہ (ستارے) کو لیجیے - اِس کی جو دلربا تصویر ہمارے مصور خیال نے اپنی چابکدستی سے کھینچی تھی ایسی نہ تھی کہ ہم اُسکی طرف دیکھین اور دیکھ ٹھکین - یہی ایک ایسی نازنین صورت تھی جس پر ہمین ناز تھا کہ اُس نے عالم علوی والون

کا زہد و تقویٰ بھی خاک مین ملا دیا۔ اور فرشتہ بھی اپنی معصومیت سے دست بردار ہوکے اُسکی زلف گرہگیر مین اسیر ہوگئے۔ اِس قصّہ کو ہم کس فخر و تمکنت اور کیسے غرور ناز کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے کہ ہاروت و ماروت نام فرشتہ خدا کے پاس سے دنیا کے انتظام کا بیڑا اُٹھا کے آئے۔ یہان آتے ہی پری وش زُہرہ مشتری کی صورت دیکھی تو بہزار جان سے عاشق ہوگئے۔ اور جوش عشق مین اپنے تقدس اور اپنی ذمہ داریون کو بھول کے دین و دنیا سے ایسے غافل ہوئے کہ سوا شاہد پرستی کے کسی بات سے سروکار نہ رہا۔ آخر نشۂ عشق سے بیخود ہوکے اُن دونون مہ جبینون کو آسمان پہ لے گئے۔ جہان پہونچتے ہی ہاروت و ماروت پر تو عتاب ہوا۔ اور اپنے گناہون کی سزا بھگتنے کے لیے بابل کے مشہور مگر بے نشان کنوئین مین لٹکا دیے گئے۔ مگر وہ دونون سراپا ناز اور ملائک فریب خورشیدین بزم انجم والون کو ایسی بھلی معلوم ہوئین کہ وہین روک کے آفتاب و ماہتاب کے پہلو مین بٹھا دی گئین۔ جہان سے قیامت تک اپنے بناؤ سنگھار اور اپنے حُسن عالم سوز کے کرشمہ دکھا دکھا کے عالم بالا والون کو محظوظ کرتی اور دنیا کے دلدادہ حُسن پرستون کو لبھاتی رہین گی۔

یہ کس قدر مزہ دار اور دلچسپ قصّہ تھا۔ اور اُس کے بیان مین کیسے کیسے لطف تھے مگر افسوس کہ اُن سب مزون اور لطفون کو موجودہ سائنس نے خاک مین ملا دیا۔ ہم تو ان ہیئات والون کی باتون سے اب بھی انکار کیے جاتے۔ اور کہہ دیتے کہ اتنی دور کی باتین کوئی کیونکر جان سکتا ہے۔ تمھارے سب دعوے غلط اور بے بنیاد ہین۔ اور تم ہم سے زیادہ خیالی اوہام مین مبتلا ہو لیکن اِس کا کیا علاج کہ وہ دوربینون سے دکھا کے اپنے دعوون کا معائنہ بھی کرا دیتے ہین۔ اور ہم سے سوا اِس کے کہ لاجواب سے خاموش ہو رہین کچھ نہین بن پڑتا۔

اے پری وش اور مہ جبین زُہرہ۔ ہم تجھے کیا سمجھے ہوئے تھے اور تو کیا نکلی۔ ہم تو تجھے حجلۂ عروسی کا ایک شاہد زیبا خیال کرتے تھے۔ مگر غور سے دیکھا تو یہ ثابت ہوا کہ قدرت کے فٹ بال فیلڈ (فٹ بال کا میدان) ہین تو ایک عظیم الشان

گیند ہے جسے کارکنان قدرت لڑھکا لڑھکا کے اپنی مستعدی اور چستی و چالاکی بڑھاتے اور ہمین تماشا دکھاتے ہین -

اب ذرا یہ بھی سن لو کہ آج کل کا سائنس اور زبردست دوربینون کا تجربہ اس چلتے پھرتے تارے کی نسبت کیا کہتا ہے جتنی بڑی ہماری زمین ہے تقریباً اتنا ہی بڑا یہ ایک کرہ ہے - اتنا ہی ٹھوس اور ثقیل ہے جتنی کہ زمین ہے اُس کا اصلی جسم تاریک و بے نور ہے مگر آفتاب کے عکس مین چمکتا - اور سورج کی کرنون کا غازہ مل لینے سے اپنی کالی صورت کو ہمین گورا اور روشن رخ زیبا بنا کے دکھاتا ہے - اور چونکہ بمقابل اور سیّارون کے ہم سے قریب تر ہے اس لیے سب سے بڑا اور روشن نظر آتا ہے تاہم اس کے چہرے مین کلف اور سیاہ داغ ہین - مگر ابھی تک یہ پتہ نہین لگا کہ اُس مین سمندر اور پہاڑ ہین یا نہین - اور اُسکی کیا حالت ہے - آفتاب کے طلوع سے پہلے اور غروب کے بعد ہمین نظر آتا ہے - اور زیادہ رات گئے نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے - آفتاب کے گرد جو سیّارہ سب سے پہلے اور اُسکے قریب تر چکر لگا رہا ہے وہ عطارد ہے - اُس کے بعد ہی زہرہ ہے - اور اُس کے بعد زمین - لہذا زہرہ - ہمارے اور آفتاب کے درمیان مین حرکت کر رہا ہے - اُس کا دورہ ہماری زمین کے میدان گلگشت سے چھوٹا ہے - زمین ۲۴ - گھنٹہ مین گھوم جاتی ہے تو زہرہ ۲۳ - ہی گھنٹہ مین - اِس سے سمجھنا چاہیے کہ زہرہ کا دن رات ہم سے ایک گھنٹہ کم یعنی ۲۳ - گھنٹہ کا ہوتا ہے - زمین آفتاب کے گرد ۳۶۵ دن مین چکر لگا لیتی ہے تو زہرہ ۲۲۴ دن مین - لہذا سمجھنا چاہیے کہ اُس کا برس ہمارے حساب سے فقط ساڑھے سات مہینہ کا ہوتا ہے - زمین اپنی رفتار مین ایک طرف کو کسی قدر جھکی ہوئی چلتی ہے جس کی وجہ سے دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہین - اور موسمون کا تغیر و تبدل ہوتا ہے زہرہ اپنی چال مین زمین سے تقریباً دونا جھکا رہتا ہے - اِس لیے اُس کے دن زمین کی بہ نسبت بہت زیادہ چھوٹے بڑے ہوتے ہین - اور اُسی مناسبت سے موسمون کا انقلاب بھی بہت زیادہ سخت ہوتا ہے - سردی مین سردی بہت بڑھ جاتی ہے - اور گرمیون مین گرمی - اُس کے گرد ابر کا بھی ہجوم ہے -

دیگر سیاروں سے خلاف زُہرہ اور عطارد مین یہ خاص بات ہے کہ ماہتاب کی طرح بدر و ہلال بن کے نمایان ہوتے ہین اور اِس کی وجہ یہ کہ ہمارے اور آفتاب کے درمیان مین ہین - جب آفتاب کے بالکل اُسطرف ہوجاتے ہین اور ہمارے اُن کے درمیان مین آفتاب ہوتا ہے اُس وقت اُن کا پورا چہرہ چمکتا نظر آتا ہے - اور جب بالکل اِسطرف آجاتے ہین اور آفتاب کے اور ہمارے درمیان مین ہوتے ہین اُس وقت چونکہ اُن کا روشن رُخ ہماری نظر کے سامنے نہین ہوتا اِسلیے نظر سے غائب ہوجاتے ہین - پھر اُس کے بعد جو جو آگے بڑھتے جاتے ہین تھوڑا تھوڑا روشن حصّہ نمایان ہوتا جاتا ہے - اِسلیے پہلے باریک ہلال ہوتے ہین اُس کے بعد روز بروز بڑھتے رہتے ہین - پھر تکمیل کو پہونچ کے بدر بنتے ہین - اور اُسکے بعد گھٹنے لگتے ہین -

اِن کے عروج و زوال مین ایک خاص بات اور بھی ہے جو چاند کے عروج و زوال کے بالکل خلاف ہے - چاند چونکہ زمین کے گرد چکّر لگاتا ہے اُس لیے وہ ہر زمانے مین ہم سے قریب یکسان فاصلہ پر رہتا ہے - اِسی وجہ سے اُسکے ہلال کی قوس اُتنی ہی بڑی رہتی ہے جتنا کہ اُس کے بدر کا دَوْر ہوتا ہے - یعنی اُس کا ہلال اُس کے بدر کے دائرہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے - بہ خلاف اِس کے زُہرہ جب بدر ہوتا ہے بہت چھوٹا نظر آتا ہے - اور جب ہلال ہوتا ہے تو بہت بڑا یعنی اُس کے ہلال کی قوس اُس کے بدر کے چکّر سے چھ گونی بڑی معلوم ہوتی ہے - اِس کا سبب یہ ہے کہ مشتری جب ہلال ہوتا ہے اُس زمانے مین ہمارے اور آفتاب کے درمیان مین ہوتا ہے - اور زمین سے اُس کا فاصلہ تقریباً دو کرور پچاس لاکھ میل کی مسافت ہوتا ہے - لیکن جب آفتاب کے اُس طرف نکل کے وہ بدر کی صورت مین نمایان ہوتا ہے اُس وقت اُس کی مسافت ہمارے یہان سے تقریباً سولہ کرور میل ہوتی ہے - یعنی شش گونہ مسافت سے زیادہ فاصلہ ہوجاتا ہے - اور اِسی باعث بدر ہونے کے وقت وہ بہ نسبت ہلال ہونے کے چھ حصّہ چھوٹا دکھائی دینے لگتا ہے

جب وہ آفتاب کے اور ہمارے درمیان مین ہو کے گزرتا ہے تو اکثر تو اِدھر اُدھر سے بچ کے نکل جاتا ہے - مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چشمۂ آفتاب کے

عین محاذی ہو کے گزرتا ہے - جس سے سورج گہن ہوتا ہے - اور ایک دم کے لیے زہرہ سورج کے رُخ تابان کا خال بن جاتا ہے - ایسا سورج گہن جو زہرہ کے درمیان مین آجانے سے واقع ہو کم ہوا کرتا ہے - اِس قسم کا ایک گہن ۱۸۷۴ء مین ہوا تھا - اُس کے بعد ۱۸۸۲ء مین ہوا - اور اہل ہیئات اپنے حساب سے بتاتے ہین کہ اب اِس کے ایک سو ساڑہے پانچ برس بعد ہو گا - یعنی ۱۹۹۷ء مین چھ مہینہ گزر جانے کے بعد -

اِن بیانات کے سن لینے کے بعد وہ پرانی زُہرہ جو ہماری خیالی معشوقہ تھی جسے ہم بزم انجم کی ایک دلربا نازنین خیال کیا کرتے تھے - اور جسے اپنی خیالی سبھاؤن مین بُلا بُلا کے نچا لیا کرتے تھے کہان رہی - افسوس یونانیون کی وہ ناز آفرین دیوی جو حُسن وعشق کی دیوی تھی - اور جسکے دم سے عاشقی ومعشوقی کے عالم مین جان پڑ جاتی تھی غائب ہو گئی - اور اُس کے عوض ایک گول لُڑھکتا ہوا گیند نمودار ہوا جس مین اگر تھوڑی بہت آب وتاب ہے بھی تو کرائے کی اور دوسرون سے مانگی ہوئی -

شاہدان بازاری مین ایک کہاوت مشہور ہے کہ - رات کو شیطان اپنا ہاتھ پھیر کے اُن کے چہرون کو خوبصورت بنا دیا کرتا ہے - مگر دن کو اُن کے بگڑے بناؤ دیکھئے تو نفرت ہو جاتی ہے - یہی حال اے زُہرہ تیرا اور تمام اجرام فلکی کا نکلا - اِس موقع پر شیطان کا نام لینا تو ہم گستاخی اور بدتمیزی خیال کرتے ہین - مگر اِس مین شک نہین کہ بازی گر قدرت رات کے وقت تم سب آسمان والون کے چہرون کو اپنا ساحرانہ ہاتھ پھیر کے چمکا دیا کرتا ہے - اور دن کو کچھ ایسی بُری صورت ہو جاتی ہے اور ایسے بگڑے بناؤ ہوتے ہین کہ مارے شرم کے تم اپنا منھ ہی نہین دکھاتے -

تاہم اے زہرہ تو چاہے ہوا کے تخت پر اُڑنے والی پری ہو یا ایک کثیف جسم کا لُڑھکتا ہوا گولا - ہم سے حُسن پرستون کی نگاہ مین تو آج بھی ویسی ہی دلربا نازنین ہے جیسی کہ پہلے تھی علم ہیئات سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ تجھ مین شعرائے عرب کے مذاق کے مطابق کسی لچکتی ہوئی ٹہنی کی طرح اِدھر اُدھر جُھک جُھک کے چلنا - اہل فارس کے مذاق کی مست خرامی - اور ہماری خواہش کے موافق اٹھلا اٹھلا کے اور جُھوم جُھوم کے قدم

اُٹھاتا ہے - تجھ مین شوخ ادا ناز آفرینون کے یہ کرشمے ہین کہ کبھی پاس آکے اپنا ہلال ابرو چمکا دیا - اور کبھی دور کھڑے ہو کے ہنستا رُخ روشن دکھا دیا - کبھی دیکھتے ہی دیکھتے نگاہ سے غائب - اور کبھی آفتاب کے رُخسار دُرخشان کا تل نگاہ شوق ڈھونڈھتی پھرتی ہے اور تو اُسی شوخ ادا کی طرح اُس سے چھُپی چھپلیاں کھیل رہی ہے - کبھی یہان ہے اور کبھی وہان - ابھی یہان تھی ابھی وہان جا پہونچی - ابھی پورا چہرہ سامنے تھا - اور ابھی کچھ کھلا ہے اور کچھ گھونگھٹ مین - اور تھوڑی دیر کے بعد جو نظر اٹھا کے دیکھتے ہین تو غائب! اگلے جو کہتے تھے کہ تو اندر اور دوسرے دیوتاؤن کی محفل مین ناچتی ہے تو یہ غلط نہ تھا - تو آج بھی ناچ رہی ہے اور ساری دنیا والون کے سامنے - اور پھر ایسے ناز و انداز سے - یون اٹھلا اٹھلا کے - اور یون رُخ زیبا کو کبھی گھونگھٹ مین چھپا کے کبھی نیم وا کر کے - اور کبھی خوب نمایان کر کے کہ تیرا ناچ دیکھنے والون کو تمام حسینان جہان کے ناچ سے نفرت ہو جاتی ہے - اور ہر وقت تیری مستانہ چال ہی پر نظر جمائے رہتے ہین -

---

اگلی دلچسپیان

کچھ ایسی نہ تھین اگلی دلچسپیان — جنھین بھول جائے کوئی مہربان
بتاؤ تو اے اختران فلک — ان آنکھون سے دیکھا ہے کیا کیا سمان
تمھاری تو صورت کہے دیتی ہے — کہ سب کچھ ڈالا ہے تم نے جہان
جھپکتی نہین ایک پل بھی پلک — رہا کرتے ہو روز نوق آسمان
خصوصاً وہ حسرت بھری رات ہے — ق کہ جب اپنے اِس دَور کے درمیان
تمھین ڈھونڈتے ڈھونڈتے آنکھ سے — گذر جاتی ہے شب پرانے نشان
سحر کو جھپک جاتی ہین یاس سے — تمھاری وہ آنسو بھری انکھڑیان
عجب لطف کی ہے نسیم سحر — قیامت کی ہین اُسکی اٹھکیلیان
مگر جب وہ افسردہ دل کیطرح — چلی ڈھونڈنے اگلی سرسبزیان
تو اُجڑے ہوئے پائے ایسے چمن — کہ جو روز نوق دہر تھے بیگمان

وہ اگلے مورخ جو لکھ کر گئے تھے | ترقی مین نہ کرسی آسمان
قیامت کا ہوتا ہے انھین اثر | سناتی ہے جو حال اُنکی زبان
وہ عالی منش بادشاہان دہر | وہ اُنکی سواری وہ تخت روان
وہ طلبا کہ دن رات محنت سے جو | لگاتے ہین اُمیّد کی سیڑھیان
مبارک تھین شایستہ وہ محفلین | مبارک تھی وہ بزم اہپیکران
وہ نکھری ہوئی صحبتین کامیاب | جو وحدت پرستی کی تھین ترجمان
وہ علم الٰہی کے اجلاس پاک | مجالس مدارس کے وہ قدردان
وہ اگلے پیادہ روی کے سفر | وہ فاقے کی سوکھی ہوئی روٹیان
سمندر اولوالعزمیون سے تھے پُر | انھین ہمتون سے تھے دریا روان
جہازون کے وہ نامور ناخدا | وہ اہرام مصری کی صناعیان
وہ بڈھے مقدس وقائع نگار | وہ سچ بولنے والے پیر و جوان
جب اقبال کی چل رہی تھی ہوا | جب ادبار کا تھا نہ نام و نشان
منور تھی تہذیب کی انجمن | شجاعت دکھاتی تھی بد مستیان
نہ تھی قحط سالی نہ طاعون تھا | بہشت برین تھا یہ ہندوستان
زبان سے جو کہدین وہ کرکے دکھائین | نہ افسوس دولت نہ افسوس جان
کہان تک کہے جایئے یہ کتھا | مزے کی ہے حسرت بھری داستان
یہ نقش طلسمی زمانہ نے سب | مٹائے مٹا کر کیے رائیگان
نہ وہ اگلی باتین نہ وہ اگلے لوگ | مگر ان کی باقی ہین دلچسپیان
بس اب خواب غفلت سے بیدار ہون | جو موجود ہین قوم مین نوجوان

کرین ایسی کوشش کرین ایسے کام
زمانہ پس مرگ ہو قدردان

راقم خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

آج

وعدے پہ مرے اُٹھا قیامت کی پہ ٹرخا　　　　　اور یا ہے ابھی کہ وہ کل ہے اور آج

"جو بات ہو آج ہو! جو کچھ ہونا ہے آج ہی ہو جائے" ۔ انسان بڑا جلد باز ہے "خلق الانسان عجولا" جلدی اُس کے خمیر میں پڑی ہوئی ہے - جانتے ہیں کہ جلدی کام شیطان کا ہے۔ سنا ہے کہ "جو جلدی پاتا ہے گرتا ہے" مگر پروا نہیں۔ شیطان نہیں۔ ٹھوکر پہ ٹھوکر کھائیں۔ گر پڑیں۔ ہاتھ منہ ٹوٹ جائے سب گوارا ہے۔ اور یہ نہیں گوارا کہ غرض حاصل ہونے۔ اور آرزو پوری ہونے میں ایک دن کی دیر لگے۔ اور پھر لطف یہ کہ آپ کاہلی بھی اوّل درجے کے ہیں حصول مقصد کی جو تدبیریں ہیں اُن کے بجا لانے میں اعلیٰ درجے کے کاہل۔ اور مطلب نکالنے میں پرلے سرے کے جلد باز۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ صفتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ مگر ہیکل انسانی ایک ایسے سحر آفرین مداری کا تھیلا ہے۔ کہ اس میں یہ اور اس طرح کے صدہا کرشمے بھرے ہیں

دلرباؤں کا وعدۂ فردا مشہور ہے۔ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ آج تک ان وعدوں کا کسی نے اعتبار نہیں کیا۔ مگر یہ بے اعتباری کیوں؟ ہزاروں ناز آفرینوں نے سچے وعدے بھی کیے۔ بہتوں نے اپنے وعدے پورے کیے۔ اور منتظر آنکھوں کو ٹھیک وقت موعود پر اپنی چاند سی صورت دکھا دی۔ مگر باوجود اس کے پری جمالوں کا وعدہ ہمیشہ وعدۂ قیامت خیال کیا گیا۔ اور جور و شوق

کی کل فرداے حشر ہی سمجھی گئی - اصلی وجہ یہ ہے کہ انسان وعدہ ہی کا متحمل نہین ہو سکتا - وہ چاہتا ہے کہ کل نہین آج ہی - آرزو جو کل برآنے والی ہے تو آج ہی برآئے - کل برآئی تو کیا -

طالب علم بالطبع تعلیم سے متنفر ہین - اور پڑھنے سے بھاگتے ہین - نہ جور استاد گوارا ہو سکتا ہے - نہ سبق یاد کرنے اور رٹنے کی محنت برداشت کیجاتی ہے صرف اس لیے کہ تعلیم آیندہ کامیابیون اور ترقیون کا ایک وعدہ اور وہ ہی معشوقۂ ناز آفرین کی کل ہے - آج لکھو پڑھو تو کل ہر جگہ قدر کی جائے گی - اور زمانہ اپنی آنکھون پر بٹھالے گا" مگر کم بخت دل اس وعدے پر قناعت نہین کرتا - بار بار اصرار ہے کہ چھوڑ و بھی اس محنت و جفاکشی کو - لوگون سے درخواست کرو کہ آج ہی قدر کرنے لگین - اور زمانے سے کہو کہ آج ہی آنکھون پر بٹھالے -

مذہب نے جن عبادتون جس زہد و تقوی - اور جس قسم کے اخلاق و عادات کی ہدایت کی ہے جانتے ہین کہ اُن پر کاربند ہونے مین دین کا بھی نفع ہے - اور دنیا کا بھی - مگر کم بخت جی ایک وحشی جانور کی طرح رسّیان توڑ رہا ہے - بھاگتا ہے اور کہتا ہے کیسے مُلاّ؟ اور کہان کے واعظ؟ عذاب الٰہی اگر مرنے کے بعد ہونے والا ہے تو ہو - باغ جنّت ہر قسم کی لذتون کا معدن ہے تو ہوا کرے - اور حورون کی جبین تابان چاند سے زیادہ چمکتی ہے تو چمکا کرے - ہمین تو یہ سب لذتین آج ہی ملنی چاہیے - کل ملین تو کیا؟ جنّت مین اگر مزہ ہے تو ہمین کل لطف نہین آنے کا - اور حورون کی ہمکناری اگر کل ہونے والی ہے تو ہم نہین چاہتے - خلاصہ یہ کہ مذہب کے یہ سچّے وعدے بھی اگر کسی اور دن پر اٹھا رکھے گئے ہین تو ہم اُن سے بھی دست بردار ہونے کو موجود ہین -

دنیا کی تاریخ بتّا رہی ہے کہ قومون کا عروج اور ان کا بنّا ایک دن مین نہین ہوتا - بنتے بنتے بنتی ہین اور صدیون کی محنت و مشقت کے بعد بنتی ہین - مگر اس جمہوری و مجموعی ترقی مین بھی چونکہ کسی حوروش کے وعدے کی شان نظر آتی ہے اور کل کا وعدہ کیا گیا ہے لہذا اس مین بھی صبر نہین ہو سکتا - محنت کرنے والے اگرچہ جبر یہ مشقت کر رہے ہین مگر اکتائے جاتے ہین - اور بیصبری کا تقاضا ہے -

کہ اگر آج ترقی نہین حاصل ہوئی - اور ترقی یافتہ قومون کی سی برکتین نہین ہاتھ آئین تو اِس جفاکشی و محنت سے سبکدوش ہوجانا چاہیے - اِس کیفیت کا نمونہ ہندوستان سے زیادہ کس ملک کی حالت ہوسکتی ہے؟ ابناے وطن نے ذرا ذرا آنکھ کھولی ہے - اور دوسرون کا آگے بڑھ جانا دیکھا ہے - اور اپنی پس ماندگی نظر آئی ہے لیکن اُس ناتوان بچہ کی طرح جسکے پاؤن مین ابھی طاقت نہین اور چاہتا ہے کہ اُس کھلونے کو دوڑ کے اُٹھا لے شکستہ بازو کی طرح اُڑنے کی کوشش کرتے ہین اور بجاے حصول مقصد کے اُلٹے گر گر کے چوٹ کھاتے ہین -

انسان کی اصلی تعلیم یہ ہے کہ اُس کے اِس عجلت اور جلد بازی کے جوش مین اعتدال پیدا کیا جاے - یہی تعلیم مذہب دے رہا ہے کہ "من طلب وجد" مگر یہان کاہلی کے ہجوم نے تقدیر کے مسلہ کو سعی و کوشش سے وابستہ کرکے نیا اور عجیب دھوکا دے رکھا ہے - جس کی وجہ سے واعظین دین بجاے اِس کے کہ ترقی و اولوالعزمی کا سبق دین - کاہلی اور پست ہمتی کے موید ہوگئے ہین -

حالانکہ ساری کائنات اور دنیا کا ہر ہر ذرّہ زبان حال سے پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ جلد بازی اور پیش قدمی کرو - مگر سعی و کوشش مین - نہ یہ کہ بغیر محنت کیے اور بے اِس کے کہ ذرائع و تدابیر کا دامن پکڑو شاہد آرزو کے زبردستی پکڑ لانے اور آغوش شوق مین کھینچ لینے کی کوشش کرو -

---

ہم تم

اہل ذوق صوفی صافی کہتے ہین کہ "وہ" اور "صرف وہ" اور ہم کہتے ہین کہ "ہم تم" اور فقط ہم تم - بس جو کچھ ہین ہم ہی تم ہین - اور باقی کچھ نہین - تم ناز آفرینی کے لیے ہو اور ہم ناز برداری کے لیے - تم ہمارا دل بہلانے کے لیے ہو اور ہم عالم ہستی پر تصرف کرنے کے لیے - تم گل خوش رنگ ہو اور ہم اُس سے لطف اُٹھانے والے - تم صبح گلشن کے طائر خوش الحان ہو - اور ہم اُس کا نغمۂ دلکش سننے والے تم آفتاب جہان تاب ہو - اور ہم ستارہ پرست - تم بُت ہو - اور ہم برہمن

ادھر جاتے ہین اُدھر چکر لگاتے ہین ۔ غرض سب کچھہ کہہ گئے مگر یہ نہ بتایا کہ " یہ کیون پھرتے ہین ؟ کہان جاتے ہین ۔ اور ان کی اس دوڑ دھوپ کی اصلی غرض کیا ہے ؟ " اگر وہ نہین بتاتے تو لو ہم سے سنو ۔ یہ سب تمھاری تلاش اور تمھارے شوق مین سرگردان ہین ۔ تمھاری دھن مین لگے ہوئے ہین اور گو ہم نہین سنتے مگر اپنی زبان حال سے قدم قدم پر پکارتے جاتے ہین " تم " " تم " ۔

تمھارے ناز معشوقانہ اور تمھاری کرشمہ سازیان عجب تماشا دکھا رہین ہین کہ سب کو اپنی طرف کھینچتے ہو ۔ اپنے پاس بلاتے ہو ۔ اپنا سرگردان کرتے ہو ۔ اپنی شمع جمال کا پروانہ بناتے ہو ۔ مگر اپنے قریب نہین آنے دیتے ۔ شوق وصل کی بیتابیون نے عالم تکوین مین ہلچل ڈال رکھی ہے ۔ ذرہ ذرے سے ٹکراتا کرہ کرے سے لڑتا ۔ اور ایک دوسرے کو ستاتا اور کچلے جاتا ۔ مگر تم متانت و خموشی کے ساتھ بیٹھے تماشا دیکھتے ہو اور ترس نہین کھاتے ۔

مگر ہم اس بے پروائی کی بھی پروا نہین کرتے ۔ جب جوش اتحاد غالب ہوتا ہے ۔ اور ہم تمھارے سوا سب کو بھول جاتے ہین اُس وقت ہماری نظر مین سارا عالم کوے یار ۔ یا تمھاری گلی بن جاتا ہے ۔ اور جوش محبت سے وجد مین آ کے ہم یہ نعرہ مستانہ بلند کرنے لگتے ہین کہ " ہم تم " ۔

عہد پیری

انسانی زندگی کا تیسرا دور ۔ یا مسافرون کی تیسری منزل ۔ یا خمخانہ عمر کا آخری جام اگرچہ بہ اعتبار دور ثانی یعنے عہد شباب کے کسیقدر ناگوار نگاہون سے دیکھا جاتا ہے ۔ اور نا تجربہ کار نوجوان اُس کو زندگی کا ایک ناگوار اور بیکار حصہ سمجھتے ہین بلکہ بعض تو اُس نا قابل لحاظ عمر سے بھی بدتر خیال کرتے ہین جس کو لوگ عرف عام مین طفلی کہتے ہین اور جو درحقیقت ایک بیہوشی اور نافہمی کا زمانہ ہوتا ہے ۔ لیکن تحقیق کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو اُسکی وقعت تمامی ایام زندگی سے بدرجہا بلند ہے ۔ اس کا ایک بدیہی ثبوت یہی موجود ہے کہ مہذب

نوجوان پیران کہن سال ہی کے نقش قدم پر چل کے اپنی زندگی کے باغ کو زمانہ شناسی کے پودھون اور تجربہ کاری کے پھولون سے آراستہ کرتے۔ اور ضروری ومناسب قطع وبرید عمل مین لاتے ہین ۔ یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ بڑھاپے کو "پیری وصد عیب" کا الزام دیا جائے ۔

اِس عام مقولے کے خلاف ہم تو دیکھتے ہین کہ زندہ دل دوستون اور نوخیز نوجوانون کی پُرلطف صحبتون اور دلچسپ مشغلون سے ان بوڑھے دیرینہ سال جہان دیدہ سرد وگرم زمانہ چشیدہ بزرگون کی مقدس صحبتین ہمارے واسطے بہت کچھ مفید ہین ۔ رہا ذوق وشوق اور جوش وخروش ۔ تو اُسے بھی ایک زمانہ شناس شاعر نے بوڑھون ہی مین زیادہ مان لیا ۔ کہتا ہے :۔

ضعیفی مین جوانی سے زیادہ جوش ہوتا ہے　　بھڑکتا ہے چراغ عمر جب خاموش ہوتا ہے

بوڑھا آدمی اگر مرجاتا ہے تو اُس کا اِسقدر افسوس نہین ہوتا اِس سبب سے کہ وہ اپنی زندگی کے انول زمانہ کو طے کرچکا تھا اور دنیا مین رہنے کا مزا اٹھا چکا تھا ۔ بخلاف اِس کے اگر کوئی جوان آدمی مرجاتا ہے تو جو کچھ اُسکے متعلقین کو رنج اور صدمہ ہوتا ہے اُسکی تشریح کوئی اُن کے دل سے پوچھے جو اُسکی لاش پر کھڑے ماتم کررہے ہین ۔ اُن کی گریہ وزاری کا خاص سبب یہ ہے کہ جو زمانہ زندگی کے عمدہ مدارج کا تھا اُس سے یہ محروم رہا ۔ دنیا سے ناشاد و نامراد جانا اور زندگی کے باغ کی بہار نہ دیکھنا اسی کا نام ہے کہ پیری کے مبارک عہد سے فیضیاب نہ ہوا ۔ یہ مانا کہ جوانون مین ہمت ہوتی ہے مگر بوڑھون کی سی تدبیر کہان سے لائین گے ؟ تجربہ نے بوڑھی آنکھون پر ایک دوربین لگا دی ہے جو احوال مستقبل کی ہوبہو تصویر پیش نظر کردیتی ہے

قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قانون قدرت نے بھی شباب پر شیب کو فضیلت دی ہے ۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ اُس وقت خلعت نبوّت سے سرفراز ہوئے ۔ اور وحی نازل ہونی جب زمانہ شباب رخصت ہوچکا تھا اور شیب کا دَور دَورہ تھا ۔

جوانی کی سیہ کاریان صحبتہائے عیش کی شیرازہ بندیان ۔ شاعرانہ جوش

رندانہ مشربی کے مزے - کسی جفا کار کی شمشیر تغافل کی شکایت - ہجر کی بیتابی اور بیقراریان - وصل کے دلکش مزے - ذوق وشوق کی سحر تماشیان خیالی کرشمہ سازیان - اور سینون کی حجتین انسان کو خسر الدنیا والآخرۃ بناتی ہین -

ان سب ناشائستہ اور بیہودہ حرکتون سے بچانے والا صرف ایک عہد پیری ہے انسان ہی پر کچھ موقوف نہین موجودات عالم مین ہر شی کی جوانی سے پیری اچھی معلوم ہوتی ہے -

اسی پیر فلک کو دیکھیے اگرچہ اسکی جوانی کے دیکھنے والے ناپید ہین اور خدا جانے اُس عہد مین کون لوگ تھے - لیکن قرینہ کہہ رہا ہے - کہ اسکی جوانی کا زمانہ کوئی یادگار عہد نہ تھا - اور اس مین کوئی ایسا تاریخی واقعہ پیش نہین آیا جس کو لوگ یاد رکھتے -

ہان پیری کے کارنامے آب زر سے لکھے جاتے ہین اور اُن سے دنیا سبق حاصل کرتی ہے - بڈھون کی متانت اور زینۂ مغزی کا ثبوت شعراے عجم کے کلام سے بہت کچھ ملتا ہے - جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین - شعر -

بکار پختگان رو آر جامی | مکن زین بیشتر در کار خامی
چہ باشد پختگی آزادہ بودن | بجاک نیستی افتادہ بودن
جوانی تیرگی بر داز و یارت | منور شد ز پیری روزگارت
بر آمد ظلمت کورجی و دوری | بر آمد نیر الشیب نوری

شعراے فرس مین حضرت مصلح الدین شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جس پایہ کے شاعر تھے ظاہر ہے - اُن کے اجلاس کا فیصلہ بوڑھون ہی کو ڈگری دے رہا ہے - فرماتے ہین - شعر

مترس از جوانان شمشیر زن | حذر کن ز پیران بسیار فن

جوانی بر آمد ظلمت وسیاہی ہے پیری "الشیب نوری" ہے - صحبت ے نوشی مین باغ ہو - شب مہ ماہ ہو - ابر ہو - ترشیح ہو - معشوق خوبرو ہو - سب لوگ ہون لیکن ایک پیر مغان نہو - تو لطف نہین -

مسجد مین ہزارہا نوجوان نمازی ہون مگر جب تک کوئی بوڑھا پیش نماز

نہ ہو وہ خشوع وخضوع نہین حاصل ہوتا - واعظ اگر جوان ہے تو اُس کی نصیحت اثر نہین کرتی - اور سِن رسیدہ اُستاد کی خدمت باعث عظمت تصور کی جاتی ہے -

سکندر اعظم نے پورے زمین کے بحر و بر کو فتح کرلیا اس کا یہ سبب نہ تھا کہ اُسکے پاس جوانون کی فوج جرار تھی بیشمار دولت تھی - بلکہ ان فتوحات کے باعث ارسطاطالیس جیسے چند بوڑھے کوزہ پشت حکما تھے جن کے حسن تدبیر نے اُسے اِس اعلے مرتبہ پر پہونچادیا -

قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنے کمال کو پہونچکر اچھی معلوم ہوتی ہے - اُن عالیشان نامکمل عمارتون کو دیکھو جنکی ابھی چھت نہین پٹی ہے - دروازے لگانا باقی ہین - نہ استرکاری ہوئی - اور نہ بیل بوٹے بنائے گئے ہین - اسی طرح انسانی زندگی کی عمارت ہے جب تک اپنے حد کمال یعنے شیخوخیت کے زمانہ کو نہین پہونچ لیتی ناقص رہتی ہے اور اُسے کوئی عزت وحرمت نہین حاصل ہوتی -

اگلے بڈھون نے جو کارنمایان کیے ہین وہ صفحۂ روزگار سے ہرگز نہین مٹ سکتے - حضرت خضر علیہ السّلام باوجود اس کبیرسنی کے اپنے متعلقہ کامون کو کس سرگرمی سے انجام دیتے اور خدائی بھر کی سیر کرتے پھرتے ہین بھلا کوئی اِن مقدس بڈھون کی مثال موجودہ جوانون مین بھی دکھا سکتا ہے - پیری ہر دل عزیز ہونے کا منصب اس سبب سے بھی رکھتی ہے کہ طفلی کے بیوفا ایام لہو لعب مین گزر جاتے ہین - اور جوانی دیوانی مشہور ہے - بھلا وہ کب ساتھ دینے والی ہے - ان دنون ہم کبھی ایک نازآفرین حسین کے شیدا بنتے ہین - اور پھر اُس کے رُخ زیبا پر اپنی ساری مسرتون کو قربان کردیتے ہین - کبھی صحبت وعظ مین شریک ہوکر ناصح کو مضحکون مین اُڑاتے ہین - غرضکہ جوانی کے سب کرشمے قابل اعتبار نہین ہین وفاداری جو ایک اعلے جوہر ہے اور اخلاق انسانی کی سب سے بڑھی چڑھی صفت ہے جس کے پاس یہ جوہر نہین وہ انسانیت مین بہت ناقص ہے - یہ صفت خاص پیری مین پائی جاتی ہے - اسکی وفاداری کا ثبوت یہ کیا کم ہے کہ جب سب ساتھ چھوڑ دیتے ہین اُسوقت یہ آتی ہے - اور جنازے کے ساتھ جاتی ہے - بڑے

وقت کی اولاد بھی شریک نہین ہوتی - مگر پیری ایسے عالم مین بھی ساتھ نہین چھوڑتی - اور ایسی کو پہلو مین دبا کے ہم کنج لحد مین آرام سے سوتے ہین -

سنتے ہین شیخ سعدی نے پیری کے مبارک ایام مین علم و فضل حاصل کرکے ایسا نام پیدا کیا کہ جو آج تک ضرب المثل ہے - دیکھو یہ اگلی ٹوٹی پھوٹی عمارتین یہ پورانی چھتین اگرچہ پیری کے سبب سے اپنے دانت نکال چکی ہین اور بعض کمرخمیدہ ہوگئی ہین اور بعض بوسیدگی کی وجہ سے پیر فانی ہوچکی ہین لیکن اب بھی اچھے اچھے جوان معمار اُن عمارتون کو دیکھکر کان پکڑ لیتے ہین کہ اُنکا مثل و نظیر ہماری دستکاری سے غیر ممکن ہے - یہ اگلے ہی بڈھون کی کرامت ہے کہ ہزار برس کے بعد بھی دنیا مین اپنا نقش ہستی دکھا رہے ہین - شعر

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ۔ آثار پدید است صنادید عجم را

جسطرح نبوت شیب کے زمانہ مین عطا ہوئی اُسی طرح اوّل خلافت کا سہرا ایک بڈھے خبرد آزما معاملہ فہم کے سر باندھا گیا حضرت ابوبکر صدیق اگرچہ سن مین بہ نسبت سب صحابہ کے مُسِن تھے مگر دور اندیشی اور تدبیر نے ایک کار آزما اور ممتاز مدبر ثابت کردیا تھا عراق و عجم روم و شام بصرہ دمشق مین نمایان فتوحات حاصل کین - جوانون کی عشق عاشقی ناپاک اور مجازی ہوا کرتی ہے اور بوڑھون کا عشق معشوق حقیقی کے ساتھ ہوا کرتا ہے -

خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی

ہدف

اپنے آپ کو آماجگاہ حوادث - اور مصائب کے نرغہ مین گرفتار دیکھ کے کچھ ایسی الجھن ہوئی - اور دل وحشت زدہ ایسا گھبرایا کہ گھر چھوڑ کے گلی کوچون مین ٹھوکرین کھانا شروع کین - اور جب آبادی مین بھی دل نہ لگا تو صحرا کی راہ لی - صحرا ے لق و دق کی وسعت اگرچہ سبک رو نظر کے لیے کافی تھی مگر بادیہ پیما ے خیال کو وہ بھی تنگ نظر آیا - اور ہر طرف پہاڑون کی حد بندی دیکھ کے خیال نے اِدھر اُدھر دوڑ دوڑ کے پہاڑون اور چٹانون سے سر ٹکرانا شروع کیا -

ناگہان میدان مین ایک مدوّر چیز نظر آئی - جو اپنے مقام پر ٹھہری ہوئی تھی اور رہرو خیال کے پاؤن مین بار بار اُس کی ٹھوکر لگتی تھی - اور گویا ایک چشم منتظر تھی کہ اپنے مشتاقون کو سامنے کی فضا مین ڈھونڈھ رہی تھی - اُسکی اشتیاق بھری صورت دیکھ کے دل پر ایک چوٹ سی لگی کہ آہ اِس کا ذوق و شوق دیکھو - اور جن کے دید کی اِسے آرزو ہے اُن کی بے پروائی و غفلت شعاری دیکھو - نہ کسی کو خبر ہے - اور نہ کسی کا پتہ ہے - درد بھرے دل مین ہمدردی کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے - دل نے کہا اپنی آرزو پوری ہو یا نہ ہو جس طرح بنے اُسے ڈھونڈھ نکالنا چاہیے جس کا اِسے شوق ہے -

ناگہان سامنے ایک مجمع دکھائی دیا - اور عالم خیال مین نظر آیا کہ جیسے اُس منتظر کی چشم شوق مین کچھ تسکین سی پیدا ہو گئی - دل نے کہا کہ جس سراپا ناز کو یہ چشم منتظر ڈھونڈھ رہی تھی ہو نہ ہو اسی گروہ مین ہے - امید پیدا ہوئی کہ اب ناز و نیاز اور دلدہی و دلبری کا اچھا تماشا نظر آئے گا - حسرت نصیبون کے لیے اِس سے اچھی سیر کہان نصیب ہو سکتی ہے کہ معشوق طناز جلوہ نمائی و ناز آفرینی مین مشغول ہو اور دیدۂ شوق محو تماشاے یار ہو کے باغ حسن کی گلچینی کر رہا ہو - یہ پُرلطف منظر دیکھنے کے لیے ٹھہر گئے - بیتاب نگاہین کبھی اُس دیدۂ شوق پر ہوتین - اور کبھی اُن نووارد آنے والون پر - گویا کشش عشق اُنھین کھینچ کھینچ کے آگے بڑھا رہی تھی - اور چشم منتظر سے ساعت بہ ساعت مسرت کے آثار نمایان ہو ہو کے صداے "مرحبا" بلند کرتے تھے -

دل حرمان نصیب یہ سیر دیکھتے دیکھتے جوش مین آ کے بولا "اب آج ہی جذب محبت کا امتحان ہو جائے گا - معشوق مین خودداری صحیح مگر دیکھو کس طرح عشق کی رسیون مین بندھا ہوا کھنچتا چلا آتا ہے - اور دیکھین کشش عشق اُسے کہان تک کھینچ لاتی ہے " اِس خیال کا آنا تھا کہ وہ سب لوگ ایک حد تک پہونچ کے ٹھہر گئے - ساتھ ہی دل زور سے دھڑکا کہ خدا خیر کرے - اُس منتظر دیدۂ حیران کی محرومی پر افسوس کر رہے تھے کہ آنے والا گروہ ایک صف مین پھیل گیا - اور ہمین جو اُس چشم منتظر کے پاس کھڑے تھے حکم دیا گیا کہ وہان سے ہٹ جاؤ - تمھارا اتنا ظرف نہین کہ اُس خستہ جگر عاشق جفاکش کے برابر کھڑے ہو"

اگرچہ دل نہین چاہتا تھا مگر مجبوراً ہٹنا پڑا - کیونکہ دلی جذبات عام اِس سے کہ دلدہی کے ہون یا دلبری کے خلوت و تنہائی چاہتے ہین - نہ جوش عشق ہی نامحرم اور غیر کا متحمل ہے -

اور نہ جلوہ نمائی و ناز آفرینی ہی اِس کو برداشت کر سکتی ہے - خلاصہ یہ کہ دور جا کھڑے ہوئے لیکن ایسی جگہ جہان سے دونون طرف کے ناز و نیاز بخوبی نظر آ سکتے تھے - کیونکہ ہماری نظر شوق کو اِس سیر کا لپکا تھا کہ وصال مین حسن و عشق کے جذبات کیا رنگ دکھاتے ہین - فراق کی کٹھن راتین دیکھی تھین - ہجران نصیبی کا قیامت خیز زمانہ دیکھا تھا - اگر نہین دیکھا تھا تو وصال کا جلوہ - اور حسن و عشق کی یکجائی - اور اُس کا سمان یہان سے اچھا کہان نظر آ سکتا تھا ؟

مگر آہ وصل کی شان ہجر و فراق سے بھی زیادہ اندوہناک نظر آئی - سمجھتے تھے کہ ہمارے ہٹ آنے اور صحبت کے اغیار سے خالی ہو جانے کے بعد معشوق دلبر باقدم آگے بڑھا کے اور قریب آئے گا - بوس و کنار ہم آغوشی و بغلگیری نہین تو پاس سے کچھ راز و نیاز ہی کی باتین ہون گی - مگر یہ نہین - ان لوگون نے پہلے تو اُس اپنے مشتاق دیدۂ نگران پر نظرین جما دین - اور پھر بندوقین اُٹھا اُٹھا کے نشانہ بازی شروع کی - ہر ایک کو یہی دھن تھی کہ اُس سراپا شوق کھلی ہوئی آنکھ ہی کو نشانہ بنائے - گولیون پر گولیان پڑ رہی تھین - اور لوگ باہم ایک دوسرے کی قادر اندازی کی داد دے رہے تھے - مگر شوق دید اسے کہتے ہین کہ صدہا گولیان پڑ گئین - کلیجے مین سیکڑون زخم پڑ گئے - سینہ چھلنی ہو گیا - مگر چشم شوق جس طرح کھلی تھی اُسی طرح کھلی رہی - مجال کیا کہ تیوریون پر بل بھی آیا ہو - گویا اُس مشتاق دید نے اپنا سینہ سپر کر دیا تھا - اور ہر ضرب پر زبان شوق سے یہ شعر نکل جاتا تھا -

تیرے تیر نیمکش کو کوئی میرے دل سے پوچھے
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

اُدھر سے لگاتار گولیون کی بوچھار تھی - اور ادھر سے گویا صبر و تحمل کی زبان سے نعرۂ ہل من مزید بلند تھا - آخر شوق جفاکشی نے دست ستم کو تھکا دیا - سب لوگ اپنا شوق ستم پورا کر کے چلے گئے - اور مین نے باچشم پُر نم پھر اُسی مشتاق دید - اور اُسی دیدہ نگران کے پاس آ کے اُس کے ذوق ستم کشی کی داد دی - کچھ دیر تو میری طرف دیدۂ حیرت سے نگران رہا - پھر زبان حال سے آنکھون ہی آنکھون مین کہہ دیا "مین اسی لیے ہون - اسی واسطے آنکھین کھولے اور سینہ سامنے کیے رہتا ہون کہ جن کی دید کا لپکا ہے اُن کا شوق پورا ہو - ذوق عشق کی دنیا مین بے صبرون کا نام نہ لو - یہان تو جفاکشی کا شوق ہے - معشوق کے تیرون کا دل و جگر مین پیوست ہونا - اور یار کے نشانون کا آنکھون پر لینا اپنا شعار ہے - ستم اُس کے لیے ستم ہے جسے ضبط و تحمل کی طاقت نہ ہو - یہان تو اپنے دوستون کے ہاتھ کی گولی

ہم کہان تھے اور کہان ہین

زمانہ کبھی کسی کو ایک حال پر قرار نہین لینے دیتا۔ دلگداز ہی کو دیکھیے کہ پہلے لکھنؤ مین تھا۔ سنہ ۱۸۹۸ء مین حیدر آباد فرخندہ بنیاد مین آیا۔ اس کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ سنہ ۱۹۰۵ء مین پھر لکھنؤ پہونچا۔ وہان سرد مہری زمانہ سے کبھی بنا اور کبھی بگڑا۔ گرا اور پھر اُٹھا۔ نظرون سے غائب ہوا۔ اور یکایک پھر نظر آیا۔ اور آخر ہم نے عہد کر لیا کہ اب پاؤن توڑ کر لکھنؤ ہی مین بیٹھ رہین گے۔ لیکن عہدون کا کر لینا آسان ہے اور نباہنا مشکل۔ ہم تو نباہین مگر زمانہ بھی نباہنے دے۔ عالیجناب مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت مدار المہام سرکار عالی کی قدر افزائی اور مولوی محمد عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی محبت و عنایت پھر کشان کشان اُسی سواد دکن مین لے آئی جسے اپنی ناقدری سے چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دلگداز اب پھر حیدر آباد فرخندہ بنیاد مین ہے۔ اور اعلیحضرت بندگان عالی مدظلہ العالی دام اقبالہ کے دامن عافیت مین۔

دلگداز درد و غم کے قصے سنانے اور آوارہ گردی و صحرا نوردی کی داستانین بیان کرنے مین خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ اور اسی رنگ نے اُس کی آہ مین ایک اثر پیدا کر دیا ہے۔ ایسی صورت مین ممکن نہ تھا کہ جس کہانی کو وہ بارہا

سنا یا کرتا ہے اُس کی کچھ کیفیت خود اُس کی زندگی میں بھی نہ پیدا ہو جائے۔ وہ دوسرون کی آوارہ گردی بیان کرتا ہے تو خود اُسے بھی کسی نہ کسی حد تک آوارہ گرد ہونا چاہیے تھا۔ پھر بھلا کیونکر ممکن ہے کہ ہم کسی جگہ بیٹھنا چاہین اور بیٹھ سکین۔

خدا سے امید ہے کہ اب ہمین کسی دوسرے انقلاب اور تغیر سے سابقہ نہ پڑے گا۔ کیونکہ مربیون اور سرپرستون کے ازدیاد دولت سے خود اُس کی وضع و حالت مین ترقی ہونے کی امید کوئی بیجا امید نہین ہے۔

دلگداز اسی تبدیل مقام و مکانات اور رسدہا قسم کے دیگر تردداست کی وجہ سے پورے ایک سال تک بند رہا لکھنؤ مین سنہ ۱۹۰۷ء کے ماہ جون تک نکل کے بند ہو اتھا۔ اب جولائی سنہ ۱۹۰۸ء سے پھر جاری کیا جاتا ہے۔ جن احباب اور قدردانون کا حساب جون سنہ ۱۹۰۷ء مین ناتمام چھوٹا تھا اُن کے حساب کا تکملہ سنہ ۱۹۰۸ء یعنی موجودہ سال کی آخری شش ماہی مین ہو جائیگا۔

جو اخبار اور رسالہ مبادلہ مین جاری رہے اُنکی معزز ایڈیٹرون کے ہم نہایت مشکر گزار ہین۔ اور جن حضرات نے تبادلہ مین پرچہ بند کر دیا اُن کی خدمت مین یہ پرچہ بھیج کے التماس ہے کہ براہ عنایت اپنا پرچہ "حیدرآباد دکن۔ محلہ فیل خانہ" کے پتہ پر جاری فرما کے رہین منت فرمائین۔

مشاہیر اسلام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور امام ابوالحسن اشعری کی سوانح عمری چند ماہ بعد اپنے قدردانوں کے ہاتھ مین پہونچ جائے گی۔

دنیا ایک طلسم ہے

بڑے بڑے تجربہ کار محققون کو اکثر یہ کہتے سنا ہے کہ دنیا ایک طلسم ہے اور ہمین ہمیشہ دھوکا دیا کرتی ہے۔ لیکن شاید اس پر پوری طرح غور نہین کیا گیا کہ آیہ کیون طلسم کہا گیا۔ اور اس نے کسے اور کیونکر دھوکا دیا۔ علمائے روحانیین نے اکثر اس کے طلسم ہونے کی توجیہین بھی کین۔ اور اپنے مذاق و خیال کے مطابق مکار دنیا کے مکر و فریب کو ثابت کر دکھایا۔ کسی نے اس کی بے ثباتی کو اس کا

مگر قرار دیا کسی نے اس کی نیرنگی و بوقلمونی کو۔ مگر سچ یہ ہے کہ دنیا کا طلسم ہونا پوری وضاحت سے نہین دکھایا جا سکا۔ اگرچہ اس کے ایک عجیب و غریب طلسم ہونے مین ذرا بھی شک نہین۔

آپ اگر ذرا بھی غور کرین گے تو نظر آ جائے گا کہ دنیا کی ظاہری حالت ہمین ہمیشہ دھوکا دیا کرتی ہے۔ ہوتا کچھ ہے۔ اور نظر کچھ آتا ہے۔ ہم چاہتے کچھ ہین اور ملتا کچھ ہے۔ پروانے کی طرح ہم ایک نور دیکھ کے دوڑتے ہین مگر وہان پہونچ سکنے کے بجائے نور کے نار ملتی ہے۔ اور قبل اس کے کہ اُس کی مضرت کا احساس ہو جل سکنے خاک ہو جاتے ہین۔

ذرا شمال کی طرف نظر دوڑاؤ۔ ہمالیہ کے اونچے سفید ٹیلے دور سے آسمان مین ملے ہوئے نظر آتے ہین اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہی نردبان فلک ہین۔ آسمان سے باتین کر رہے ہین۔ اور اگر ہم ان پر چڑھ گئے تو آسمان پر پہونچ جائین گے۔ اور عالم ملکوت والون سے جیتے جی ملاقات ہو جائے گی۔ مگر اُوپر چڑھ کے اور اُس بلندی پر پہونچ کے دیکھیے تو کھل جاتا ہے کہ آسمان جتنا دور نیچے سے تھا اُتنا ہی دور وہان سے بھی ہے۔

وہ دیکھو صحرائے عرب مین ریگ روان دور سے دھوکا دیتی ہے کہ دریائے بیکران لہرین مار رہا ہے۔ بادیہ گرد تشنہ لب خوش ہو کے دوڑتا ہے کہ وہان پہونچے اور آتش عطش بجھا لی۔ اور جی بھر کے سیراب ہو گئے۔ مگر جب پاس جا کے فریب خوردہ متحیر لگا ہون کو اِدھر اُدھر دوڑاتا ہے تو اصل حقیقت کھلتی ہے کہ تھا کیا اور ہم کیا سمجھے تھے۔

آتش سوزان دور سے خوبصورت۔ روشن۔ سنہری۔ اور دلفریب نظر آتی ہے۔ دنیا کا کوئی حسن اُس کے آگے فروغ نہین پا سکتا۔ جواہرات کی آب و تاب اُس کے آگے ماند پڑ جاتی ہے۔ چاند سورج کی روشنی اپنی جگہ پر چاہے کیسی ہی عالم افروز ہو مگر اُس مین بھی ایک پھیکا پن ہے اور وہ دمک نہین جو ایک دہکتے ہوئے انگارے مین ہے۔ مگر ذرا پاس جا کے چھوؤ۔ اور ہاتھ لگاؤ۔ تو قدر عافیت معلوم ہو۔ اُس شمع کو دیکھو جو تمھارے سامنے ایک غمزدہ حسینہ کی طرح چپکے چپکے

آنسو بہا رہی ہے۔ سناٹے کے عالم میں ہے۔ اور تحمل و بُردباری کی مجسم تصویر ہے
مگر اعوذ باللہ من غضب الحلیم" اُس کی اس بیکسی اور مایوسانہ حالت پر نہ جاؤ
اُسی وقت تک کام کی ہے جب تک اُسکی روشنی میں تم کسی کا پیارا چہرہ دیکھ لیتے ہو
اور دُور دُور رہتے ہو۔ قریب گئے اور اُس نے ایک زہریلے بچھو کی طرح
ڈنک مارا۔

اب لگے ہاتھوں اُس حسن پر بھی ایک نظر ڈال لو جس نے شاعری کی دنیا
میں گرمجوشی پیدا کی ہے۔ اور نوجوانوں کی بامذاق صحبتوں میں ہلچل ڈال رکھی
ہے یہ حسین عورتوں نازنینان عالم۔ اور زیادہ تر شاہدان بازار کا حُسن ہے آپ
کے ظاہری کرشمے تو یہ ہیں کہ گھونگھٹ کی آڑ سے ایک جھلک دکھا کے رُخ
زیبا کو چھپا لیا۔ اور مشتاقان دید کے خرمن جان پر ایک نہیں صدہا بجلیاں گرین
روزن در سے سُرمگین چشم فتان کی مستانہ ادائی دکھا کے ہٹ گئیں۔ اور ہر
دل اور ہر کلیجہ میں ناسُور پڑ گیا یہاں تک بھی غنیمت تھا کہ ان کرشموں اور حسن
کی ان اداؤں سے دنیا میں ہزارہا عاشق پیدا کئے قیامت تو یہ ہے کہ ان نظر
فریبیوں نے ہر نوجوان کو عاشق بنا دیا لیکن اس حُسن کی دلفریبیان اُسی وقت
تک ہیں جب تک اسے دُور سے دیکھیے۔ پاس جا کے دیکھیے اور خط و خال
پر گہری نظر ڈال لیے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس نمائشی حُسن کے اندر کتنے عیب ہیں
اور اگر ایک قسم کی زبردست کشش ہے تو کتنی طرح کی نفرت انگیز چیزیں موجود ہیں
یہ جتنی حسین صورتیں نظر آ رہی ہیں اور جن کے عشق ستم کے ہم شاکی رہا کرتے ہیں اگر
ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کیجئے تو حقیقت پر سے دنیوی طلسم کا پردہ اُٹھ جائے گا
اور سو نہیں ہزار میں بھی ایک مشکل سے ایسی نظر آئے گی جو دل دینے کے قابل ہو
اور یہ بھی اُسوقت تک ہے جب تک صرف جسمانی عیوب سے علاقہ رکھا جائے۔
اپنی تنقید اور پرکھ میں اگر اخلاقی اور روحانی عیوب کو بھی شامل کر لیجئے تو لاکھ کیا
کروڑ میں بھی ایک ایسی صورت نہ نظر آئے گی جس میں حُسن صورت کے
ساتھ حُسن سیرت بھی ہو۔

خوارج

جس طرح کسی دلربا کے بگاڑنے مین بناؤ اور اُس کے مشق ستم مین ایک ادا ہوا کرتی ہے۔ اسیطرح ہر شریف اور راستباز قوم کی لغزشون مین کوئی خوبی اور اُس کے کفر و فسق مین بھی کوئی دلکشی ضرور نظر آجاتی ہے۔ ظہور و عروج اسلام کے بعد جب خوارج کا فرقہ پیدا ہوا ہے تو چونکہ وہ سب عربی النسل تھے اس لئے اُن کی اس کفر و تمرد سے بھی بعض اوقات عجب قسم کی دلچسپیان نمودار ہوئین۔

خوارج دراصل آجکل کے نہلسٹ یا کوشلسٹ تھے جن کا اصول مذہبی یہ قرار پایا گیا تھا کہ کسی خلیفہ یا سریر آرائے سلطنت کی اطاعت نہین جائز ہے۔ عام جماعت اسلامی تو یہ کہہ رہی تھی کہ "اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" یعنی خدا رسول اور صاحب امر (فرمان روا یا حضرات امامیہ کے عقائد کے مطابق امام زمان علیہ السلام) کی اطاعت کرو۔ اور وہ کہتے تھے کہ "ان الحکم الا للّٰہ" یعنی خدا کے سوا کسی کو حکومت کا حق) نہین۔ اپنے جھنڈے مین بھی آیت لکھی۔ اسی کو اپنا شعار بنایا۔ اور جس کسی کو خلیفہ یا بادشاہ ہونے کا دعوے ہوا اُس سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اُن کو اس سے بحث نہ تھی کہ حکمران بنی ہاشم مین سے ہے یا بنی اُمیہ مین سے۔ عباسی ہے یا فاطمی۔ وہ ہر اُس شخص کے دشمن تھے جسے یہ دعوے ہو کہ بادشاہ کو اپنے اجتہاد سے احکام جاری کرنے کا ذرا بھی حق ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد مین ان لوگون کی سرتابی سے جو کچھ ہوا مشہور ہے۔ آپ کے بعد ان لوگون مین اختلاف پیدا ہوا۔ پھوٹ پڑی اور گویا ہمت ہار کے خاموش بیٹھ گئے۔ مگر عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک بن مروان مین ہنوز خلافت کا تصفیہ نہین ہونے پایا تھا کہ باسی کڑھی مین ابال آیا۔

اس کی بنیاد یون پڑی کہ خوارج مین پھوٹ پڑنے کے بعد اُن کا سردار نافع بن ازرق شہر اہواز کے بازار مین سکونت پذیر ہو گیا۔ چند روز کی خاموشی نے

اُس کے دل مین شکوک وشبہات پیدا کئے۔ اپنے عقاید کے متعلق متردد تھا کہ ایک دن بی بی نے کہا "اگر تم یہ سمجھے ہو کہ ایمان چھوڑ کے تم کافر ہو گئے تو اپنے دعوے سے باز آؤ۔ اور ساتھیون کو چھوڑ دو۔ لیکن اگر یہ خیال ہے کہ کفر چھوڑ کے مسلمان بنے ہو تو کافرون (عام مسلمانون) کو جہان ملین قتل کرو۔ اور قتل عام بول دو۔ عورتون کو چھوڑو نہ بچون کو۔ اور وہی ہو جو نوح علیہ السلام نے کہدیا تھا "لا تذر علی الارض من الکافرین دیّارا" (زمین پر کافرون مین سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ) بی بی کی یہ صلاح سنتے ہی نافع تلوار لے کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے گروہ کو جمع کیا۔ اور ہر چہار طرف قتل کا بازار گرم کر دیا۔ جس جگہ پہونچتا زن وفرزند کسی کو نہ چھوڑتا۔ اور کوئی اس بے رحمی کی شکایت کرتا تو جواب دیتا کہ "یہ بڑے ہو کے اپنے باپون ہی کے ایسے ہون گے۔"

جب سواد عراق کے اطراف وجوانب مین ان لوگون کا زور ہوا۔ اور بصرہ والون کو اپنے لئے اندیشہ ہوا تو احنف بن قیس کے پاس گئے جو وہان کے معززین مین تھا۔ خوارج کے ظلم وجور کی کیفیت بیان کی۔ اور کہا صرف دو منزلین باقی ہین۔ اُن کو طے کیا۔ اور وہ لوگ ہم پر آپڑے۔ احنف نے عام مسلمانون کو خوارج کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ مسلم بن عبیس کو اُن پر سردار مقرر کیا۔ اور ابن عُبیس دس ہزار اہل بصرہ کو لے کے روانہ ہوا۔ مگر جب بصرے کے پُل کے اُس پار پہونچا تو ہمراہیون سے کہا "اپنی لڑائی مین ہمین سیم وزر اور دولت وحشمت کی بالکل اُمید نہین۔ کیونکہ حریفون کے پاس کوئی سرمایہ نہین ہے۔ لہٰذا جو لوگ کسی دنیوی لالچ سے چلے ہون واپس جائین اور جو خالص جہاد کے لئے چلے ہون میرے ساتھ چلین۔" یہ تقریر سُن کے کچھ لوگ پلٹ گئے۔ اور باقیون کو لے کے ابن عبیس آگے بڑھا۔

ابن عبیس جمادی الآخر سنہ ۶۵ ہجری کو مقام دولاب مین پہونچا تھا کہ نافع بن ازرق کا سامنا ہو گیا۔ اور بغیر کسی انتظار وتامل کی لڑائی شروع ہو گئی دونون فریق عجب جوش اور حیرت انگیز شجاعت سے لڑے۔ لڑتے لڑتے

یہان تک نوبت پہونچی کہ بہادرون کے ہاتھ مین نیزے ٹوٹ گئے۔ گھوڑون کے ہاتھ پاؤن کٹ گئے۔ اور ہزارہا آدمی مقتول و مجروح ہو چکے تھے اب تلوارون اور گرزون سے بلکہ دست بدست لڑائی ہو رہی تھی کہ دونو لشکرون کے سردارون یعنی ادھر ابن عبیس نے اور اُدھر نافع ابن ازرق نے موت کا جام پیا۔ اور دونون فوجین بے سرہ گئین۔ مگر دونون سردارون نے نفس واپسین سے پہلے اپنا جانشین خود ہی منتخب کر دیا۔ ابن عبیس نے ربیع بن عمر کو سردار مقرر کیا جو اجذم (ہتھ کٹے) کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ عبدالرحمن بن سمرہ کے ساتھ کابل کے جہاد مین ان کا ہاتھ بیکار ہو گیا تھا۔ اور ابن ازرق نے عبداللہ بن بشیر کو۔ اور لطیف کی یہ بات تھی کہ یہ دونون سردار ایک ہی قبیلہ یعنی بنی یربوع مین سے تھے۔

خوارج تعداد مین عام مسلمانون سے کم تھے۔ شجاعت مین اُن کے برابر تھے۔ اور جوش و خفقان کے لحاظ سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور جوش و خروش مین سچ یہ ہے کہ خوارج حد سے زیادہ گزرے ہوئے تھے۔ اُن کی عورتون تک نے غیر معمولی شجاعت دکھائی۔ ابن ازرق کو جس مسلمان نے قتل کیا وہ سلامہ نامی ایک باہلی نژاد شخص تھا۔ وہ کہتا ہے مین اُس کا کام تمام کر چکا تھا کہ خوارج مین سے ایک سوار سامنے آیا اور مجھ سے مقابلہ کرنا چاہا مگر مین نے ٹالا۔ تاہم اُسکی یہ حالت تھی کہ جدھر مین جاتا اُدھر کا رُخ کرتا۔ اور جہان ٹھیرتا سامنے آکے جم جاتا۔ اور کہتا "آئیے ہمارا آپ کا فیصلہ ہو جائے۔" آخر مجھے مجبوراً نکلنا ہی پڑا۔ قریب پہونچتے ہی ہم دونون نے ایک دوسرے پر نیزہ مارا۔ اُس کا نیزہ تو اوچھا پڑا۔ مگر میرا نیزہ کام کر گیا۔ وہ شخص بیہوش ہو کر زمین پر گرا۔ اور مین نے اُس کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اب جو دیکھتا ہون تو وہ عورت ہے۔ اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ابن ازرق کی وہی جورو تھی جس نے اُبھارا اور قتل عام پر آمادہ کیا تھا۔

ان دونون نئے سردارون کی ماتحتی مین بیس دن سے زیادہ زمانہ تک دونون فریق لڑتے رہے۔ جن مین سے آخری دو دن کی لڑائی قیامت کی تھی

مسلمانون کے سردار ربیع بن عمرو نے آخر خواب مین دیکھا کہ اُن کا وہی ہاتھ جو کابل مین کٹا تھا آسمان سے اُترا اور اُس نے اُنھین پکڑ کے اپنی طرف کھینچ لیا اِس خیال سے اُنھین اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ صبح کو اُٹھ کے جوش سے لڑے اور شہید ہوئے۔ اب لوگ مسلمانون کے جھنڈے کو ہاتھ لگاتے ڈرتے تھے۔ کیونکہ دو آدمی اُسے اختیار کر کے جان دے چکے تھے۔ آخر کُریب بن عبد الرحمٰن کے جوش دلانے سے حجاج بن ایاب نے مسلمانان بصرہ کا علم اپنے ہاتھ مین لیا۔ اور ایسی قیامت خیز لڑائی ہوئی کہ لوگون کو عرصۂ حشر بھی بھول گیا۔ صفین درہم وبرہم ہوگئین۔ لوگ ایک دوسرے مین گتھ گئے۔ نیزون سے لڑ لڑ کے نیزے توڑ ڈالے۔ پھر تلوارون اور گرزون کو ہاتھ مین لیا۔ اور یہان تک لڑے کہ مارے تھکن کے دست و بازو نے جواب دے دیا۔ حریف پر حملہ کرتے تو کارگر نہ ہوتا۔ نوبت یہان تک پہونچی کہ جھنجلا جھنجلا کے پتھر اُٹھاتے اور حریف پر دے مارتے۔ غیظ وغضب سے دشمنون کو گالیان دیتے۔ اور اپنی بےبسی پر غصہ کر کے رہ جاتے۔

حجاج بن ایاب نے بڑی جان بازی سے مقابلہ کیا۔ مگر لڑائی کا کسی طرح فیصلہ ہونے ہی کو نہ آتا تھا۔ یکایک اُس سے اور ایک خارجی بہادر عمران بن حرث سے مقابلہ ہوگیا۔ اور دونون حریفون نے طیش مین آ کے دشمن پر اِس زور سے وار کیا کہ دونون وار کاری پڑے۔ اور دونون اپنی اپنی جگہ پر گر کے ٹھنڈے ہوگئے۔ اتنے مین لوگون نے درمیان مین آ کے ہجوم کیا۔ اور رات ہوگئی۔ صبح کو بہت سے اہل بصرہ بھاگ کھڑے ہوئے اور بہت سے بہادر میدان مین قدم جمائے کھڑے تھے۔ اب اُنھون نے حارثہ بن بدر کو اپنا سردار منتخب کیا۔ مگر خوارج کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے عمران جو حجاج کے مقابلہ مین مارا گیا تھا اُس کی مان نے بیٹے کی لاش پر نہایت ہی پُراثر مرثیہ پڑھا۔ جس کا پہلا شعر یہ تھا۔ [ع ۵]

اللہ ایدّ عمراناً وطہّرہ ۔ وکان عمران یدعو اللہ فی السحر

ملہ ۵ خدا عمران کی مدد کرے اور اُسے پاک کرے۔ اور عمران صبح کے وقت اللہ کو پکارا کرتا تھا

اب حارثہ نے مسلمانون کو اُبھار کے لڑانا شروع کیا۔ عرصۂ جنگ گرم تھا کہ خوارج کی کچھ کمک آگئی۔ اور حارثہ کو مجبوراً راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ سب بھاگ گئے اور خوارج نے تعاقب کیا۔ راستہ مین دجلہ پڑا جس مین بہت سے مفرور مسلمان پھاند پڑے اور ڈوب ڈوب کے مر گئے۔ صرف اتنا ہوا کہ مسلمانون مین سے بنی عبدالقیس کی ایک ٹکڑی بھاگی ہوئی جا رہی تھی کہ تعاقب کرنے والے خوارج اُن کے سر پر آ پہونچے۔ مسلمان زندگی سے مایوس ہو چکے تھے تو دشمنون پر پلٹ پڑے۔ اور اتفاقاً کچھ بنی تمیم کے لوگ بھی مدد کو پہونچ گئے۔ اور دونون کی اس بہادری سے لڑے کہ خوارج کو پسپا ہونا پڑا۔

اب حارثہ اور بقیۃ السیف مسلمان بصرہ نہر تیری کے کنارے اُتر پڑے اور وہان سے قریب ہی شہر اہواز مین خوارج نے پڑاؤ ڈالا۔ اور پھر ہر روز میدان مین آ کے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ لیکن عجب قسم کی مزہ دار لڑائی ہوا کرتی تھی۔ مسلمان اور خوارج باہم لڑتے مرتے۔ کبھی لڑتے لڑتے ایک دوسرے کو روک کے امن و امان سے باہم باتین کرتے۔ دینی و دنیوی مسائل چھڑ جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا ان مین اختلاف ہی نہین ہے۔ اور پھر جب جی چاہتا ٹوک کے اور جتا کے لڑائی شروع کر دیتے۔

ایک مرتبہ خوارج کی طرف سے عبیدہ بن ہلال یشکری اور مسلمانون کی طرف سے ابو خرابہ تمیمی باہم مصروف کارزار تھے کہ عبیدہ نے لڑائی سے ہاتھ روک کے کہا "اے ابو خرابہ مین کچھ پوچھنا چاہتا ہون۔ بھلا تم سچ سچ بتا دو گے؟" ابو خرابہ نے کہا "بیشک۔ مگر اس شرط سے کہ تم بھی سچ بولنے کا وعدہ کرو۔"
عبیدہ "ہان ہان مین بھی جو بات سچ ہوگی بتا دون گا۔" ابو خرابہ۔ "تو پوچھو کیا پوچھتے ہو؟" عبیدہ۔ "تمہارا اپنے فرمان رواؤن کی نسبت کیا خیال ہے؟"
ابو خرابہ "ہمارے حکمران وہ جس کا مارنا نہ جائز ہو اُس کے قتل کا فتوے دیتے ہین اور حرام مال اور حرام عورت کو مباح کر دیتے ہین۔" عبیدہ "تو کمبخت یہ بتا کہ ملک کے محاصل کی نسبت اُن کا کیا طرز عمل ہے؟" ابو خرابہ "جو رقم نہین جائز اُسی وصول کرتے ہین اور اُسے اُس محل پر صرف کرتے ہین جہان اُس کا صرف کرنا جائز نہین۔"

عبیدہ "اچھا بتاؤ یتیم کے ساتھ اُن کا کیا سلوک ہے؟" ابوخرابہ "اُس کی جائداد غصب کرتے۔ اُس کے حقوق سے اُسے محروم کرتے۔ اور اُس کی ماں سے بُرا کام کرتے ہیں" عبیدہ "خوب۔ تو کمبخت تم لوگ ایسے اماموں[1] کی پیروی کرتے ہو"

ابوخرابہ "خیر تمھاری باتوں کا تو میں جواب دے چکا اب یہ لعن طعن چھوڑ کے ذرا میرے سوالوں کا جواب دو۔ مگر دیکھو سچ سچ بتانا" کہا "اچھا پوچھو" ابوخرابہ "بتاؤ کون سی شراب اچھی ہوتی ہے۔ صحراؤں کی یا پہاڑوں کی؟" عبیدہ "مجھ سے اور یہ سوال؟ لاحول ولاقوۃ" ابوخرابہ "اس کی سند نہیں آپ کو بتانا ہوگا"۔ عبیدہ۔ "خیر تمھیں اصرار ہی ہے تو سنو۔ پہاڑوں کی شراب قوی اور تیز ہوتی ہے اور صحراؤں کی شراب اچھی اور خوشگوار" ابوخرابہ "اور یہ کہو کہ کہاں کی کسبیاں اپنے فن میں زیادہ اچھی ہوتی ہیں۔ رام ہرمز کی یا ارجان کی" عبیدہ "استغفر اللہ! بھلا مجھ سے ایسی بات پوچھتے ہو؟" ابوخرابہ "دیکھیے آپ عہد کر چکے ہیں انکار کرنے کی سند نہیں" عبیدہ نے مجبور ہو کے کہا "اچھا یہ بھی بتاتا ہوں رام ہرمز کی کسبیاں صحبت اور میل جول میں اچھی ہوتی ہیں۔ اور ارجان کی کسبیاں صورت شکل کی اچھی ہوتی ہیں" ابوخرابہ "اب بتاؤ جریر اور فرزدق میں سے کون بڑا شاعر تھا" عبیدہ "تم پر اور ان دونوں پر خدا لعنت کرے" پھر عبیدہ نے ایک شعر پڑھ کے پوچھا "یہ کس کا شعر ہے؟" ابوخرابہ "جریر کا" عبیدہ "تو وہی دونوں میں اچھا ہے"

اصل یہ ہے کہ لوگوں میں جریر اور فرزدق کے بارے میں بڑا اختلاف تھا یہاں تک کہ ایک دن بہت سے لوگ مل کے حاکم بصرہ مہلب کے پاس گئے کہ آپ اس بارے میں فیصلہ کر دیجیے۔ اُس نے کہا میں ان دونوں کتکھنے کتوں میں سے جس کسی کے بارے میں فیصلہ کروں گا وہ مجھ پر جھپٹ مارے گا (یعنی میری ہجو کہے گا) لہذا میں تمھیں ایسے فیصلہ کرنے والوں کا پتہ بتائے دیتا ہوں جن کو اُن کا جس قدر بھی جانے کو س لیں" پوچھا "وہ کون لوگ ہیں؟" کہا "جب خوارج سے تم سے مقابلہ ہو اور تمھارا کسی خارجی سے سامنا ہو جائے تو اُس سے یہ سوال کرنا" اِسکی

---

[1] یہ تمام سلاطین اور خلفائے بنی اُمیہ پر اعتراض ہے جن کے خوارج خلاف تھے۔

قرارداد کے مطابق ابوخراجہ نے یہ سوال ابوعبیدہ سے کیا۔ اور اُس نے جریر کے موافق فیصلہ کر دیا۔

تین دن تک لڑائی کا یہی رنگ رہا۔ اور اسی قسم کے واقعات پیش آتے رہے۔ پھر اہل بصرہ اپنے گھر گئے۔ اور خوارج کے بھی تعاقب نہین کیا۔ بعد کے زمانے مین خوارج کا بار بار زور ہوا۔ اور سلطنت سے لڑائیان ہوئین۔ مگر اس مہم کا اسی واقعہ پر خاتمہ ہو گیا۔

اِن باتون کو سیح یہ ہے کہ مذہب اور عقائد سے تعلق نہین بلکہ یہ عربی قوم کی سچی شجاعت کے خصائص اور اُن کے قومی شعائر تھے۔ یہ انھین کے میدان جنگ کے ساتھ مخصوص ہے کہ رزم مین بزم کا مزہ آجاتا ہے۔

تُرکانِ آلِ عثمان

اس خفیہ بردہ فروشی کی کیفیت مشہور وزیر فواد پاشا کی بی بی بہیہ خانم کی مندرجۂ ذیل سرگذشت سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس خاتون نے یہ کام اِس شوق مین شروع کیا تھا کہ شوہر کے دست نگر ہونے سے بے پروا ہو کے ذاتی سرمایہ فراہم کرے۔ یہ کام اُس نے ایسے اہتمام سے کیا کہ چند ہی روز مین اُس کی محلسرا قابل بیع دوشیزہ لڑکیون کا عظیم الشان ٹریننگ اسکول بن گئی۔ اِس قسم کی تعلیم پائی ہوئی بہت سی لڑکیان بہیہ خانم کے پاس جمع ہو گئین تو اُسے اندیشہ ہوا کہ ان سب کا فوراً بکنا دشوار ہے۔ اور اس دشواری کے دُور کرنے کے لئے وہ عمل اور تعویذ سے کام لینے پر آمادہ ہوئی۔ چنانچہ روپیون کی تھیلی ہاتھ مین لئے ہوئے ایک بُوڑھے خواجہ (ملا) کے پاس گئی جو ایشیا سے کوچک سے آیا ہوا تھا اور اعمال وغیرہ مین بڑی شہرت رکھتا تھا۔ بہیہ خانم نے اُس سے مدد چاہی۔ ملا صاحب نے چند اشرفیان لے کے مدد کا وعدہ کیا۔ اور چند روز بعد اس خاتون کے پاس سبز چھپا کی ایک بابرکت کُرتا بھیجا۔ اور بتایا کہ یہ کُرتا جس لڑکی کو پہنایا جائے گا ایسی حسین نظر آنے لگے گی کہ جو اُسے دیکھے گا دیکھتے ہی فریفتہ ہو جائے گا۔ اب اس کُرتے مین خدا جانے یہ تاثیر تھی یا نہ تھی۔ لیکن بہیہ خانم کو اعتراف تھا کہ وہ کُرتا پہنا کے جو لڑکی خریدار کے سامنے

پتیاں کی گئی خریدار صورت دیکھتے ہی والہ و شیدا ہو گیا۔ اگرچہ یہ یقینی بات ہے کہ ان دلربائیون مین خود لڑکی کے حسن و جمال اور بہتیہ خانم کی ناموری کو بھی انتہا دخل تھا۔

غرض عام حالت یہ ہے کہ دولت عثمانیہ مین لونڈیون کے لئے کوئی شکایت کا محل نہین۔ اُن مین جو صاحب حسن و جمال ہوتی ہین ابتدا ہی سے قسمت کی دھنی معلوم ہونے لگتی ہین۔ کیونکہ بہت سے ترک مختلف اسباب سے لونڈی کو بی بی پر ترجیح دیتے ہین۔ آزاد لڑکی سے نکاح کرنے مین دولہا اور اُسکے والدین کو بہت صرف کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ رونمائی۔ چڑھاوے کے جوڑون اور دعوت کی محفل مین بہت روپیہ خرچ ہوجاتا ہے۔ اور یہ چیزین شادی کے لئے لازمی ہین۔ جن سے مفر کی صورت نہین۔ خلاصہ یہ کہ لڑکے کا باپ اگر کسی شریف خاندانی اور ہم رتبہ لڑکی کے بیاہ لانے کے مصارف نہین برداشت کر سکتا تو لڑکے کے لیے ایک لونڈی خرید لیتا ہے جو کسی محترم خاتون کے حرم کی تعلیم یافتہ ہوتی ہے۔ اور جس کے ہاتھ آنے مین سوا زر قیمت کے اور کسی قسم کے مصارف کا بار نہین اُٹھانا پڑتا۔ لونڈی چونکہ کوئی ذاتی وجاہت نہین رکھتی اسلئے اطاعت کیش اور فرمان بردار ہوتی ہے۔ اور اپنے آقا و مالک کے خوش کرنے ہی کی فکر مین رہا کرتی ہے۔ نہ اُس مین فضول حیلہ بہانے ہوتے ہین۔ اور نہ حد سے گذری ہوئی ہوسین۔ اور نہ اُس کے کوئی عزیز و قریب ہوتے ہین جو اسکی طرف سے لڑنے کو آئین۔ برخلاف اس کے آزاد عورت پوری طرح اپنے حقوق سے واقف اور اُن کو حاصل کرنے کی خواستگار ہوتی ہے۔ اور پھر اپنے میکے والون سے اُسے ان کوششون مین جو مدد ملتی ہے وہ شوہر کو اکثر اوقات نہایت ہی ناگوار ہوتی ہے۔ لونڈی کے بطن سے اگر کوئی اولاد ہو جائے تو پھر وہ فروخت بھی نہین کی جاسکتی۔ بلکہ اُسے حق حاصل ہوجاتا ہے۔ کہ اپنے لڑکے کے باپ کے گھر ہی مین رہ کے اُسکی پرورش کرے اُس کے بطن کی اولاد صحیح اولاد خیال کیجاتی ہے۔ اور اگر آقا کے پاس کوئی بی بی ہو اور اُس سے بھی اولاد ہو تو لونڈی اور بی بی کی اولاد باپ کی ترکہ مین برابر حصہ پاتی ہے۔ اکثر اوقات تو یہی ہوتا ہے کہ مالک اولاد ہوجانے کے بعد لونڈی کو آزاد کر کے اُس سے نکاح پڑھاتا اور اپنی بی بی بنا لیتا ہے۔ ایسی صورت مین گھر کے اندر اُسکی عزت و حرمت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور ایک شریف ترکی خاندان کی بیگم کے جو حقوق ہوتے ہین سب

اُسے حاصل ہو جاتے ہین۔

لاولد میان بی بی اور نیز بے اولاد بیوا اُون کا بھی قاعدہ ہے کہ خدا اولاد سے محروم رکھتا ہے تو کسی لونڈی کو لے کے اور بیٹی بنا کے پال لیتے ہین۔ ہم بیان کر چکے ہین کہ لیسمی سلطانہ بھی اسی قسم کی ایک گرجن لڑکی تھی جسے محمد علی پاشا پہلے خدیو مصر کی بہو نے جو "مصر لی خانم" کے لقب سے مشہور تھین بیٹی بنا کے پالا تھا۔ وہ بہت ہی ننھی بچی تھی کہ ایک بردہ فروش اور بہت سی لونڈیون کے ساتھ اُسے بھی لایا۔ اور اپنی تمام لونڈیون کو محل مین ملاحظہ کے لئے پیش کیا۔ مصر لی خانم نے یہ کہہ کے کہ یہ ابھی بہت چھوٹی ہے واپس لیجانے کا حکم دیا۔ اتفاقاً حرم سرا کی ایک کلفہ کی اُس پر نظر پڑ گئی اور خدا نے اُس کے دل مین محبت ڈال دی۔ اُس کلفہ نے اُسے رکھ لیا۔ حمام مین لیجا کے خوب نہلایا۔ اور مصر لی خانم کی ایک لڑکی جو چند روز پہلے مر گئی تھی اُنکے کپڑے اس ننھی بچی لیسمی کو پہنا کے اپنی بی بی کے دیوان خانہ مین سُلا دیا۔ مصر لی خانم نے دیوان خانے کے اندر اور اپنے پہلو کے برابر اُسے سوتا دیکھا تو متحیر ہو کے اُس کی کیفیت پوچھی اُس کلفہ نے سب حال بلا کم و کاست کہہ سنایا۔ اور عرض کیا کہ "خانم یہ بہت ہی پیاری اور خوبصورت بچی ہے۔ میری خوشی ہے کہ حضور اسے اپنی داغ دیجانے والی بچی کے عوض پال لین۔ اور خیال کرین کہ خدا نے اسے اُس کی جگہ دیا ہے۔" یہ بات مصر لی خانم کے دل مین بیٹھ گئی۔ لیسمی کو بیٹی بنا کے پالا۔ اور اس کی قیمت ایک ریشمی تھیلی مین رکھی اور اُس تھیلی کو لیسمی کے کُرتے کے دامن مین لپیٹ دیا۔ پھر لیسمی کو اُٹھا کے کھڑا کیا تو تھیلی کُھل کے اُس کے قدمون کے پاس گری۔ جہان سے کسی نے اُٹھا کے تاجر کے پاس پہونچا دیا۔ اس رسم سے مقصود یہ تھا کہ لیسمی عام قسم کی لونڈی نہین بلکہ بیٹی سمجھی جائے۔ اور مصر لی خانم مین اور اُس مین ہمیشہ مان بیٹیون کے سے تعلقات قائم رہین۔ جب انقلاب زمانہ سے یہ لیسمی لیسمی سلطانہ بننے کے بعد ایک ناکام و نامراد بیوہ رہ گئی تو اُس نے بھی دو ننھی گرجن بچیان لے کے پالین۔ اور جوان ہوتے پر اُن کی شادیان کر دین۔

اس قسم کی خوش اقبالی اگرچہ چند ہی لونڈیون کو نصیب ہوتی ہے مگر ممالک عثمانیہ کی لونڈیون کی حالت ارض مغرب (انگلستان فرانس جرمن وغیرہ) کی خادماؤن سے مختلف حیثیتون سے اچھی ہے۔ لونڈی کے فرائض عام اِس سے کہ وہ پیش خدمت

یا کھلائی ۔ یا شربت پلانے والی ہو زیادہ محنت و جفاکشی کے نہین ہین۔ اور اُسے محلون کا خواب دیکھنے یا شیخ چلی کے منصوبے گانٹھنے کی بخوبی فرصت ملجاتی ہے۔ جب کہ وہ دل ہی دل مین سوچتی ہے کہ کبھی مین بھی خانم ہون گی۔ لونڈیان میری خدمت کرتی ہون گی۔ اور اگر خدا نے اُسے دولت حسن دی ہے تو کبھی یہ منصوبے پورے بھی ہو جاتے ہین

معزز خاتونین جب گاڑی پر بیٹھ کے ہوا کھانے کسی دوسری خانم سے ملاقات کرنے باغون مین تفریح کرنے جنگلون کی فضا سے لطف اُٹھانے۔ یا حمام مین نہانے کے لئے جاتی ہین تو گھر کا کام کاج کرنے والی بہت سی لونڈیان اُن کے ہمراہ جاتی اور ان لطفون مین اپنی بی بی کے ساتھ شریک ہوتی ہین۔ ہر شریف خاتون کے ساتھ لونڈیون کی ایک تعداد کثیر کو موجود دیکھتے ہی سے اکثر ناواقف سیاحان یورپ کو دھوکا ہوا۔ وہ سب کو کسی رئیس یا کسی پاشا کی بیبیان سمجھ گئے۔ اور تعدد ازدواج پر بحث کرنے لگے۔ حالانکہ وہ سب خانم افندی کی خادمائین اور لونڈیان ہوتی ہین جنھین وہ اپنے آرام کے لئے یا اُن کو خریدار پبلک مین شہرت دینے کے لئے ساتھ لیجاتی ہین۔ اگرچہ آنے جانے والی خاتونون اور مہمانون کے سامنے وہ اپنی مالک بی بی کے آگے دست بستہ کھڑی ہوتی اور بڑے ادب سے بات کرتی ہین لیکن تنہائی مین انھین بات چیت اور اپنے افعال و حرکات کے متعلق بہت کچھ آزادی حاصل رہتی ہے مسلمانون کے نزدیک کم درجہ کا کھانا لونڈی غلامون کے لئے نازیبا ہے۔ کیونکہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "جو خود پہنو وہی اپنی لونڈی غلامون کو پہناؤ اور جو خود کھاؤ وہی لونڈی غلامون کو کھلاؤ" اُس مین چاہے کیسے ہی عیوب ہون اور کیسے ہی سخت قصور ہو جائین وہ نکال نہین دیجا سکتی ہے کہ گلی کوچون کی ٹھوکرین کھائے اور ہر حال مین مالک اُس کے کفاف کا ذمہ دار ہے۔ متصل سات سال تک خدمت بجالانے کے بعد وہ آزادی کی خواستگار ہو سکتی ہے۔ اور عموماً اُسے آزادی حاصل ہو جاتی ہے جس کے ساتھ ایک جوڑا دیا جاتا ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ بیاہ دیجاتی ہے لونڈی غلامون کو آزاد کرنا دین اسلام مین ایک بہت بڑا دینداری اور ثواب کا کام تصور کیا جاتا ہے۔ اور اکثر ترک بستر مرگ پر لیٹنے کے وقت گھر کے تمام لونڈی غلامون کو اجر آخرت حاصل کرنے کے لئے آزاد کر دیا کرتے ہین۔

کبھی ایسا بھی اتفاق پیش آجاتا ہے کہ لونڈیان ایسے بے رحم لوگون کے ہاتھ مین پڑجائین جو سات برس کا زمانہ گذرنے سے پہلے ہی انھین فروخت کرڈالین۔ تاکہ انکی رقم نہ ڈوبے۔ اور خریداری مین جو روپیہ صرف کیا تھا نقد ہوجائے۔ یا ایسے ظالم مالک کے ہاتھ مین مبتلا ہوجائین جس کا مزاج سخت ہو۔ اور اُن پر بے رحمی سے جبر و تشدد کرتا ہو۔ جیسا کہ دو غریب چھوٹی لڑکیون کے معاملہ مین پیش آیا۔ ان دونون مین سے ایک ارض حبشہ کی تھی اور ایک نیوبیہ کی جو شاید دو سال بڑی تھی۔ ان کو ایک معزز ترک عہدہ دار ملک افریقہ سے اپنی بیوہ مان کے لئے شہر قسطنطنیہ مین لایا تھا۔ اُس بیوہ خانم کا سلوک ان دونون چھوکریون کے ساتھ ایسا بے رحمانہ تھا کہ پڑوس والون کو بھی تکلیف ہوتی تھی۔ مگر وہ خاتون دولتمند اور صاحب اثر تھی جس پر کسی کا کچھ زور نہ چل سکتا آخر ایک دن سخت بے رحمی کی سزا پانے کے بعد دونون لڑکیان لوگون کی آنکھ بچا کے محلسرا سے نکل کھڑی ہوئین۔ اور سیدھی برٹش سفارت خانے مین آئین سفیر صاحب تو کہین باہر گئے ہوئے تھے اُن کی میم صاحب نے ترس کھا کے دونو کو اپنے پاس رکھ لیا۔ چھوکریان اُن سے واپس طلب کی گئین تو انھون نے جواب دیا کہ مین اپنے صاحب کے آئے بغیر ان کو نہ دونگی۔ سفیر صاحب چند روز کے بعد گھر مین آئے اور اُن لڑکیون کو دیکھ کے اُن کی کیفیت بی بی سے سُنی تو انگلستان کے محکمۂ خارجیہ مین رپورٹ کی۔ اور زور کے ساتھ تحریک کی کہ اگر یہ لڑکیان واپس دلائی گئین تو بڑا ظلم ہوگا۔ مگر وہ ترکی خانم صاحب بھی بغیر جھگڑا کیے نہ رہین۔ اور باب عالی مین اپنی سفارش بہم پہونچا کے ایسا زور ڈالا کہ محکمۂ خارجیۂ انگلستان سے حکم نافذ ہوگیا کہ وہ دونون چھوکریان واپس کردیجائین۔ سفیر صاحب کو ان دونون کے حال پر اس قدر ترس آگیا تھا کہ محکمۂ خارجیہ کا یہ حکم پاتے ہی اُنھون نے اپنی گورنمنٹ کو تار دے دیا کہ "اگر یہ لڑکیان دلوائی گئین تو مین استعفا دے دونگا۔ مجھ سے یہ نہین ہوسکتا کہ انھین ظلم و جور کے لئے پھر واپس کردون" آخر اُن کے استقلال نے پورا اثر کیا۔ معاملہ پر دوبارہ غور کیا گیا۔ اور وہ لڑکیان آزاد قرار دی گئین۔ جس کے بعد انھون نے دین عیسوی اختیار کرلیا۔ اور جب بڑی ہوئین تو ایک کی شادی ایک جرمنی کے ساتھ اور دوسری کی ایک ارمنی کے ساتھ کردی گئی۔

مگر برٹش گورنمنٹ کی دخل دہی سے ایک جگر خراش واقعہ بھی پیش آیا جس سے اکثر لوگون کو تکلیف ہوئی۔ جن دنون یہ واقعہ پیش آیا ہے اُن دنون لیڈی گارنٹ جن کے بیان سے ہم ان حالات کو اخذ کر رہے ہین قسطنطنیہ مین موجود تھین ہوا یہ کہ ایک لڑکی نے برٹش سفارت خانے مین آ کے پناہ لی۔ یہ مسئلہ کہ یہ کہان اور کس طریقہ سے رکھی جائے یون طے ہوگیا کہ ایک صاحب بہادر نے جو سفارت خانے کے ملازمین مین تھے اُسے کھانا پکانے کی خدمت پر رکھ لیا۔ اتفاقاً ایک ترک جوان جو سنتری تھا اور کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ اس لڑکی سے راہ و رسم ہو گئی۔ اور لڑکی اُس پر اس قدر فریفتہ ہو گئی کہ اُس سے دست بردار ہونے کو کسی طرح گوارا ہی نہ کرتی تھی۔ اور صاحب بہادر اس بات کو گوارا نہ کرتے تھے کہ ترکون کے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی پھر کسی ترک کے پاس جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ترک جوان جب ایشیاے کوچک مین اپنے وطن واپس گیا۔ تو اُس کے فراق مین لڑکی اسقدر بیخود ہوئی کہ پھانسی لٹک کے مر گئی۔

جو گرجنین باندی گری کے مدارج طے کر چکی ہین اُن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بڑی قومی ہمدردی رکھتی ہین باتون باتون مین جہان کسی گرجن کو معلوم ہوگیا کہ اُس کی ہم صحبت بھی اُس کی طرح اصل مین لونڈی تھی تو فوراً دونون مین بہناپا ہو جاتا ہے اور خاص قسم کے قریبی تعلقات قائم ہو جاتے ہین۔ عام قاعدہ ہے کہ گرجنین اپنے سے کم استطاعت رکھنے والی گرجنون پر بہت زیادہ مہربانی کرتی ہین۔ مگر ساتھ ہی دوسرون کے ساتھ کسی قسم کا تعصب نہین۔ غلامی اور گرجستانی الاصل ہونے کے تمام علامات و خیالات دوسری پشت مین جا کے فنا ہو جاتے ہین کیونکہ اُن کے بچے عثمانی ترک ہوتے ہین۔

قدر افزایان دلگداز

دلگداز کو آپکی نظر عنایت کے علاوہ دولت آصفیہ خلد اللہ دولتہا کا دامن عاطفت بھی مل گیا۔ لہذا اب اہتمام و عمدگی سے مسلسل شایع ہوتا رہے گا آپکی مزید توجہ درکار ہے۔

خاکسار منیجر دلگداز

مین الزام اُنکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

دلگداز کے اس نمبر مین سب سے پہلے ہم مولوی محمد عبد الحق صاحب بی۔ اے کا ایک مضمون شایع کرتے ہین جس کی طرف اگر توجہ کی جائے تو جدید تاریخ ہند مین ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ ایک صدی پہلے کے مورخین کا معمول تھا کہ بغیر اس کے کہ کوئی خاص پالسی یا غرض پیش نظر ہو واقعات عالم کی تصویر دکھا دیا کرتے تھے مگر اب ہر تاریخ کوئی اصول پالسی اور غرض پیش نظر رکھ کے لکھی جاتی ہے۔ اور اُس کی برکت یہ ہے کہ ہر قوم دوسری قوم سے دست و گریبان ہونے کو تیار ہے۔

مسلمان سلاطین برے ہون یا بھلے پرانی تاریخون کے دیکھنے سے اپنی اصلی صورت مین نظر آ سکتے ہین۔ مگر ان پچھلی تاریخون مین وہ ایک پُر معنی تھیٹر کے کیرکٹر بنائے جاتے ہین۔ کوئی لامذہب دکھایا جاتا ہے کوئی متعصب۔ کوئی ظالم بتایا جاتا ہے اور کوئی بت شکن۔ یہ آخری لفظ ہندؤن کے لئے نہایت ہی غیر قابل برداشت ہے۔ وہ خود آریہ سماج ہو کے چاہین بت شکنی کرین کوئی مضائقہ نہین۔ لیکن کسی مسلمان کے ہاتھ سے اگر کوئی بت ٹوٹ جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہندؤن ہی کی نہین ساری آریہ قوم کی توہین ہو گئی۔ اور خرابی یہ کہ اُنھین اپنی درسی تاریخون مین سارے مسلمان بادشاہ (سوا دو ایک کے جو لامذہب ہو گئے تھے) سب کے سب بت شکن نظر آتی ہین اور کسی قوم سی یہ گناہ کبھی نہین سرزد ہوا۔ اور سب مسلمان فرمان روا ایک طرف اور اکیلا اورنگ زیب ایک طرف۔ کیونکہ اورنگ زیب نے اتنے بت توڑ ڈالے کہ ہندوستان کا کوئی بت خانہ

اُس کے دست ستم سے نہین بچ سکا۔ راس کماری سے ہمالیہ تک اور اراکان سے افغانستان تک جتنے بت خانے مسجد بنے سب اُسی کے بنائے ہوئے ہین اور جتنے ٹوٹے پھوٹے بت ملین سب اُسی کے توڑے ہوئے ہین۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین ۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

اورنگ زیب کے متعلق اگرچہ کسی پرانی کتاب سے اِن باتون کا ثبوت نہ ملے۔ گو اگلے متعصب غیر مذہب والے بھی اُس کی انصاف پروری کی تعریف کرتے ہون۔ گو ہر سال وہ مسلمان امرا کی طرح صد ہا ہندو امرا کو بھی خلعت سرفرازی دیتا ہو گو خاص بنارس کے مندرون تک کو اُس نے جاگیرین دی ہون۔ اور اس کے شاہی فرمان ابتک موجود ہون گو اورنگ آباد کے گرد پیش کے اراضی مواضع اُس نے ہندو راجاؤن کو دے رکھے ہون تم اِن سب باتون کو جھوٹ جانو۔ اور وہی مانو جو مسٹر الفنسٹن اور اُن کے پیرو مورخون نے تم کو بتا دیا ہے۔

لیکن ہمین یہ جادو چلتا نہین نظر آتا اور یہ طلسم ٹوٹتا دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ مولوی عبد الحق صاحب نے ایک ایسے عجیب و غریب اقبالی مجرم کو پکڑ پایا ہے کہ دو کہرے موچھون والا اور پکڑ جائے داڑھی والا کی مثل پوری پوری صادق آتی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ بیچارہ اورنگ زیب مفت مین بدنام کیا گیا یہ سارے ہتھکنڈے ایک مقدس و محترم پادری صاحب کے ہین جو لوگون کی آنکھین بچا کے جہان کوئی مورت نظر آتی توڑ ڈالتے تھے۔ کیا عجب کہ بت خانون کے یہ تمام سنگین شہدا انھین بزرگ کی مہربانیون کی یادگار ہون۔ آپ اپنا کام کر کے چلتے بنے۔ اور مفت مین بدنام ہوا بیچارہ عالمگیر۔

شمس العلما مولانا شبلی نے اورنگ زیب کی حمایت مین ایک محققانہ مضمون کئی نمبرون مین تقسیم کر کے رسالۂ الندوہ مین شایع کرایا ہے۔ لیکن جب تک اِن پادری صاحب کا ذکر خیر اُس مین نہ آئے گا ہمارے نزدیک اُس کا نمک پھیکا رہے گا۔

بہرحال ہم مولوی عبد الحق صاحب کی اس جستجو کے شکر گزار ہین۔ شکر گزار تو ہندؤن کو بھی ہونا چاہیے۔ مگر ہمارے خیال مین ایسی باتون کے ماننے کے لیے اُنھین ابھی زیادہ تجربہ کی ضرورت ہے۔ اب اس تمہید کو ختم کر کے ہم اس مضمون کو پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین۔

ایک بت شکن یورپین

کچھ اوپر دو سو برس کا زمانہ ہوتا ہے کہ ایک اٹالین ڈاکٹر گیملی گریزی نامی بغرض سیر و سیاحت ہندوستان مین پہنچا۔ اگرچہ اُس کا یہان آنا خاندانی جھگڑون کی وجہ سے ہوا لیکن سفر کا شوق اُسے پہلے سے تھا۔ چنانچہ ۱۶۸۳ء مین یورپ کا سفر کر چکا تھا۔ ہندوستان مین وہ ۱۳ ماہ جون ۱۶۹۳ء کو پہنچا اور ۳ دسمبر ۱۶۹۹ء تک یہین کی سیر کی اور بعد ازان دنیا بھر کا چکر لگایا۔ غرض وہ مصر فلسطین۔ روم و ایران سے ہوتا ہوا ہندوستان مین داخل ہوا۔ اصفہان مین اُسے شاہی دربار مین بھی باریاب ہونے کا موقع ملا۔ اور وہان اس نے علاوہ دیگر سفرائے غیر ممالک کے شہنشاہ اورنگ زیب کے بیٹے محمد اکبر کو بھی دیکھا جس نے بھاگ کر شاہ ایران کے دربار مین پناہ لی تھی۔ ہندوستان مین آ کر کچھ دنون پرتگیزون کے علاقہ گوا مین رہا۔ اور اس کے بعد اُس نے اندرونی ملک کا سفر شروع کیا۔ اُس کا یہ سفر تاریخی لحاظ سے بھی بہت دلچسپ ہے۔ ۵ مارچ ۱۶۹۴ء کو وہ گوا سے اس نیت سے روانہ ہوا کہ شہنشاہ اورنگ زیب کے دربار مین حضوری کی عزت حاصل کرے۔ شہنشاہ اُس وقت مع لشکر کے گلگا مین خیمہ زن تھے۔ اس سفر مین اُس نے رستہ کی تکلیف اور باربرداری کی شکایت کی ہے لیکن ساتھ ہی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تکلیف صرف بیجاپور کے نواح مین ہے "جو آجکل عرصۂ جنگ وجدل بنا ہوا ہے" لیکن سلطنت کے شمالی حصون یعنے احمد آباد اور سورت کے قریب راستے بہت پُرامن ہین جہان کسی قسم کا خوف و اندیشہ نہین ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہندوستان سے جانے کے بعد جب وہ سفر یورپ مین مصروف تھا جاسوس سمجھ کر قید کر لیا گیا اور اُس کی عمر کے آخری دن قید مین گذرے۔ تو اسکا بہ آسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُس زمانہ مین ہندوستان کا سفر کیسا پُرامن تھا کہ غیر ممالک کے لوگ بلا خوف و خطر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیر و سیاحت کر سکتے تھے۔ راستہ مین اُس نے ایک عورت کو ستی ہوتے بھی دیکھا اور اس کی پوری کیفیت اُس نے اپنے سفرنامے مین بیان کی ہے۔ اور جو تکلیفین راستہ مین اُسے پہنچین وہ تو خیر پہونچین ہی۔ لیکن رستہ بھر جو بڑا اندیشہ اس کے دل کو لگا ہوا تھا کہ وہ کچھ اور ہی تھا

بات یہ ہے کہ ہندوستان مین پہنچکر آپ کو ایک نئی دُھن سمائی تھی وہ یہ تھی کہ جہان کہین راستہ مین کوئی بت نظر آیا آپ فوراً اُس پر دست شفقت پھیر دیتے تھے۔اور جہان دیکھا کہ لوگ دیکھ رہے ہین اور موقع نہین ہے وہان تاک مین رہتے اور آنکھ بچا اپنا کام کر کر چلتے پھرتے نظر آتے۔اور یہی وجہ ہے کہ ساری عمر یہ ڈر لگا رہا کہ اگر کسی کو معلوم ہو گیا تو جان پر آبنے گی۔مگر باوجود اس کے وہ اپنی حرکت سے باز نہین آتے تھے۔اور محض بغرض حصول ثواب یہ کام ضرور کر گزرتے حالانکہ آپ ڈاکٹر آف سول لا تھے۔ اور جب گوا پہنچے مین تو گوا گورنمنٹ نے انکا بہت غنیمت جانا اور ایک بیش قدار تنخواہ دے کر چاہا کہ انہین اپنے ہان رکھ لے مگر انہون نے منظور نہ کیا۔اگر خدانخواستہ وہ گوا مین رہ جاتے تو شاید دکن کا کوئی بت اُن کے ہاتھ سے صحیح سالم نہ بچتا۔

اورنگ زیب کے معترضین نے جہان اُسپر اور بہت سے الزام قائم کئے ہین وہان ایک بت شکنی کا الزام بھی ہے۔اگرچہ کوئی تاریخی ثبوت پیش نہین کیا گیا۔اورنگ زیب کے کیرکٹر اور مصالح کے سمجھنے مین لوگون نے بہت کچھ غلطی کی ہے اور خصوصاً یورپین مورخون نے ایسی رنگ آمیزی کی ہے کہ وہ رنگ سب پر غالب آگیا ہے اور اُن کی بہت سی ادائین مسلمات مین سے سمجھی جاتی ہین۔حالانکہ اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو اُن کی کوئی بنیاد نہین معلوم ہوتی ہے وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ تاریخ اپنے اصلی رنگ مین ظاہر کی جائے گی اور جھوٹی رنگ آمیزیان سب زائل ہو جائین گی۔کون کہہ سکتا تھا کہ خاص اورنگ زیب کے زمانے مین ایک یورپین اور وہ بھی رومن کیتھلک اور پھر ڈاکٹر آف سول لا دور و دراز کے ملک سے سفر کر کے ہندوستان آئے گا۔ اور بلا وجہ اور کسی اشتعال کے بت شکنی کرے گا۔اب ہم اُسی کی زبانی اورنگ زیب کی بے تعصبی کا حال سناتے ہین۔حالانکہ یہ شخص مسلمانون کو بھی اچھی نظر سے نہین دیکھتا تھا۔

غرض وہ ۱۷ مارچ کو منزل مقصود پر پہنچا۔اور اُن عیسائیون نے جو اورنگ زیب کی فوج مین ملازم تھے اس کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا اور انہون نے اِس سے بیان کیا۔کہ اس بادشاہ کی ملازمت مین حقیقی مسرت

اور لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور کوئی بادشاہ اپنے سپاہی کو اتنی تنخواہ نہین دیتا جتنی یہ دیتا ہے۔ اگر وہ کسی روز نہ لڑین یا اپنا فرض ادا نہ کرین تو جرمانہ مین صرف اُسی روز کی تنخواہ وضع ہو جاتی ہے اور بس۔ اور اُنکے مذہب مین کسی قسم کی مداخلت نہین ہوتی۔ فوج مین رومن کیتھلک عیسائیون کا ایک گرجا بھی تھا جس مین دو گینری پادری مذہبی رسوم کے ادا کرنے پر ملازم تھے۔ گیملی نے ایک یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ دو مسلمان شراب پینے کے جرم مین ماخوذ ہوئے اور عیسائی کپتان کے حکم سے اُنہین دُرّے لگائے گئے۔ اور اِن مسلمان ملزمون نے اس بجا اور معقول سزا کا شکریہ ادا کیا۔ جب اورنگ زیب عیسائیون کے ساتھ اس طرح بے تعصبی کے ساتھ پیش آتا تھا تو کوئی وجہ نہین کہ وہ ہندوؤن کے ساتھ تعصب برتتا اور مذہب کے خیال سے اُن پر ظلم کرتا۔

عبد الحق

صبح بہار

سو حسن نکلتے ہین سونا برستے ہین
اے صلِّ علیٰ تجھ مین کیا شان نکلتی ہے

یون تو صبح عموماً جان فزا اور فرحت بخش ہوا کرتی ہے مگر صبح بہار کا کچھ اور ہی عالم ہوتا ہے اور اُس کی شان دلچسپی معمولی صبح سے ہزار گونہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جس نے یہ صبح دیکھی ہے بس اُسی کے دل سے اُس کا نرالا جوبن اور بانکی ادا پوچھئے۔

ہائے کیا پیارا پیارا سہانا وقت ہوتا ہے اور کس غضب کا دلچسپ و دلکش منظر؟ وہ سر بستہ اور بے دہن کلیان اور منہ بند غنچے جو رات بھر دلی انقباض کی وجہ سے مضمحل اور افسردہ خاطر ہو گئے تھے صبح بہار کی یہ جان بخشی دیکھتے ہی مسکرائے اور نسیم بہار کے پہلو مین ٹہوکے دینے اور بار بار گدگدانے سے آخر کار بے اختیار ہو کر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ وہ کھلے ہوئے نوخیز پھول جو تمام رات بے کسی و کس مپرسی کے عالم مین پڑے ایڑیان رگڑ رہے تھے صبح بہار کی خوش آیند صورت دیکھتے ہی سر اُٹھانے لگے اور اپنی دلفریب تر و تازگی اور دلنظر فریب نزہت و شادابی سے ایک عالم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ خوابیدہ سبزہ جو پیراست تو اوس پڑ گئی تھی صبح بہار کی گرم زبانی سے اس وقت جھوم جھوم کر لہرا رہا ہے اور بڑے مزے کے عالم مین ہے۔

خوش نوا بلبل کے انداز سے اس وقت عجب مستی و خود فراموشی کی شان نکلتی ہے ہائے ؎ بلبل کی بہار مین نہ پوچھو * منہ چومتی ہے کلی کلی کا

کبھی قد سرو اس وقت کا خوش گوار منظر دیکھ دیکھ کر صورت تصویر حیران کھڑا ہے اور کبھی کچھ بولتا بھی ہے تو اپنی عاشق صادق قمری کی زبان سے جو اسی صبح بہار کی تلاش و جستجو مین ہر وقت کوکو کی آواز لگایا کرتی ہے۔ نغمہ سنج طیور اور رنگین ادا پرند یہان کی فضا کے گرد آ آ کے جمع ہوئے ہین اور اپنی ترانہ سنجی و خوش آوازی سے اہل عالم کا دل مسرور کر رہے ہین۔ شاید باغ (مور) بھی یہان کی یہ متحیر لطف کیفیت اور دلچسپ سمان مشاہدہ کر کے کچھ ایسے وجد و سرور کی حالت مین آگیا ہے کہ بے خود اور متوالا ہو ہو کر ناچ رہا ہے اور اس کے دل و دماغ پر عجیب محویت و انبساط کا عالم طاری ہے

نرگس بیمار جو صرف رات بھر کے لئے بیمار اور نابینا بن گئی تھی اس گھڑی اپنے گرد کے دل خوش کن منظر کو بڑی آرزو اور اشتیاق کے ساتھ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہے اور اس وقت کے سین کی بیتابی کچھ ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ اس کا شوق دیدار کسی طرح کم ہی نہین ہوتا اور یہ برابر ٹکٹکی باندھے اسے گھور رہی ہے۔ خدا جوانان چمن اور نو عروسان باغ کو اس وقت نظر بد سے بچائے جن پر بلا کا جوبن پھٹ پڑا ہے اور انکی سادگی اور خود روئی مین ایک عجیب حسن پیدا ہے۔

سوسن (جس کی زبان درازیان مشہور عالم ہین) کی زبان بھی اس وقت کہ روح افزا مناظر اور خوش گوار و دلچسپیون کو دیکھکر بند سی ہو گئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صبح بہار کی کرشمہ سازی نے تھوڑی دیر کے لئے اس کی قوت گویائی چھین کر اس کی منہ پھٹ زبان پہ لگام چڑھا دی ہے جس سے یہ دیکھنے کے سوا کسی سے بات کرنے کے قابل یا اس کی زبان مین یون کہنا چاہیے کہ ملاحیان سنانے کے لائق نہین رہی اور اسپر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی پرانی مثل پوری طرح صادق آئی۔

قدرت کا یہ انتظام بھی بے وجہ نہین معلوم ہوتا۔ سچ یہ ہے کہ ایسے پر فضا وقت اور سہانے سمان مین اس کی زبان درازیان اور سرگوشیان ہمارے مزے کو بہت کچھ کرکرا کرنے والی۔ نکھری ہوئی اچھولی صحبت مین خلل انداز ہونے والی اور روحی انبساط و وقتی لطف کو بڑی حد تک بے کیف بنا دینے والی ثابت ہوتین۔ اور

صبح بہار جو مجموعی طور پر بے عیب واقع ہوئی ہے اس بدنما عیب سے خالی نہ رہ سکتی۔

لالۂ خوشرنگ جس کے دل مین خدا جانے کس قدر مدت سے داغ ہے اور یہ بھی خبر نہین کہ کس ماہ وش کی فرقت کا داغ ہے رات بھر اس داغ کی بدولت بے چین و پریشان رہا کرتا ہے مگر واللہ اعلم کیا سبب ہے کہ صبح بہار کے رونما ہوتے ہی اس کے داغ مین کچھ ایسی ٹھنڈک سی پڑ جاتی ہے کہ یہ بھی اپنے ہمجولیون سے ہنسنے بولنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور اسکی لال لال شاداب صورت دیکھنے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت نے صبح بہار کا جلوہ اس کو نہین دکھایا بلکہ اس کے داغ دل پر مرہم کافور رکھ دیا۔ غرض نوجوانان گلشن پر صبح بہار کی معجز نمائی و جادو اثری سے ایک نور کا عالم پیدا ہو جاتا ہے۔ سو طرح کے حُسن نکلنے لگتے اور ہزار قسم کے ناز برسنے لگ جاتے ہین جن کا لطف اور کیفیت بس مشاہدہ کرنے اور دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتے ہین۔ قلم مین اس قدر قدرت نہین کہ اُس کا معمولی سا نقشہ بھی صحیح پیمانہ پر کھینچ سکے۔

صبح بہار کا یہ کرشمہ اور اعجاز آپ غیر ذی روح اجسام پر تو ملاحظہ فرما چکے اب ذی روح اجسام پر اس کی تاثیرات کی تصویرین دیکھئے۔ دیکھئے ایک مدتون کا بیمار اور وہ بھی مایوس العلاج سر جھکائے غمگین بیٹھا ہے اور اپنی تکلیفون اور ناقابل برداشت صعوبتون کا خیال کر کر کے بار بار ارادہ کرتا ہے کہ اس الجھن سے نجات پانے کے لئے خودکشی کر لے اور اس مصیبت بھری زندگی پر موت کو ترجیح دے۔ یہ ابھی اسی خیال مین سرگردان و پریشان تھا کہ نور کا تڑکا ہوا اور صبح بہار نے اپنا پُر لطف و مسرت خیز جلوہ اُس کی اشک حسرت سے بھری ہوئی آنکھون کو دکھا دیا۔ بس پھر کیا تھا ایک جادو تھا جو آنکھون کے ذریعہ سے دل تک اُتر گیا اور اس مایوس بیمار کی زبان سے یہ الفاظ نکلنے لگے "اہا کیا ہی اچھی اور دل آویز صبح ہے جس کے پُر نور جلوہ کو دیکھتے ہی میری آنکھین خوشی اور مسرت سے چمکنے لگین اور میرے قلب غیر مطمئن کو ایک ڈھارس سی بندھ گئی۔ کیا عجب ہے کہ اسی صبح کی جانفزائی۔ روح بخشی اور تن پروری پھر مجھے اُسی حالت پر لے آئے جیسا کہ مین پہلے کبھی تھا" اس حوصلہ افزا اور فرحت بخش خیال کا دل مین جاگزین ہونا تھا کہ اسے ایک مرتبہ

یکایک اس امر کا احساس ہوا کہ میرے ناتوان بدن اور نحیف جسم مین قوت و توانائی از سر نو عود کر آئی اور یہ اپنے تئین اب اُس حالت مین پاتا ہے کہ گویا کبھی بیمار رہی نہین تھا۔ ان خوشگوار خیالات کا اثر اس کے دل و دماغ پر رفتہ رفتہ اس قدر قوی گہرا اور دیرپا پڑتا ہے کہ اُسے اپنے جینے کی پوری آس ہو جاتی ہے اور تھوڑے دن بعد ہم دیکھتے ہین کہ یہ اچھا خاصا تندرست آدمیون کی طرح بازارون اور تفرج گاہون مین چل پھر رہا ہے۔ صبح بہار کی مسیحا نفسی اور معجز نمائی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے؟

اُن بدنصیب عشاق کی طرف دیکھیے جنھون نے شب ہجر اختر شماری کر کر کے کیسی کیسی دعائین مانگ کے کتنی کتنی منتین مان مان کر اور خدا جانے کس قدر کڑی مصیبتین اور سخت تکلیفین اُٹھا لینے کے بعد صبح کی خوش آئند اور دلفریب صورت دیکھی ہے اور دیکھتے ہی تمام رات کی کلفتین کاوشین اور ہجران نصیبی کی اذیتین یکلخت بھول گئے ہین اور اُن کے پژمردہ چہرون پر گرد ملال کی بجائے شادمانی و انبساط کا سُرخ و سپید پوڈر نظر آ رہا ہے اور بادی النظر مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صبح بہار کی دلفریبی و رعنائی۔ وقت کی دلچسپی اور موسم کی خوبی و دلربائی نے اپنے وجد انگیز مناظر اور اپنی لطف خیز سینریان دکھا دکھا کر آخرش ان کے دل کی مرجھائی ہوئی کلی کھلا دی ہے اور یہ اپنی کشت تمنا کو سرسبز ہوتے ہوئے دیکھ کر دل ہی دل مین مسکرا رہے ہین اور غور سے ان کی صورت دیکھنے پر صاف نظر آتا ہے کہ ع موجین کرتی ہوئی ہونٹون پہ ہنسی پھرتی ہے یا ع کبھی آتا ہے تو دزدیدہ تبسم ان کو۔

صبح وصال کو عاشق مزاج اور تفتیدہ جگر لوگ چاہے کتنا ہی برا بتائین مگر اس مین ذرا شبہ نہین کہ صبح شب ہجران کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور اگر شب ہجر کے بعد صبح نمودار نہ ہو تو بالبداہت مان لینا چاہیے کہ یہ گھڑی بھر بھی نہ جی سکین اور ایسی حالت مین بلا مبالغہ عرصۂ دنیا ان کے لئے تنگ و تاریک ہو جائے اور ہمیشہ کے لئے رہے لہذا ایسے عشق کے متوالون اور حرمان نصیب عاشقون پر صبح کا بہت بڑا احسان ہے اور وہ اس احسان مندی سے تمام عمر سبکدوش نہین ہو سکتے۔ جب معمولی صبح کے یہ اس قدر شرمندۂ احسان اور گرویدۂ دلکشی و مسرت بخشی ہین تو صبح بہار

کا ان کو نسبتہً زیادہ ممنون احسان ہونا چاہیے گو زبان سے یہ اسکا اقرار نہ کرین اور زمانہ کو کوسنے اور فلک کو برا بھلا کہتے رہین مگر ہم ان کے دل کی حالتون کو خوب جانتے ہین۔ چاہے یہ اپنے منہ سے اس شکرگذاری کا اظہار نہ کرین مگر اسے صبح بہار تجھے انکی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہیے کیونکہ ان کے چشم و ابرو اشارے کر رہے ہین کہ ہم تیرے شرمندۂ احسان اور گرویدۂ کرمفرمائی ہین۔

سنتے ہین اور معتبر ذرایع سے سنتے ہین۔ خبر ہے اور معقول خبر ہے کہ حضرت رب العزت نے جنت والون کی دلچسپی و فرحت کے لیے صبح ہی کا وقت پسند فرمایا ہی اور گو قیاس ہے مگر صحیح قیاس کہ یہ صبح بھی صبح بہار کی سی دلبری و نظر فریبی لیے ہوے ہو گی بلکہ اعتقاد اہمین اس سے بھی زیادہ بھاری دلچسپی کی امید واثق رکھنی چاہیے ناز آفرین مہ جبینون اور ملائک فریب پری جمالون نے بھی گلگشت باغ اور سیر و تفریح کا یہی پر نور۔ سہانا اور مست و بے خود کر دینے والا وقت تجویز کر کے خدا کی سنت ادا کی ہے اور خوش رفتار حسینون نے بھی اسی نور ظہور کے وقت اپنی مستانہ روش اور دلربایانہ خرام ناز کا تماشا دکھلا دکھلا کر جور وش حسینونکے سخت او ر پتھر دل کو مسخر اور نرم کر لیا ہے۔

پس صبح بہار جس مین ایسی دلچسپیان ہین۔ اس قدر روحانی مسرتین ہین۔ اسطرح کی وجدانی کیفیتین ہین جسکو پری پیکر نازنین اسقدر شوق و محبت کی نظر سے دیکھتے ہین اور جسکو خود خداوند جل و علا نے بھی ہمارے ہی لئے پسند فرمایا ہے ہم کو اس قدر عزیز کیون نہ ہو اور ہم اس کے قدرتی دلچسپ مناظر دیکھ کر از خود رفتہ و محو کس لئے نہ ہو جائین؟ اے صبح بہار! تو ہمارے لئے ہے اور ہم تیرے لئے لہذا ہم جب تک اس دنیا مین ہین تجھ سے لطف اٹھائین گے اور جب اس عالم مین ہونگے (جہان تو بھی دائمی طور پر موجود ہو گی) وہان بھی تیرے دلکش سین دیکھ کر خوش اور مسرور ہو ہوا کرین گے۔

(سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبر آبادی)

ترکان آل عثمان

در حقیقت حبشنون کا معاملہ البتہ اور طرح کا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ایک جداگانہ قوم بنی رہتی ہین۔ اور اکثر اوقات افلاس و مصیبت مین مبتلا ہو جاتی ہین۔ مگر عام طور پہ دیکھا جائے تو اُن کی اس بدبختی کا الزام خود اُنھین پر ہے۔ اس لیئے کہ اُنھون نے کچھ ایسی خود اطاعت یا بے پروا وحشیانہ سرشت پائی ہے کہ آزاد ہونے اور بیاہ دیے جانے کے بعد عموماً شوہرون سے لڑ جھگڑ کے مفارقت حاصل کر لیتی ہین۔ اور اپنی زندگی کی آپ ہی کفیل [illegible] ہین اور کوئی ادنی چیز سڑکون پہ بیچتی پھرتی ہین۔ جس حصہ شہر مین وہ رہتی ہین نہایت ہی میلا اور خستہ و خراب ہے جس مین صرف فلاکت زدہ اور شکستہ حال لوگ ہی آباد ہین۔ ترکون کے اس ملک پر قابض و متصرف ہونے کے بعد سے آج تک ہزارون لاکھون حبشیون کے لائے جانے کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ اصلی باشندون اور حبشیون کے میل سے گورے اور کالے رنگ کا عظیم الشان امتزاج ہو گیا ہوگا۔ مگر ایسا نہین ہے۔ اگرچہ حبشنون کی کبھی حبشیون کے ساتھ اور کبھی گوری قوم کے لوگون کے ساتھ اکثر شادیان ہو جاتی ہین مگر یہ سرزمین سانولی رنگت کے [illegible] موزون و مناسب نہین معلوم ہوتی۔ ایسے متضاد میل سے جو چند بچے پیدا ہوتے ہین عموماً بچپن ہی مین مر جاتے ہین۔ اور کوئی ایسی قوم نہین پیدا ہونے پاتی جو دونون کا مجموعہ ہو۔

ممالک عثمانیہ کی حبشنین اگرچہ کم رتبہ ہین اور سوسائٹی مین کوئی وقعت نہین رکھتین مگر اُن مین بجائے خود ایک بیڑا قائم ہے جس کی بدولت ایک سوسائٹی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ صرف اتنا ہی نہین کرتی کہ حبشی غلامون اور حبشن لونڈیون کو ظالم مالکون کے دست ستم سے چھڑاتی ہے بلکہ بیماری دکھی اور مرنے جینے مین بھی قوم کے کام آتی ہے۔ یہ حبشی سوسائٹی اُن کے قومی اتحاد کا ایک ذریعہ بن گئی ہے۔ اور بعض اپنے وطنی رسوم کو باوجودیکہ وہ مسلمان ہونے کے مدعی ہین زندہ رکھتی ہے۔ اس سوسائٹی کے ماتحت مختلف لاج (محفلین) ہین اور ہر محفل کی سردار ایک حبشن ہے جو کول باشی کے لقب سے یاد کی جاتی ہے کول باشی صرف میر مجلس ہی نہین ہوتی بلکہ ایک دیوتا کی پوجارن بھی خیال کی جاتی ہے جسے یہ دولت عثمانیہ کے حبشی یوروبہ کہتے ہین۔ یہ دیوتا بیٹھک کے طریقہ پر

رفتہ رفتہ کول باشی جشن کے سر پر آتا ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اِس وقت وہ اُس پر رجولیت کی شان پیدا کر دیتا ہے۔

ان بیٹھکون کے موقعون پر کول باشی اپنی محفل کے تمام شرکا کو رسمون مین شریک ہونے کے لئے بلاتی ہے اور سب آکے یورُوبہ دیوتا کے سامنے ادب سے بیٹھتے ہین۔ کول باشی کی نہایت ہی تعظیم وتکریم کی جاتی ہے۔ اور کسیکو اُس کے حکم سے انحراف و اختلاف کرنے کی جرأت نہین ہو سکتی۔ کیونکہ سب ڈرتے ہین کہ دیوتا یورُوبہ سخت سزا دے گا۔ یورُوبہ صاحب کا معمول ہے کہ کول باشی کے سر پر آکے اور اُسے مرد بنا کے شریک محفل جشنون مین سے جس جس کو چاہتے اور پسند فرماتے ہین اپنی دُلہن قرار دینے کی عزت سے سرفراز فرماتے ہین۔ اور یورُوبہ کی دُلہن بننے کا شوق جشنون مین اِس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مجال کیا کہ کوئی اِس قسم کی صحبت ناغہ ہونے پائے۔ تمام جشنین بغیر اِس کے کہ اپنے مالک سے اجازت کی درخواست کرین اور اجازت پائین چولھے اور دیگچیون کو چولھے مین جھونک کے اپنے اچھے اور بھڑکیلے کپڑے پہنتی اور اپنا پرایا جو کچھ ہاتھ لگا لے کے یورُوبہ کے مندر کی راہ لیتی ہین۔ کول باشی کا کمرہ سج کے حجلۂ عروسی بنایا جاتا ہے۔ بچھونے پر شال اور دیگر اقسام کے قیمتی کپڑے بچھائے جاتے ہین۔ اُس کا سر اور سینہ جواہرات اور طلائی سکون سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ تب وہ جا کے بچھونے پر لیٹ جاتی ہے اور زور وشور سے طبلے اور دائرے بجنا شروع ہوتے ہین۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پڑے ہی پڑے پیچ وتاب کھانے لگتی ہے اور تشنج شروع ہو جاتا ہے۔ اُس وقت سمجھا جاتا ہے کہ یورُوبہ آگئے۔ بہت سی عقیدت مند عورتون پر بھی اُس کے ساتھ عالم مدہوشی و بےخودی طاری ہو جاتا ہے۔ اور اُس بےخودی کے عالم مین وہ سنتی ہین کہ یورُوبہ اُن سب عورتون کو نام لے لے کے پکار رہا ہے جنھین اُس نے اپنی دولھن بنانے کی عزت دی ہے۔ جب یہ جوش وخروش اور تشنج ذرا کم ہوتا ہے تو شربت کے جام گردش مین لائے جاتے ہین پھر سب ایک نہایت ہی پُرتکلف دسترخوان پر بیٹھ کے عمدہ غذائین کھاتے ہین۔ یورُوبہ کی یہ بیٹھک صرف عورتون کے ساتھ مخصوص ہے۔ مرد اُس کی کسی رسم مین نہین شریک

کئے جاتے ۔ اگرچہ اِس انجمن کے سرمایہ سے مردون کی مدد ضرور کی جاتی ہے[5] کول باشی جب باہر نکلتی ہے بھاری اور پُر تکلف کپڑے پہنے ہوتی ہے۔ کئی خادمائین ساتھ ہوتی ہین ۔ جو نہایت ہی جوش عقیدت سے اُس کے احکام بجا لاتی ہین۔ دنیوی حیثیت سے بھی اُسے بہت کچھ حکومت حاصل ہے۔ کیونکہ معینہ رقبۂ اقتدارات کے اندر جو رسم لورواج سے قرار پا جاتا ہے اپنے گروہ مین سے وہ جسے چاہے اُس کی جائداد سے محروم کر سکتی ہے۔ اُسے اپنی زندگی بھر اپنے مکان مسکونہ اور اُن جواہرات و زیور کے پہنا کرتی ہے اختیار حاصل ہے۔ اپنے گروہ کے سرمایہ کا انتظام اُس کے اختیار مین ہے۔ یہ سرمایہ اکثر نقد کی صورت مین اور کبھی مختلف اشیا کی حیثیت مین چندے کے طور پر تھوڑا تھوڑا کر کے جمع ہوتا ہے۔ اور بہت قاعدے اور پابندی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی اُس کا کام ہے کہ جو غلام برے اور بے رحم لوگون کے ہاتھ مین مبتلا ہون اُنکو زر قیمت ادا کر کے آزادی دلائے۔ آزاد شدہ حبشنین اگر بیمار ہون یا ذریعۂ معیشت نہ رکھتی ہون تو اُن کو اپنے پاس رکھ کے کھلائے۔ اِسی کے نتیجہ مین یہ عام دستور پڑ گیا ہے کہ جن لوگون کو کسی ماما یا خدمتگارنی کی ضرورت ہوتی ہے وہ آزاد شدہ حبشنون کی تلاش مین اِسی کول باشی کے پاس آتے ہین جو ایسی خادمائین فراہم کر دیا کرتی ہے۔

ترکانِ آلِ عثمان کی نسبت مسیو لامارٹن نے بہت ٹھیک بتایا ہے کہ شاندار مقامات ۔ لہراتے ہوئے سمندرون ۔ سایہ دار کنجون ۔ خنک چشمون ۔ اور وسیع فضاؤن کے جن کے چارون طرف برستانی پہاڑون کا سفید حلقہ ہو۔ وہ نہایت ہی رسیا ہین ۔ عمدہ سینریون کے شوق ہی کا سبب ہے کہ ترک لوگ جس جگہ جا کے آباد ہوتے ہین وہان کے دلچسپ منظرون اور ایسے بلند مقامون کو جہان بے مثل اور لاجواب سینریان پیش نظر ہون اُنھون نے اپنی بسنے کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ علاوہ اُن

---

[5] یورپ کی نسبت یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارے ہندوستان کے شیخ سدو یا سید احمد کبیر مین قسطنطنیہ کے حبشیون کی اس رسم کو تولیڈی گارنٹ نے اُن کے وطن کی اور اسلام قبول کرنے سے پیشتر کی رسم قرار دیا۔ ہم نہین سمجھتے کہ ہمارے یہان جو بیٹھکین ہوا کرتی ہین اُن کی اصلیت کیا بتائی جائے گی تاہم مسلمانون کو شرمانا چاہئے کہ ایک مسلمہ خاتون کو بھی یہ رسم اسلام کے خلاف اور کفر و شرک کی یادگار نظر آئی ۔

سات پہاڑیون سے جن پر شہر رومۃ الکبری کی طرح استنبول آباد ہے اُنھون نے باسفورس اور بحر ایکین کے کنارے کنارے بہت سے خوبصورت اور دلکش مقامات کو رہنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ شہر سمرنا مین وہ کوہ پیگوس کے ڈھال پر پرانی شہر کی منہدم دیوارون کے نیچے بسے ہوئے ہین۔ یہی وہ مقام ہے جہان عیسائیون کا سنیٹ پولی کارپ شہید ہوا تھا۔ اور مختلف حملہ آورون نے بے شمار محاصرے کئے تھے۔ اور بڑی بڑی معرکہ آرائیان ہو چکی ہین۔ شہر سلونکا مین ترکون کی آبادی اُس نئی سڑک سے جسے مدحت پاشا نے نکالا تھا۔ اور اُنھین کے نام سے مشہور ہے شمالی حصہ شہر پناہ اور سات برجون والے قلعہ تک جو متلئہ کوہ پر ہی پھیلی ہوئی ہے۔ سڑکین جن مین سے اکثر پختہ نہین بنائی گئی ہین اور بہت سی ٹیڑھی اور اونچی نیچی ہین اُن کی یہ حالت ہے کہ خشکی کے موسم مین تو ٹخنون تک پائون بالو مین غائب ہو جاتا ہے اور برسات مین اُن کے بیچ مین پانی کا دھارا بہنے لگتا ہے۔ لیکن سڑک کے علاوہ دیگر حیثیتون سے اُنکی آبادی بمقابل یہود و نصاری کے محلون کے زیادہ صاف اور سُتھری ہے۔ کیونکہ اُن کے حلقون مین صفائی کی خدمت بجالانے والے کتے موجود ہین جن کی داشت اور پرورش مسلمان ہی کرتے ہین۔ نیز اِس سبب سے کہ اُن کے باغون اور عام صحنون کا ایک حصہ کوڑے وغیرہ کے لئے مخصوص کر دیا جاتا ہے۔

یہان پر مکان مین عام اس سے کہ غریب سے غریب ترک کا ہو اگر اُس مین باغ نہ بھی ہو تو ایک صحن ضرور ہوتا ہے اور اُس کے گرد ہمیشہ شہتوت یا ببول کے سدا بہار ہرے درختون کی قطار ہوتی ہے۔ نیز ہر مکان دوسرے سے بالکل جدا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُن کی آبادی پاشان اور منتشر ہے اور زیادہ حصۂ زمین کو لئے ہوئے ہے۔ اہل حرفہ اور مزدوری پیشہ ترکون کے مکانات بھی دیگر اقوام کے کاریگرون اور مزدورون کے مکانون سے علی العموم متمائز ہوتے ہین۔ اور اُن کی خاص پہچان یہ ہے کہ دو منزلے چھپر ہوتے ہین جن مین سڑک کی جانب کی کھڑکیون مین چوبی جالیان لگی ہوئی ہین بیرونی رُخ پر اُس مین ایک چوڑا وسیع زینہ بنا ہوتا ہے جس پر چھت بھی پٹی ہوتی ہے۔

ایک متوسط الحال خاندان کا مکان اس سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ علی العموم اُس کے تین جانب باغ اور صحن ہوتا ہے چوتھی جانب شاہراہ عام ہوتی ہے۔ اور اوپر کا درجہ اُس میں تقریباً دو فٹ باہر نکلا ہوتا ہے۔ دیوارون پر گہرا سُرخ رنگ پھرا ہوتا ہے۔ لکڑی کی بے رنگی ہوئی کھڑکیون اور جالی دار ٹٹیون پر جو مکان کے تین ثلث حصہ پر حاوی ہوتی ہین دیوارون کا یہ سُرخ رنگ خوب زیب دیتا ہے۔ مکان پر لمبے لمبے سرو شہتوت۔ اور ببول کے درختون کا گھنا سایہ رہا کرتا ہے۔ جن کے نیچے طرح طرح کی ترکاریان۔ گندنا۔ ولایتی بیگن۔ تربوز۔ خربوزہ۔ کرم کلہ اور پودینہ وغیرہ تیار ہوتی ہین۔ اور اُن کی پہلو بہ پہلو گلاب چنبیلی۔ نارنج۔ انار۔ اور لالہ خود رو بغیر اس کے کہ کسی مشرقی باغبان کو زیادہ زحمت اٹھانی پڑی ہو عجب بے تکلفی کے ساتھ کھلتے اور پھلتے رہتے ہین۔

نیچے کی منزل پر دو کمرے جن مین جانے کا دروازہ بھی الگ ہوتا ہے "سلاملق" ڈرائنگ روم کہلاتے ہین یہان صاحب خانہ اپنے مرد احباب سے ملتا ہے اور اسی نیچے کے باقی ماندہ حصہ مین باورچیخانہ رہتا ہے۔ اوپر کی منزل خاتونانِ حرم اور بال بچون کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ اور اُس کا اسباب خانہ داری سخت گدّے۔ قالین اور نمدے وغیرہ ہوتے ہین۔

ترکون کے مکانون مین صاحب مکان کے رتبہ مذاق۔ اور دولت کے مطابق بڑے چھوٹے ہونے کا اور نیز ساز و سامان کے اعتبار سے بہت کچھ فرق ہوتا ہے۔ اور اسی اعتبار سے اُن کے مکانون کو دار السلطنۃ قسطنطنیہ سے قرب اور دوری ہوتی ہے۔ بہت بڑے صاحب مرتبہ لوگون کے مکان شہر کے اندر اُنسے کم درجہ والون کے وہان سے قریب اطراف و جوانب مین۔ اور جو لوگ اُن سے بھی اُتر کے ہین دور کے اضلاع و بلاد مین رہتے ہین۔ نیز دولت مندی و عالی مرتبتی کا امتیاز پُرانی وضع کی عمارت یا نئی شان و قطع کی عمارت سے ظاہر ہوتا رہی یعنے جو زیادہ استطاعت نہین رکھتے اُن کے مکان پُرانی ہی وضع کے ہین۔ اور جن کو خدا نے زیادہ دولت دی ہے اُنھون نے جدید ترمیمون کے مطابق قصر و ایوان بنوا لیے ہین۔ مگر سب کے اوپر والی چھت سُرخ کھپرون سے پٹی ہوئی ہے

اور سقام کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یا بڑے بڑے باغون کے گھونگھٹ مین واقع ہین یا پُرجوش دریائے باسفورس کی لہرون کے آغوش مین ہین - دریا کناری والی سکونتگاہین از سرتا پا لکڑی کی بنی ہوئی ہین - ہان سامنے کے برآمدہ مین ستون البتہ سنگ مرمر کے ہین جو اکثر آس پاس کی پُرانی منہدم عمارتون سے کھود کے لائے جاتے ہین - یہ اپنے قصر اُن کے اُبھرے اور آگے کی طرف نکلے ہوئے کوٹھے - اُن کے چھجے اور برج - اُن کے نازک برآمدے اور چھتین - اُن کی نظرون مین کھپ جانے والی رنگ آمیزی - اور اُن کا زمردین سبزہ ایک عجیب شاندار تصویر نظر کے سامنے پیش کر دیتا ہے - جالیان جو زنانخانون کی کھڑکیون پر نصب ہین - اُن مین گول گول روزن ہوتے ہین جن مین سے خاتونان حرم بغیر اِس کے کہ اُن کے چہرے تک کسی نظر کی رسائی ہو اپنے دیوانخانے سے بیٹھے ہی بیٹھے باہر کے تغیر پذیر منظر کی سیر کر لیا کرتی ہین - جہان چھوٹی چھوٹی کشتیان - اسٹیمر - اور دنیا کی تمام قومون کے جہاز برابر گزرتے رہتے ہین - سکانون اور دریا کے مابین ایک پتلا گلیارہ کشتیون کو کھینچ کے لیجانے کیلئے چلا گیا ہے جو دو تین فٹ سے زیادہ چوڑا نہین سکانون کو پانی کی دست بُرد سے الگ کرتا رہتا ہے - اس راستے مین یہان وہان برابر پل بنتے چلے گئے ہین - جن کی وجہ سے راستہ کے نشیب و فراز نے عجب پُرلطف لہریا بنا دیا ہے - اِن پلون کے نیچے دریائی راستے ہین جن مین سے ہو کے سمندر مکانون کے آغوش مین پہونچا رہتا ہے - مگر ان دریائی پرایوٹ راستون کی روک تھام کے لئے پلون کے نیچے پھاٹک قائم ہین جو اکثر بند رہتے ہین - اور ضرورت کے اوقات مین کھلتے ہین تو کشتیان آکے اُن زینون اور پختہ پلیٹ فارمون سے لگ جاتی ہین جو مکانون کے اندر بنی ہوئی ہین اور جن کے ذریعہ سے اکثر عورتون اور مردون کی ایک دوسری جگہ آمد و رفت ہوتی رہتی ہے - اسی سبب سے قسطنطنیہ مین سمندر اکثر گذرگاہ عام کا کام دیتا ہے - اور لوگون کی زیادہ آمد و رفت کشتیون ہی کے ذریعہ سے ہوا کرتی ہے - غرض ترکون کا سکان عام اِس سے کہ شہر مین ہو یا دیہات مین ایک کشتیون کی آمد و رفت کے قابل بے قاعدہ سی دو منزلی عمارت ہوتا ہے -

تذکیر و تانیث

اُردو مین مذکر و مونث کا جھگڑا اس بلا کا ہے کہ جو لوگ اس زبان کو حاصل کرنا چاہین وہ سب دشواریان جھیل لے جاتے ہین مگر تذکیر و تانیث کے متعلق کچھ زور نہین چلتا۔ بڑے بڑے اُردو دانون کو اکثر اوقات شبہ پڑ جاتا ہے اور کوئی ایسی تدبیر نہین ہاتھ آتی کہ آسانی سے الفاظ کے مذکر و مونث ہونے کا پتہ لگالین۔ بڑی خوشی اور کامیابی کی بات ہے کہ جانشین امیر مینائی مرحوم جناب جلیل نے مندرجۂ عنوان نام کی یہ کتاب تصنیف فرما کے ملک کے ہاتھ مین ایک ایسا ادبی خزانہ دے دیا ہے کہ جس لفظ کی تذکیر و تانیث کو چاہین دم بھر مین چند ورق اُلٹ کے معلوم کر لے سکتے ہین۔

میری رائے مین یہ کتاب ہر اُردو دان کے مشایق کے ہاتھ مین ہونی چاہیے۔ چھپائی بھی بہت پاکیزہ ہے۔ اور کاغذ بھی اچھا لگایا گیا ہے۔ اور ۲۰×۲۶ پیمانے کے ۳۶۸ صفحون پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ کلدار۔ شایقین جناب مصنف کی خدمت مین (حیدر آباد دکن۔ "افضل گنج" کے پتہ پر خط بھیج کے طلب فرمالین۔

اے گائڈ ٹو پرشین آریبک ورڈس اینڈ پلورلس

یعنے فارسی زبان مین جو عربی الفاظ مستعمل ہین اُن کے مادّے اور جمعین بتانیوالا رسالہ۔ اصل الفاظ عربی خط کے ٹائپ مین ہین اور اُن کا ترجمہ انگریزی زبان مین بتایا گیا ہے اس کتاب کے ذریعہ سے عربی الفاظ کے مادّے معنے اور اُن کی جمع بآسانی معلوم ہو سکتی ہے۔ عربی و فارسی خوان طلبہ مدارس انگریزی کو اس کی ایک جلد ضرور اپنے پاس رکھنی چاہیے قیمت ۱۲ار۔ درخواستین جناب مصنف اے۔ اے حسام الدین صاحب مدرس فارسی ٹریننگ کالج پونہ کی خدمت مین بھیجی جائین۔

تصحیح

دلگداز کے گذشتہ نمبر کے ٹائیٹل مین لوح کے صفحہ پر بجائے جولائی کے جون چھپ گیا ہے۔ جن حضرات کے پاس وہ پرچہ گیا ہے براہِ کرم تصحیح فرمالین۔ جون کا پرچہ شروع ۱۹۰۸ء مین پہونچ چکا ہے۔

خاکسار منیجر دلگداز

علم ریاضی اور مسلمان

تاریخ عالم میں مسلمانون کی ترقی کا دور بھی ایک عجیب زمانہ ہے - اسوقت کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہو گا کہ اُن دنون مسلمان ایک طرف تو تمام دنیا مین مقدس مذہب اسلام کی اشاعت کا عزم کئے ہوے تھے - دوسری طرف اُن کے ہر فرد کے دل مین جملہ علوم کے حصول کی بھی لو لگی ہوئی تھی - ان خواہشون کے ساتھ ہی ملک گیری کا شوق اور رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کی تمنا بھی انکا دامن پکڑے ہوے تھی - ان چارون باتون نے اسی زمانے کی تاریخ کو ایسے ایسے عظیم الشان کارنامون کا مخزن بنا دیا کہ اب انکی ترقی یافتہ امورون کا اندازہ کرتے وقت خیال کی آنکھ بھی چوندھیا جاتی ہے - افسوس کہ یہ وقت جس قدر جاہ و جلال اور شان و شوکت سے پر تھا اسی قدر کم اس کو ثبات حاصل ہوا - مسلمانون سے تہذیب سیکھا - تمدن مین ترقی کی چین سے ہسپانیہ تک تمام معلومہ دنیا کو فتح کیا - اسی زمانے کے مروجہ علوم کو حاصل کرنے اور انکو اعلے درجے کی ترقی پر پہونچانے کے علاوہ کئی جدید علم اور نئے فن ایجاد کئے - اور اُن کو معراج کمال پر پہونچایا - مگر جب کاہلی - عیاشی اور آرام طلبی کے شکار ہوئے - تو سب کچھ ایک دم ہاتھ سے جاتا رہا - زمانے نے یہ سب ترقی اور تنزل کے رنگ ایک ہزار برس کے اندر ہی اندر دکھادیئے اگر دنیا کی ابتدا سے اب تک کے وقت کا خیال کیا جائے تو ہماری ترقی کا زمانہ بجلی کی چمک کے مشابہ معلوم ہوتا ہے - ادھر آیا - اُدھر چلا گیا - اگرچہ دیگر اقوام کی نسبت ہماری ترقی

حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ہوئی مگر ہمارا زوال اُس سے بھی زیادہ تیز رفتار کے ساتھ ہوا۔ اپنے بزرگون کی صدیون کی کمائی ہم نے سالون مین نہین بلکہ چھینون مین ملیامیٹ کر دی۔ جب ہم تصور مین اپنی قوم کے عروج کا نقشہ کھینچتے ہین اور پھر اپنی اس تنزل یافتہ حالت کو دیکھتے ہین تو بے اختیار ہماری زبان سے یہ اشعار نکل جاتے ہین ؎

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط	داماں باغبان و کف گلفروش ہے
یا صبحدم جو دیکھئے آکے تو بزم مین	نے وہ سرور و جام نہ جوش و خروش ہے
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی	اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

عروج تو ہمارا کمال پر پہونچا ہی تھا۔ مگر افسوس زوال اس سے بھی زیادہ انتہائی درجہ پر پہونچا۔ وہ قوم جو کبھی اقوام عالم مین ممتاز تھی آج دوسرون کی ہی نظرون مین ذلیل نہین بلکہ خود اپنی نظر مین بھی خوار ہے۔ وہ نمایان کام جو کبھی ہمارے ہی بزرگون نے انجام دئے تھے آج ہمین انسانی طاقت سے باہر دکھائی دیتے ہین۔ اور اگر ہم دیگر اقوام کے افراد کو وہی کام کرتے ہوئے اپنی آنکھون سے بھی دیکھ لیتے ہین تو یہ کہکے خاموش ہو جاتے ہین کہ "ان پر خدا کا سایہ ہے" "ان مین مادرائے انسان قوتین موجود ہین" "وہ جو چاہین کر سکتے ہین" ہمارا اُن کی تقلید کرنا کو ہے اور ہوس کی مثال ہے۔ وہ علوم جن مین ہمارے بزرگون نے کمال حاصل کیا تھا۔ آج ہمین ایسے مشکل نظر آتے ہین کہ ان کے ابتدائی منازل بھی طے نہین کر سکتے۔ انہین مین ایک علم ریاضی بھی ہے کہ جس کو ہمارے اسلاف نے اہل ہند و یونان سے حاصل کرنے کے بعد اس قدر وسعت دی تھی کہ اہل یورپ بھی باوجود سیکڑون برس کی جد و جہد کے اس سے آگے بہت ہی کم ترقی کر سکے ہین۔ ایک زمانہ تھا کہ جب ہمارے مرد ہی اس علم کے میدان مین جولانیان نہ دکھاتے تھے بلکہ مستورات بھی اس مین کمال حاصل کیا کرتی تھین آج یہ حالت ہے کہ اگرچہ پنجاب مین مسٹر فضل محمد خان سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم (علیگڈھ) اس علم ریاضی مین خاص امتیاز حاصل کر چکے ہین یعنی جس سال انھون نے ریاضی کا ایم اے کا امتحان دیا تو تمام صوبہ مین اول رہے اور سرکاری وظیفہ پر ولایت تحصیل علم کے لئے بھیجے گئے اور صوبجات متحدہ مین ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب نے اس علم مین وہ قابلیت پیدا کی جسکا نہ صرف تمام عالم اسلامی بلکہ یورپ

اقرار کرتا ہے مگر پھر بھی ہمارے عوام یہ خیال کرتے ہین کہ علم ریاضی سے ہم مسلمانون کی طبیعتون کو مناسبت ہی نہین ہے۔ کاش کہ یہ تنگ خیال لوگ صفحات تاریخ کی سیر کرین اور دیکھین کہ رابعہ کی تقریرون کو جو عموماً اسی علم ریاضی کے اہم مسائل کو حل کرنے کے لئے ہوتی تھین کس طرح لکھوکھا آدمی سینکڑون نہین ہزارون کوس کا سفر کرکے سننے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ یہ تو ایک عورت کے کمالات تھے۔ آؤ اب ذرا یہ بھی دکھائین کہ ذکور اہل اسلام نے اس علم کو کسقدر وسعت دی تھی اور یہ کہ علم ریاضی کی موجودہ حالت کسقدر ہمارے بزرگون کی کوششون کی زیر بار ہے۔

مسلمانون نے پہلو تو حکماے یونان کے دفترون کو کھنگالا اور اس بحر بیکران مین سے جو جو قیمتی گوہر ہاتھ لگے سب کو عربی ادب کے عالیشان مکان مین قرینے سے سجا دیا۔ چنانچہ دنیا کے مشہور ریاضی دان اصحاب اقلیدس۔ تھیودوس۔ اپلونیوس۔ ایسی کلیس۔ منیلیوس وغیرہ جو یونان کے مایۂ ناز تھے۔ ادبار زمانہ کے باعث مدتون سے گوشۂ گمنامی مین پڑے ہوئے تھے۔ صدیان گزر گئین مگر ان کے نامون کو زندہ کرنے کے لئے کوئی مسیحا پیدا نہ ہوا۔ آخر انھین کلمہ گویون نے انہین اپنے دربار علم مین بلا کر دنیا کو ان کے کارنامون سے روشناس کر دیا یعنی ان کی تحقیقات کو عربیت کا جامہ پہنا کر لیلاے ریاضی کے مجنون خلیفہ مامون الرشید کے حضور مین پیش کیا جس نے انکو فوراً خلعت قبولیت عطا فرما کر شاہی "علمی حرم" (کتبخانہ) مین جگہ دی اور لانے والون کے منہ شکریہ کے سونے کے ٹکڑون سے نہین بلکہ سچے قیمتی جواہرات سے بھر دئے۔

حکیم ارشمیدس کی روح بھی جو یونانی مجمع علما کا ایک چمکدار موتی تھا مسلمانون کو دعائین دیتی ہے جنھون نے اس کی ان تمام تصانیف کو جو اس نے کرہ اور اسطوانہ کے متعلق حد اعلام کس کس محنت و عرقریزی سے ترتیب دی تھین اپنی علمی زبان کا قیمتی حلہ ہی عطا نہین کیا بلکہ پھر افکار کے آبدار موتیون سے ان کے خوبصورت چہرون کی زیبائش کو اور بھی دوبالا کر دیا۔ یعنی انھون نے اس دانا حکیم کے خیالات کی اس خوبی سے شرحین لکھین کہ اس کی تمام محنتون کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر خود ارشمیدس بھی اس زمانے مین پیدا ہو کر اپنی ان تمام تصانیف کی شرحین لکھنا چاہتا تو ایسی خوبی سے کبھی نہ لکھ سکتا جیسا کہ ہمارے اسلاف نے انکو لکھا ہے۔

اہل اسلام نے یونانیون کے مردہ علوم کے زندہ کرنے مین جو سرگرمیان دکھائین اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انھون نے صرف اتنے ہی پر قناعت کی بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ جب اُنھون نے اس مسیحائی فرض سے فراغت پائی تو خود فکر کی گہرے سمندر رولن مین ریاضی کے متعلق نئے نئے نکات کے قیمتی گوہرون کی تلاش مین غوطے لگائے۔ اور اُن کی ان کوششون کو من جدّ وجدؔ یا جوئیدہ یابندہ کی مد افق قدرت نے اکثر وفعہ کامیابی کا تاج بھی پہنایا۔

البُتانی جو بلاشبہ عرب کا بطلیموس تھا اس نے علم مثلث یا ٹرگنا میٹری (Trigonometry) مین جو تحل ریاضی کی ایک پھل دار شاخ ہے۔ مندرجۂ ذیل ایجادین کین۔

(۱) بطلیموس اور اس کے پیرو وترون کا استعمال کرتے تھے مگر اس نے اپنی ذہانت سے نصف وترون کا استعمال کیا۔

(۲) کروی مثلثون کی پیمائش کا بنیادی قاعدہ دریافت کیا۔

(۳) جیب اور تمام جیب یعنی سائن (sine) اور کوسائن (cosine) کی اصطلاحین اختراع کین

(۴) مماس یعنی ٹینجنٹ (Tangent) کا استعمال شروع کیا اور اس کو آفتابی ربع دائرون کے حساب مین شامل کر کے اس کا نام ظل ممدود رکھا یہی آج کل خط مماس کہلاتا ہے۔

البُتانی کے تقریباً ایک صدی بعد ابن یونس کا زمانہ آیا تو مماس کے استعمال کو اور زیادہ عمومیت حاصل ہوئی۔ ابوالوفا نے بھی اس کا استعمال کیا۔ اس حکیم (ابوالوفا) نے علم مثلث کے متعلق بعض اور خطوط بھی ایجاد کئے۔ جن سے اس نے اس علم ہیئت کے نظری مسائل حل کرنے مین کام لیا ہے جو کرہ کی سطح پر منطبق کئے جاتے ہین۔

ان خطوط کو موجودہ زمانے مین مماس۔ ظل تمام۔ خط قاطع وغیرہ کہتے ہین مگر اس نے انہین ظل تفاضل۔ ظل مستقیم یا عمودی اور قطر الظل کے نامون سے موسوم کیا ہے۔ اسی طرح کروی مثلثون کی پیمائش مین جو چھ قاعدے رائج ہین ان مین پانچوان قاعدہ جابر فلکی المتوفی سنہ ۱۱۵۰ء کی ایجاد ہے۔

۱ چشم تصور میں آج سے نو برس پہلے کے وقت کا نقشہ کھینچو۔ جبکہ دنیا میں گیارھوین صدی عیسوی کا دور دورہ تھا اور اس بھارت ورش کے مشہور مندرون اور پاٹ شالون کی سیر کرو تو انہین مین تمہین ایک دھوتی پوش پنڈت چندن کا ٹیکا لگائے بڑے اطمینان سے آسن جمائے مالا جپتا ہوا نظر پڑے گا جس کے سامنے ودیارتھیون کی ایک بڑی جماعت تحصیل علم مین مشغول دکھائی دے گی۔ اس مہاپرش کے چہرے پر غور کرو گے تو اس کے اندر تاتاری خون جوش مارتا معلوم ہوگا اور اس کے چہرے سے نور اسلام کی شعاعین نکل نکل کر تمہاری آنکھون کو ٹھنڈک دین گی۔ یہ کون ہے؟ وہی غریب الوطن ابوریحان البیرونی جس کا نام عالم ہیئت اور دنیاے ریاضی مین خاص ادب اور عزت سے لیا جاتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے کہ جس نے قدیم عربی علم ریاضی کو ہندی علم ہندسہ کی مدد سے اسقدر مکمل کر دیا کہ علماے متاخرین تو صدیان گزرنے پر بھی اسپر بہت ہی کم اضافہ کر سکتے ہین۔ اس یورپ کو پیدا ہوے ایک زمانہ گذر گیا۔ اور عرصے سے علم ریاضی پر انکی خاص توجہ مبذول ہے مگر ریاضی کی جو عظیم الشان دیوار اس جوانمرد پردیسی نے کھڑی کی تھی اسپر علماے فرنگ ابھی تک ایک دو ردون سے زیادہ بڑھانے مین کامیاب نہین ہو سکے۔ علم مثلث مین جو مختلف المقدار زاویون کی جیبون اور تمام جیبون یعنی سائن اور کوسائن کی جدولین ہین اگرچہ انکی بنیاد تو اہل اسلام نے بہت پہلے سے ڈالدی تھی مگر ان کو جبہ تکمیل عطا کرنے کا فخر البیرونی کو حاصل ہے۔ علم جبر و مقابلہ یا الجبرا کی شاندار عمارت جو قلعہ ریاضی کا بڑا مستحکم اور مضبوط حصہ ہے اس کا بنیادی پتھر بھی ہمارے ہی اسلاف نے رکھا تھا۔ کچھ شک نہین کہ انہون نے اس عمارت کے لئے مصالحہ ہند۔ ایران اور یونان سے اکٹھا کیا مگر چونکہ اس سے پہلے اس علم کی کوئی جداگانہ صورت نہ تھی اور اگر کچھ تھی بھی تو بہت ہی ابتدائی حالت مین تھی جیساکہ کسی عمارت کے بننے سے پہلے اس کی اینٹین ذرات خاک ہوتی ہین اسی طرح جبریہ اصول بھی اس زمانے مین بہت ہی ابتدائی حالت مین مختلف داغون مین بکھرے پڑے تھے مسلمانون نے انھین بڑی محنت سے اکٹھا کیا اور ان سے نتائج اخذ کر کے اس عظیم الشان علم کی تدوین کی بنا ڈالی۔ اور اپنے زمانۂ عروج مین ہی اس کو ایسی حالت پر پہونچا دیا کہ جس پر ان کے جانشین دانایان فرنگ بڑی آسانی سے موجودہ شاندار عمارت کھڑی کر سکے۔ اس علم مین سب سے پہلی تصنیف ابوجعفر محمد بن موسے خوارزمی

کی ہے۔ اور اس مین فارسیون۔ یونانیون اور ہندیون کے اصول ریاضی کو اکھٹا کر کے ان سے علم جبر و مقابلہ کا استخراج کیا ہے۔ اس کے بعد ابو کامل شجاع بن اسلم نے اس علم مین کئی کتابین تحریر کین۔ جو علمی دنیا مین خاص قدر کی نظر سے دیکھی گئین۔ اس نے جبر و مقابلہ کی چھ تعدیلون مین ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی تھی۔ علماء اندلس (ہسپانیہ) نے اس کی اس قابل قدر تصنیف کی کئی شرحین لکھین جن مین قرشی کی شرح سب سے بہتر ہے۔ مسلمانون نے اس علم مین جو جو اضافے کئے ان کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر یہان بطور مثال مین صرف ایک پیش کئے دیتا ہون حکیم ارشمیدس کرہ اور عمود کے مسائل کو الجبرے سے حل کرنے مین ناکام رہا اور آخر اس نے یقین کر لیا کہ یہ مسائل اس علم سے حل ہی نہین ہو سکتے مگر جب ابو جعفر خازن نے انھین مسائل کی تحلیل کا ارادہ کیا تو اس نے مخروطی قطعات کے ذریعہ سے اس گورکھ دھندے کو سلجھا لیا۔ ابو حنیفہ دینوری المتوفی ۲۸۱ھ ہجری ابو الوفا بوزجانی ابو العباس سرخسی متوفی ۲۸۶ھ کی تصانیف متعلق علم جبر و مقابلہ دنیائے ریاضی مین خاص وقعت رکھتے ہین۔ محمد بن مسعودی نے بھی اس علم مین ایک رسالہ لکھا ہے جو نہایت جامع مفید اور تمام مسئلون پر حاوی ہے نصیر الدین طوسی کی کتاب الظفر۔ ابن فلوس ماردینی کا نصاب الجبر ابن علی موصلی کا نصاب المفید۔ ابن اسلم اور ابن معلی کی جامع الاصول اور ابن یاسمین کا رجوزہ بھی اسی علم کی قیمتی تصانیف ہین۔

اقلیدس کو بھی مسلمانون نے بہت کچھ ترقی دی۔ بہت سے مسائل نئے نکالے اور بہت سی شکلون کے حل زیادہ آسان کر دئے۔ بعض مسائل کو متعدد طرح سے ثابت کیا اور سب سے بڑھکر یہ کہ انھون نے اس کے متعلق اسقدر عمدہ اور کثرت سے تصانیف کین کہ عربی علم ادب کی بارگاہ مین ریاضی کی اس ہونہار بیٹی کا بھی خاص قصر تیار ہو گیا چنانچہ حسن بن ہیثم نے جو کتاب اس علم کے متعلق لکھی ہے اسکی نسبت علماء کا خیال ہے کہ یہ ان کتابون سے ہے جنھین ابتدائی ہندسہ کی تکمیل کا فخر حاصل ہے۔

علم مساحت پر بھی اہل اسلام نے کچھ کم توجہ مبذول نہین کی۔ قرون وسطیٰ مین جبکہ مسلمانون کا ستارۂ اقبال نصف النہار ترقی پر بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا

ان کے مقبوضات تمام معلومہ کرۂ ارض پر چھائے ہوئے تھے - اس زمانے مین حکومت کو سب سے زیادہ آمدنی صرف زمین ہی کے لگان سے ہوا کرتی تھی اس کے علاوہ انتظام ملکت کو قائم رکھنے اور دنیا مین تمدن اسلامی کو اشاعت دینے کے لئے انھین لازمی طور پر اس علم کو خاص اہمیت دینی پڑی اس علم مین انھون نے قابل قدر تصانیف ہی نہین کین بلکہ اس کے اصولون اور قاعدون کا انھون نے عملی طور پر استعمال بھی کیا - بلا شک اس بارے مین ان کی کوششین آخر خیر سے بامرادی کا سہرا حاصل کرکے رہین - اور اس علم کی ترقی سے ان کے نظم و نسق اور تمدن مین ایک قسم کی نئی روح پڑ گئی - آج جو کچھ اس علم کی روز افزون ترقی کے باعث فلاح ملک کے نئے نئے سامان دیکھتے ہو - ان سب کے انتظام کا سلیقہ ہمارے لائق حکمرانون نے ہمارے فاضل اسلاف سے ہی سیکھا ہے - سعدی ہند مولانا حالی سچ فرماتے ہین -

کیا جا کے آباد ہر ملک ویران مہیا کئے سب کی راحت کے سامان
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیابان انہین کر دیا رشک صحن گلستان
بہار اب جو دنیا مین آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہین کی لگائی ہوئی ہے

یہ ہموار سڑکین یہ راہین مصفا دو طرفہ برابر درختون کا سایا
نشان جابجا میل و فرسخ کے برپا سر رہ کوئین اور سرائین مہیا
انھین کے ہین سب نے یہ چربے اتارے
اُسی قافلے کے نشان ہین یہ سارے

علم ہندسہ کی دیگر شاخون کی طرح مسلمانون نے فن ارباع پر بھی خاص توجہ مبذول کی یہ فن ان مین زیادہ ہر دلعزیز اس لئے ہو گیا کہ وقت کے حساب کے لئے پہلے پہلے ان کے پاس اس کے سوا کوئی اور ذریعہ نہ تھا - نوین صدی عیسوی مین اس فن کی پیدائش ہوئی اور اس کو مسلمانون نے دودھ کی بجگہ اپنے قیمتی وقت کا خون اپنے پسینہ مین ملا ملا کے پلایا - اور بہت سے مسلمان مردان خدا نے اس فن پر متعدد کتابین تصنیف کین - محمد البغدادی نے جو دسوین صدی عیسوی کے آسمان علم ھندسہ پر ایک چمکدار ستارہ تھا اس علم کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور اس مین اس نے

اشکال کو خط مستقیم کے ذریعہ سے ایسے ٹکڑون مین تقسیم کرنے کے قواعد بیان کئے جو اعداد و مفرد وغیرہ کے ساتھ تناسب رکھتے ہون۔

مناظر و مرایا (Optics) ہیئت (Astronomy) اور قوائے آلیہ (میکانکس) جو نیم ریاضی علوم ہین ان مین بھی مسلمانون نے بہت جولانیان دکھائین ہین۔ مناظر مین ابوعلی الحسن علی بن منصور قزوینی اور محقق طوسی کی تحقیقات بڑے پایہ کی مانی جاتی ہے۔ علی بن عیسی نے بھی اس علم کے متعلق کئی کتابین لکھی ہین جن مین سے ایک مین یہ دکھایا گیا ہے کہ لڑائیون اور محاصرون کے وقت دشمن کی فوج گولہ بارود کے بغیر صرف آتشی شیشون کے استعمال سے کس طرح جلا کر خاکستر کر سکتے ہین (Astronomy) علم ہیئت کے متعلق جو کچھ مسلمانون نے کیا وہ ایسا نہین ہے کہ اس چھوٹے سے مضمون کے احاطہ مین آ سکے نیز دو علمی رسالون اور اخبارون مین اس کے متعلق بہت کچھ لکھا بھی جا چکا ہے اس لئے یہان اس کے تکرار کی ضرورت نہین۔ قوائے آلیہ میکینکس (mechanics) کی تحقیقات مین جو مسلمانون نے جگر کاویان کین انکا اگر اندازہ کرنا ہو تو مولانا شبلی کی کتاب "میکینکس اور مسلمان" ملاحظہ فرمایئے۔

اہل اسلام کی علم ریاضی کے متعلق ترقیات اور تحقیقات کا جو بیان اوپر بطور مشتے نمونہ از خروارے ہوا ہے۔ وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہین کہ مسلمان ریاضی کی تحصیل اچھی طرح نہین کر سکتے غلطی پر ہین۔ کیونکہ جن لوگون کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ موجودہ زمانے کے مسلمانون سے کہین زیادہ "مسلمان" کہلانے کا استحقاق رکھتے تھے۔ وہ ہم سے بہت زیادہ احکام دین کے پابند تھے وہ اسلام کے سچے پیرو نہین بلکہ جان نثار عاشق تھے مگر سوال یہ ہے کہ آخر مسلمانون مین یہ خیال کس طرح پھیل گیا کہ "ہم علم ریاضی نہین پڑھ سکتے" وہ کیون عام طور پر اس علم سے متنفر پائے جاتے ہین؟ اور ہمارے جو بھائی امتحانات یونیورسٹی مین فیل ہو جاتے ہین اُن مین سے اکثر صرف ریاضی مین ہی کمزور ہونے کی وجہ سے کیون ناکام رہتے ہین؟ غور کرنے سے ان تمام سوالات کا جواب یہ ملتا ہے کہ دراصل ہم مسلمانون مین استقلال اور جم کر کام کرنے کی عادت نہین ہے

اور یہی وہ کمی ہے جو ہماری علمی ترقیات مین حارج ہے مسلمان بچے علم ریاضی سے اسی واسطے بھاگتے ہین کہ انہین استقلال کے ساتھ محنت کرنے کی عادت نہین ہوتی۔ مگر منازل علم ریاضی طے کرنے کے وقت وہ خیال کی گاڑی جسے ذہانت اور تدبیر کے گھوڑے کھینچتے ہین اسکے دو پہیے یہی محنت اور استقلال ہین اور انہین دو پہیون کی عدم موجودگی یا بوسیدگی کی وجہ سے اس علم کی منزلین طے کرتے وقت ہماری اور اک کی گاڑی یا تو چلتی ہی نہین اور اگر چلتی بھی ہے تو رستے مین ہی رک جاتی ہے۔ اور ایسی رکتی ہے کہ آخر بددل ہوکر ہمین اس راستے سے کنارہ کرنا پڑتا ہے اب اگر یہ پوچھا جاسے کہ ہم مین محنت اور استقلال کی عادت کیون نہین؟ تو دیگر احباب چاہے اس کا جواب کچھ ہی دین مگر مین تو ضرور یہی کہونگا کہ یہ عمدہ صفات ہم مین سے صرف اس لیے زائل ہوگئین کہ ہم آج کل مقدس اسلام کے احکام کو انکے اصلی معنون مین سمجھنے اور ان پر عمل کرنیکی کوشش نہین کرتے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہماری عاقبت سدھارنے کے ساتھ ہی ہمکو اپنی موجودہ زندگی بھی خوشحال اور باعزت بنانے کے ڈھنگ بتاتا ہے۔ وہ تمام صفات جن کی انسان کو علمی اور تمدنی ترقی کے لیے ضرورت ہے ہم مین تب ہی پیدا ہوسکتی ہین جبکہ ہم اسکے پرازحکمت احکام کی تہ دل سے قدر کرین اور ان پر عمل پیرا ہونے کو اپنا فرض اعلی تصور کرین۔ اسلام کی اس تعلیم پر جو ہمارے ملانون کی من گھڑت نہین بلکہ خود خداوند تعالی نے ہمکو سید المرسلین کے ذریعے بصورت قران پہونچائی ہے۔ غور کرو اور دیکھو کہ وہ ہمین کسطرح استقلال سے کام کرنے کی طرف مایل کرتی ہے۔ وہ شخص جو ایک دفعہ اسلام کی موافق فطرت تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ اور اسکو اپنا دستور العمل بنا لیگا۔ مین کہہ سکتا ہون کہ پھر وہ کبھی کسی مشکل مین نہین گھبرا سکتا اس کا ایمان ہوگا کہ نتیجہ ضرور خداوند کریم کے سپرد ہے۔ مگر چونکہ وہ منصف اور علیم کل ہے اسلیے اپنے قانون کو کبھی نہین بدلتا۔ اسکا قاعدہ ہے کہ وہ ہر کوشش کو بشرطیکہ صدق دل اور نیک نیتی سے ہو ضرور بارور کرے۔ وہ رحیم ہے اور یہ اسکی صفت رحم کے خلاف ہے کہ اس کا بندہ تو کسی ایسی شے کے حصول کی خواہش کرے جو اسکے حق مین کسی طرح

مضر نہ ہو بلکہ مفید ہو اور وہ اسے ناکام کر کے اسکی محنت کا خون کرے۔ اسلام کبھی اُس ذات برتر و حقیقی کی شان مین ایسی بدگمانی کی اجازت نہین دیتا وہ تو ہمین ایسے خدا کے وجود کا یقین دلاتا ہے جو اپنے بندون کو نیک اور مفید کامون مین مصروف دیکھہ کر خوش ہوتا ہے اور اگر ہم کسی بھلے کام کے کرنے کا عزم کرتے ہین تو وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے جو شخص صحیح معنون مین مسلمان تھا خدا کے مندرجہ بالا قانون پر یقین رکھے گا اور اسے اپنے ہر مفید کام مین خدا کی امداد پر پورا پورا بھروسہ ہوگا اسکے دل مین وہ ناکامی کا خیال کبھی دخل نہ پاسکے گا جو بڑے بڑے مستقل مزاجون کو کم ہمت اور بزدل بنا دیتا ہے اور پچہتر فیصدی ناکامیون کا باعث ہوتا ہے خدا پر بھروسہ رکھنے کا عقیدہ ہم سے صرف اس مضر اور پریشان خیال کا استیصال نہ کرے گا۔ بلکہ اسکے ساتھہ ہی وہ ہمارے دل مین ایک اطمینان وہ خیال یہ بھی پیدا کرے گا کہ اگر ہم اپنی ضمیر یا قوت تمیز اور عقل سے کام لیکر طلب مقصود کی راہین طے کرین گی تو کامیابی ضرور ہمارے شامل حال ہوگی۔ مقصود تک پہونچنے کے لئے خواہ کیسی ہی کڑی منزل درپیش ہو۔ اگر ہم ایک دفعہ اسکے طے کرنے کا ارادہ ٹھان کر اپنا قدم بڑہا دین گے تو زہرہ جبین بت کامرانی ہمارے ہر نقش پا کو چومنے کے لیے تیار ہوگی۔ کسی اچھے کام کے شروع کرتے وقت حالات کی ظاہری صورت کیسی ہی ڈراونی معلوم ہو مگر جب ہم اسے ایک دفعہ شروع کر دین گے تو سارا بھیانک نظارہ آہستہ آہستہ پردۂ رحمت بنتا چلا جائیگا۔

یہ نتیجہ ہے استغنا اور انجام کار بالآخر حسب مراد ہونے کا یقین ایک ایسی اکسیر ہے جو آناً فاناً مین ہمارے سست اعضا کو چست اور ذرا ذرا سی ناکامیون سے ٹوٹ جانے والے ارادونکو مستقل اور مستحکم بنا دے گی۔ پھر جب ہم لیس للانسان الا ما سعی پر غور کرین گے اور اس کے معانی کو اپنے روزانہ مشاہدہ کے مطابق پائین گے تو ہمارے دلون مین ایک ایسی روح پیدا ہو جائے گی جو ہمین اپنے ہر مقصد کے حصول کے لیے محنت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ بلکہ اگر مین یہ کہون تو شاید زیادہ درست ہو کہ اس سے ہمارے جسم مین ایک ایسی برقی رو پیدا ہو جائیگی جو ہمیشہ تک ... کارخانہ ہاے مشین کو چلتا کر دے گی اور ہمارے ہر فرد کو قومی ترقی کے

کے کارخانے میں پوری تیزی سے کام کرنے والا پرزہ بنا دیگی۔ غرضکہ اگر ہم سب سے پہلے اپنے مذہبی احکام کی غرض و غایت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور سمجھنے کے بعد فوراً ان کو اپنا دستور العمل بنا لیں تو پھر کچھ شک نہیں کہ تھوڑی ہی مدت میں ہم میں وہ تمام صفات حمیدہ پیدا ہو جائیں گی۔ جو ہمارے اسلاف میں موجود تھیں اور جب یہ ہوگا تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم بھی اپنے بزرگوں کے سے نمایاں کام کرنے لگیں گے۔ اور تھوڑے ہی زمانے میں ہم میں سے بہت سے ابستاتی اور البیرونی نظر آئیں گے۔ جو میدان ریاضی میں فرنگی نیوٹنوں کو پچھاڑنے لگیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ پھر تو ہم جملہ علوم مروجہ میں اعلےٰ درجہ کی قابلیتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے اور ہماری قوم جلدی سے زندگی کے ہر شعبہ میں دنیا کی دوسری قوموں سے بڑھی ہوئی دکھائی دے گی۔

اے خداوند کریم! ہم مسلمانوں کو توفیق عطا کر کہ ہم تیرے بتائے ہوئے سچے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اس طرح ایک دفعہ پھر اپنے آپ کو تیری ان عنایات کا مستحق ثابت کریں جو آج سے ایک ہزار برس پہلے ہم پر مبذول تھیں۔ آمین ثم آمین۔

راقم

مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ

خاکسار افسر ہوشیارپوری ‏ ۲۹ جنوری ۱۹۰۸ء

۷ خیال یار

کتنا با وضع ہے خیال اُسکا ‏ بیکسی میں بھی آئے جاتا ہے

بیشک آئے جاتا ہے اور کسی وقت ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اس سے زیادہ پابند وضع دنیا میں شاید اور کوئی ہو مگر سچ کہہ دیں ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ اس سے بڑھ کر باوفا و باوضع کوئی اور چیز بھی اس عالم میں پیدا کی گئی ہے۔ ہم چاہے جس حالت ہوں اور چاہے جو کیفیت ہم پر طاری ہو لیکن ممکن نہیں کہ خیال یار اُسوقت ہمارے پاس نہ ہو اور ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تسلیاں نہ دے رہا ہو۔

یہ خیال یار کی کرشمہ سازی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم درد فرقت سے بیچین ہیں اور کسی پہلو کسی کروٹ قرار نہیں آتا مگر یہ ہی وہ مسیحا نفس ہے کہ فوراً ہمارے پاس

آ تا اور اپنا تسلی آمیز ہاتھ ہمارے سینہ پر رکھ کر درد کھو دیتا ہے۔ یاد جانان کی اس سے زیادہ معجز نمائی اور کیا ہوگی کہ ہم شب فرقت مین کسی وعدہ فراموش ناز آفرین کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہین اور اس کے آنے سے بالکل مایوس ہین اگر یہ دور ہوا ہوگیا ہے اور ہمارے تغافل شعار مہ جبین کی پرتو پر تصویر مشتاق آنکھون کے سامنے لا کے کھڑی کر دی ہے۔

ہمارے ستم کیش دلربا اور جفا جو کا فرماجرا پر روسیاہ رقیب کو ہر طرح کا اختیار حاصل ہے اور اس کی ذات سے کبھی یہ امید نہین کی جا سکتی کہ ہمارے پری جمال محبوب کو ہم سے اطمینان سے ہم آغوش و ہم صحبت ہونے کا کوئی خوش گوار موقع دیگا۔ لیکن خیالی دنیا مین آکے وہ بھی مجبور و بے بس ہو جاتا ہے اور اس سے یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ ہماری معشوقۂ حور تمثال کو عالم خیال مین نہ آنے دے۔ اور ہمین دیدار یار سے محروم رکھے خیال دلدار کی اس سے بڑھ کے کرم گستری و مہربانی اور کیا سمجھی جا سکتی ہے۔

آہ آغوش حقیقی تو کہان ہم کو نصیب ہان تصور مین تجھے کھینچ لیا کرتے ہین

واقعی وہ وقت بڑا ہی پر لطف و مسرت انگیز ہوتا ہے جب ہم خیال یار سے ہم کنار ہوتے ہین۔ پیارا ناز آفرین چہرہ نظر کے سامنے ہوتا ہے اور ہم بڑی بے تکلفی کے ساتھ رخسار یار کے بوسے لیا کرتے ہین اُس وقت نہ رقیب کا سا دشمن ہوتا ہے نہ حضرت شیخ کا سا ناصح۔ نہ محتسب ہوتا ہے نہ محل صحبت اور نہ رعب حسن ہم پر اپنا مرعوب کرنے والا اثر ڈالتا ہے حسن کی عالی پایہ بارگاہ مین اس وقت جتنی اور جیسی جی چاہے گستاخیان کرین سب جائز ہے کوئی پوچھنے والا نہین انھین لطفون مین محو ہو کے اور دنیا و مافیہا کو فراموش کر کے ایک فطرت شناس اردو کا شاعر کہہ اٹھا ہے کہ ؎

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن بیٹھے رہین تصور جانان کئے ہوئے

رقیب کا اندیشہ بھی صرف ایک دنیوی جھگڑا ہے۔ اصل روک ٹوک مذہب اور دین کی ہے جس سے پروانہ اقتدارات لے کے شیخ و محتسب آئے اور ہم پر مسلط ہوئے ہین مگر عالم خیال مین سچ پوچھیے تو ان بزرگون کا بھی زور نہین چلتا اس لیے

نہین کہ ہمارے دل تک یہ رسائی نہین پاتے۔ بلکہ اس لیے کہ جو گناہ خیال کے حد تک ہو اور ارکان و جوارح تک نہ پہونچا ہو معاف ہے اور اس کے متعلق ہم سے باز پرس نہ کی جاے گی۔ حضرت مسیح کی شریعت نے بیشک حد اعتدال سے گذر کے ہمارے دلون پر پہرے بٹھا دیے تھے۔ مگر اسلام کی برکتون نے ہمین عالم خیال مین آزادیان دی ہین۔ جس کے حجلۂ عیش مین ہم مہ جبین نازآفرین کو اسطرح چپکے سے بلاتے ہین کہ کسی کو کانون کان خبر نہین ہوتی اور پھر جو جی چاہتے ہین کرتے ہین۔ کسی کی مجال نہین کہ اعتراض کرے۔

ہان صوفیہ صافیہ نے صفاے نفس کی ضرورت سے عالم خیال مین ہماری روک تھام کی کوشش کی ہے۔ مگر انھون نے خود حسن پرستی اور کسی کی پیاری صورت کو نزد بان خدا پرستی قرار دے دیا ہے لہذا اس دربار سے بھی ہمین پروانۂ آزادی مل گیا۔ اب بھلا کس کی مجال ہے کہ کسی خیالی دلچسپی یا خیالی پیکر جانان پر دست درازی کرنے سے ہمین روک سکے۔ برشتہ دل عاشقون کی آرزوئین چاہے عالم خارج مین پوری ہوتی ہون یا نہ ہوتی ہون لیکن اس مین ذرا شک نہین کہ عالم خیال مین آکر یہ ایسی ایسی بیباکانہ گستاخیان کر جاتے ہین کہ مہ وش نازنین گھبرا اٹھتے ہین اور بے اختیاری و بے بسی کے عالم مین اُن کی زبان سے نکل جاتا ہے "آنکھ بھر کر ہمین دیکھے تو بس اندھا ہو جاے کہ"

یہ وہ عالم ہے کہ اس مین دل جلے شیداؤن کی کوئی آرزو ایسی نہین جو پوری نہ ہو سکے اور کوئی ارمان ایسا نہین جو نکلنے سے باقی رہ جاے۔

سچ یہ ہے کہ اگر خیال یار ہماری دلدہی و تسلی نہ کرے اور ہمارے پہلو مین ٹہو کے دے دیکے نہ گدگداے تو ہماری زندگی وبال جان ہو جاے اور فراق کی ناقابل برداشت گھڑیان ہم سے کاٹے نہ کٹین۔ یہ تو یہ ہمین تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اگر خیال یار ہمارا مونس و غمگسار نہو تو عرصۂ دنیا ہمارے لیے تنگ ہو جاے اور ہم گھڑی بھر بھی نہ جی سکین۔

عاشق جس امید پر فراق کی نہ کٹنے والی راتین کاٹ لیجایا کرتے ہین وہ صرف خیال یار کی بدولت ہی کاٹ لے جایا کرتے ہین اور نہین درد فرقت مین اگر کسی دوا

انسے سکون ہوتا ہے تو اسی خیال یار سے جو شربت دیدار کا گلاس پیش کرکے اون کی تمام کلفتین دور کردیتا اور گزری ہوئی تمام تکلیفین دل سے مثل حرف غلط مٹا دیتا ہے کسی کی ناز آفرین تصویر پیش نظر ہوتے ہی یہ کچھ ایسے بے خبر و مدہوش ہو جاتے ہین کہ پھر انہین کسی غم و الم کا احساس ہی نہین باقی رہتا۔ بس یہ ہوتے ہین اور انکی پرجوش دلربا۔ طرح طرح کے ارمان ہوتے ہین اور قسم قسم کی آرزوئین پھر جوش تمنا کے دریا مین تلاطم برپا ہوتا ہے۔ اور کسی کے چھیڑنے ستانے اور شکوہ کرنے کا خیال بار بار انکے دل مین آن کر ہوکے دینے لگتا ہے جس سے یہ بیخود و مجبور ہوکر اس ملایک فریب چہرے کو جو شرمایا لجایا ہوا نظر کے سامنے کھڑا ہے گھورنے لگتے ہین اور گھورتے گھورتے کچھ ایسے متوالے و خود فراموش ہو جاتے ہین کہ دربار حسن مین وہ وہ ناجائز گستاخیان اور شوخیان کر بیٹھتے ہین جو انہین کبھی میسر نہین آسکتی تھین ایسی غیر مترقبہ مقصد وری سے متاثر بن کے اور اس قدر غیر معمولی کامیابی کے نشہ مین سرمست و مخمور ہوکر یہ کچھ ایسے محو و سراپا حیرت بنجاتے ہین کہ بیجان تصویر کا اُن پر دھوکا ہونے لگتا ہے اور ابھی ان کی یہ محویت و عالم حیرت دور نہین ہونے پاتا کہ وہ سراپا ناز تصویر جس سے اُن کی زندگی ہے اور جس پر یہ مرتے ہین آنکھون کے سامنے سے اُن کی یہ غفلت و بے پرواہی دیکھکر غائب ہو جاتی ہے اور جب یہ کچھ آہٹ پاکر چونکتے ہین تو نظر فریب چہرے کو کسی طرف نہین پاتے۔ یہ حالت دیکھتے ہی اُن کا سرور و عالم محویت سب کافور ہو جاتا ہے اور یہ ایک دلدوز آہ کھینچکر بے اختیاری کے لہجہ مین کہنے لگتے ہین۔

یہ کس نے عین مزے مین جگا دیا ہم کو
ابھی تھے خواب مین اُن کو گلے لگائے ہوئے

راقم
سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبر آبادی

مفتاح القرآن

بنارس کی آئی - جے لزارس اینڈ کو نے قرآن مجید کے تمام الفاظ کی ایک فہرست شایع کی ہے - جو دو حصون مین منقسم ہے - پہلے حصہ مین کل الفاظ قرآن کو لغوی ترتیب سے مرتب کرکے ہر ایک کے سامنے بتا دیا ہے کہ وہ کون کون سی سورۃ اس کے کس کس رکوع اور کس کس آیت مین واقع ہے - سورۃ کا نام بھی لکھ دیا ہے - اور شمار بھی بتایا ہے اور رکوعون اور آیتون کا شمار بتایا ہے - اور اس تکمیل کے ساتھ کہ اگر کوئی لفظ قرآن پاک مین چار پانچ سو جگہ آیا ہے تو ان سب مقامات کا حوالہ دیا ہے - اور انگریزی حرفون مین اس لفظ کا تلفظ بھی بتا دیا ہے - دوسرا حصہ قرآن مجید کی فرہنگ ہے جس مین تمام الفاظ کو اوسی لغوی ترتیب سے مرتب کرکے انگریزی اور اردو مین معنی بتا دئے ہین - ایسی کوششین اس سے پیشتر بھی کی جا چکی ہین - مگر یہ سب سے زیادہ مکمل ہے - ہمارے علم مین اس تکمیل کے ساتھ الفاظ قرآنی کے حوالے بتانے کی پہلے کوشش جرمنی مین کی گئی تھی اور اس کے بعد یہ دوسری کوشش ہندوستان مین کی گئی ہے - لیکن یہ آخری کوشش پہلی سے بڑھی ہوئی ہے جسکی مدد سے ہم باسانی قرآن مجید کی ہر آیت کا پتہ لگا لے سکتے ہین - اس سے نفع اوٹھانے والے زیادہ تر مسلمان ہی ہوسکتے ہین مگر افسوس کہ مذکورہ دونون کوششین روشن خیال عیسائیون کے ہاتھ سے عمل مین آئین -

اچھا ہوتا اگر الفاظ کے ساتھ مضامین کا بھی اشارہ کر دیا جاتا تاکہ ہر لفظ کو جس مضمون کی آیت مین تلاش کرنا ہوتا تلاش کر لیا جاتا اور ہر جگہ دیکھنے کی زحمت سے لوگ بچ جاتے - اس قسم کی ایک فہرست مولوی نظام الدین حسن صاحب وکیل ہائیکورٹ لکھنؤ نے کی ہے اور اُن کی کتاب زیر طبع ہے امید ہے کہ وہ کتاب ان دونون مذکورہ کتابون سے زیادہ مکمل ہو - مگر جب تک وہ نہین ہے ہم مفتاح القرآن کو ایک تائیدیی یادگار کرتے ہین - اور لزارس اینڈ کو کے شکر گزار ہین -

یہ کتاب نہایت عمدہ چکنے ولایتی کاغذ کے بڑے بڑے اخباری ورقون پر بہت واضح اور روشن ٹائپ مین چھپی ہے اور مجلد ملتی ہے جسکی دفتی پر انگریزی سنہرے

حرفون مین نام لکھا ہوا ہے - قیمت کمل دونون حصون کی بیس روپیہ کلدار ہے لیکن اگر دونون حصہ الگ الگ لیے جائین تو پہلے حصہ کی قیمت سولہ روپیہ کلدار اور دوسرے حصہ کی آٹھہ روپیہ کلدار ہے - یورپ والون نے اس کتاب کی بے انتہا قدر کی اور بیسیون جلدین ہفتہ وار جاری ہین - اگر مسلمانون کی طرف سے اس کی قدرافزائی مین کوتاہی ہو تو یقیناً بڑی ناشکری ہوگی - جن حضرات کو منگوانا ہو "لزارس اینڈ کو بنارس" کو لکھ کے ویلیو پے ایبل طلب فرمالین -

زبان دہلی

اس نام کا ایک نہایت عمدہ اور قیمتی رسالہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء سے نکل رہا ہے - جس کا مرکز دہلی ہے - اور چونکہ زبان اردو کا پہلا منبع و مرکز دہلی کا قلعہ معلی تھا - لہٰذا قلعہ کا خوبصورت اور شاندار پھاٹک لوح پر بنایا گیا ہے - اس کے ایڈیٹر حضرت مایل دہلوی ہین - جن کا مذاق سنجیدہ اور پاکیزہ ہے - کیونکہ یہ رسالہ جب سے نکلنا شروع ہوا ہے اُس وقت سے آج تک کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے - چھپائی لکھائی کاغذ سب چیزین اعلیٰ درجہ کی ہین ہر پرچہ مین دو ایک تصویرین بھی اعلیٰ درجہ کی مشاہیر ملک کی شایع ہوا کرتی ہین - مضامین بھی مشہور روزگار انشا پردازون کے ہوتے ہین - خلاصہ یہ کہ سوا اس کے کہ ملک کی قدردانی اس کی پشت پناہی کرے اور کسی بات کی کمی نہین - حجم بھی ۴۸ سے ۶۴ صفحون تک رہتا ہے جو کم نہین بلکہ اس کی قیمت ڈھائی (عہ) روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک کے دیکھتے بہت زیادہ ہے - ہم حضرت مایل کو اُن کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین - اور امید رکھتے ہین کہ وہ اپنی بیش بہا کوشش مین ضرور کامیاب ہون گے -

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!!

موسی ندیا! موسی ندی!! تو نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا نام اختیار کیا ہے۔ اور تیری پڑوسن عیسیٰ ندی نے جو حیدرآباد سے دو ہی ڈھائی میل پر تجھ سے آکے ہم آغوش ہو گئی ہے حضرت عیسیٰ کا نام۔ حیدرآباد نے تم دونون کے پڑوس مین جیسی جیسی ترقیان دکھائین۔ اور اعلیحضرت سریر آرائے دکن کے دار السلطنت مین جیسی شان و شوکت نمودار ہوئی اُس سے ہم کو یقین آگیا تھا کہ تم دونون سے ید بیضا کا معجزہ بھی نمایان ہو رہا ہے اور احیائے موتے کا بھی۔

ہم تیری سطح پر آفتاب کی کرنون کو کسی کی پُر افشان پیشانی کی طرح چمکتے دیکھتے تو اُسے ید بیضا تصور کر لیتے۔ اور ہر مرتبہ جب ہم اپنے تاجدار گردون مدار کی فیاضی سے کسی کو نہال ہوتے دیکھتے تو اُسے احیار موتے کا معجزہ سمجھتے۔

مگر موسی ندی! موسی ندی!! ہمین تیری معجز نمائی کے اِس پہلو کا خیال ہی نہ تھا۔ کہ تو ید بیضا کے بجائے حضرت موسی کا عصا بھی بن سکتی ہے۔ عصائے موسی کی شان دکھائی تھی تو کاش یہ شانِ رحمت دکھائی ہوتی کہ "فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا" (جاری ہوئے اُس سے بارہ چشمے) تجھ سے دس بارہ ندیان جدا جدا جاری ہو جاتین۔ اُن سے سرکار عالی کا ملک پہلے سے زیادہ آباد ہوتا۔ اور رعایا کی مرفہ الحالی ترقی کرتی۔ لیکن موسی ندی! تجھ سے تو عجب شان قہاری ظاہر

ہوئی۔ تو ایک آنًا فانًا مین عصائے موسیٰ سے وہ عظیم الشان اژدہا بن گئی جو دم بھر مین مصر کی ہزارہا خلقت کو نگل گیا تھا۔ جس نے ایک چشم زدن مین مصر کی آبادی صاف کر دی تھی۔ افسوس موسی ندی! ہمین تجھ سے ایسی امید نہ تھی۔

عصائے موسیٰ کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ سمندر مین راستے ہو گئے۔ پانی جہان تھا دیوارون کی طرح وہین ٹھہر گیا۔ ہمارے زمانے کے آہنی پلون کی طرح اُن مین جھجریان بن گئین۔ اور بنی اسرائیل کے بارہ سبط بارہ راستون سے ایک دوسرے کو دیکھتے بھالتے اطمینان و فارغ البالی سے پار چلے گئے۔ اور ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ فرعون کے لشکر نے جیسے ہی اُس دریائی راستہ مین قدم رکھا پانی جوش و خروش کے ساتھ ل گیا۔ سمندر قہاری کی شان سے اُبلنے لگا۔ قیامت کا تلاطم نمودار ہوا۔ اور دم بھر مین اُس لشکر کا پتہ نہ تھا کہ کیا ہوا اور کہان گیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا۔

بیشک ہم گنہگار ہین۔ سر سے پاؤن تک معاصی مین ڈوبے ہوئے ہین۔ ہمارا بال بال گناہون سے گُندھا ہوا ہے۔ مگر موسی ندی! ہم سب خدا پرست ہین۔ ہمارے مشرک بھی فی الحقیقت موحّد ہین۔ ہمارے کفار بھی اُس ذات وحدہٗ لاشریک کے منکر نہین۔ پھر ہمارے ساتھ تجھے ایسا سلوک نہ کرنا چاہیے تھا۔ ہم پر یہ جوش غضب ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہمارے ظل اللہ الحمد للہ کہ سچے خدا پرست اور خدا کے برحق دین کے حامی و مربی ہین۔ ہمارے مدار المہام تصوف کے رنگ مین رنگے ہوئے اور دریائے وحدت و معرفت مین غرق ہین۔ ایسے نیک لوگون اور ایسی خدا پرست آبادی کے ساتھ وہ سلوک جو کبھی فرعون اور اُس کے لشکر کے ساتھ کیا گیا تھا! موسی ندی! الضاف یہ ہے کہ تیرا یہ جوش بے محل اور تیرا یہ غیظ و غضب بے موقع تھا۔ ہم سیہ کار سہی مگر اتنے بدتر بھی نہ تھے کہ تو ہمارے حق مین عصائے موسی کی شان قہاری دکھلانے کے لیے خلقت کو نگل جانے والا اژدہا بن جائے۔

موسی ندی! موسی ندی!! تیرے اس سیلاب کو کوئی طوفان نوح سے تشبیہ دیتا ہے اور کوئی سیل عرم بتاتا ہے۔ ہو۔ مگر ان دونون تاریخی واقعات کی ہولناک

نہین قدامت کے پردے مین چھپ گئے۔ اور اُن کے جگر خراش مناظر بُعد کے دھندلکے مین ہین۔ ہمین تو سچ مچ کوہ وِسےوِیَس کی شان نظر آرہی ہے اور تیرا سیلاب اُس کے آتشین لاوے کا سیلاب معلوم ہوتا ہے جس مین ایطالیہ کا شہر پومپیائی غرق ہوگیا تھا۔ وسےویس کے آتشین سیلاب نے پومپیائی کو چارون طرف سے محصور کر لینے کے بعد اندر قدم رکھا تھا۔ اُسی طرح تیرے سیلاب نے شہر کی اندرونی آبادی کے بعض محلّون کو جبکہ لوگ غافل سو رہے تھے ہرچہار طرف سے گھیر لیا۔ اور اُنھین ایک خطرناک جزیرے مین محصور کرلنے کے بعد ڈبویا۔

مگر پومپیائی کے غریق بحر آتشین آج دو ہزار برس بعد نکل رہے ہین اُس سیلاب نے اُنھین اپنے دامن کے نیچے محفوظ رکھا۔ جنھین آج کل کی زندہ دنیا اگلے عبرتناک سیلاب کی یادگار سمجھ کے دیکھتی ہے۔ اور اُن کی حالت دیکھنے کے لئے لوگ دُور دُور سے سفر کرکے آتے ہین۔ مگر موسی ندی تو تو بتا کہ ہمارے مُردون کو بہا کے تو کہان لے گئی؟ اور اُنھین کہان رکھا ہے؟ کہ ملنے جُلنے اور لطفِ صحبت اُٹھانے کے لئے نہین تو اُن کی حسرتناک صورتین دیکھنے ہی کے لئے ہم اُن کا نظارہ کرسکین۔ اُنھین کہین امانت رکھا ہے یا سمندر کے قعر مین پھینک آئی؟ موسی ندی! موسی ندی!! یہ مُردے نہین یہ ہماری امانتین ہین جنھین ہم تجھ سے لین گے۔ آج نہین تو کل قیامت کو لین گے۔ ایک دن ضرور آنے والا ہے جب اے اژدہا صفت ندی تجھے اپنے یہ لذیذ لقمے اُگلنے پڑین گے۔ اور تجھے اپنے اس ظلم وستم کا یقیناً جواب دِہ ہونا پڑے گا۔

آہ تیرا غیظ وغضب! تیرا جوش وخروش! تیری بےرحمی وسنگدلی! تیری وہ غضبناک صورت! تیری وہ پرشکن جبین! تیری وہ بدحواس کر دینے والی ہیبت! تو کیا تھی اور ایک دم بھر مین کیا ہوگئی! ہم تجھے کیا سمجھے ہوئے تھے اور کیا نکلی! وہ دیکھو لوگ بدحواس بھاگے جاتے ہین۔ کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہین۔ پردے کی بیٹھنے والیان ننگے سر ننگے پاؤن گھرون سے نکل پڑی

ہین ۔ مائین بچون کو بھول آئی ہین ۔ بیٹے باپون کو نہین یاد رہے ہین ۔ بہن بھائی سے چھوٹ گئی ہے ۔ اور شوہر جورو کو چھوڑ آیا ہے ۔ یہ کہان بھاگے جاتے ہین؟ اور اس قدر بدحواس کیون ہین؟ ۔ اس لئے کہ موہنی ندی ایک بھوکے اژدہے کی طرح پیچھے دوڑی آتی ہے ۔ وہ سڑکون پر سانپون کی طرح لہرا لہرا کے دوڑ رہی ہے کہ کوئی ملے تو اُسے ہڑپ کر جائے ۔ گلی کوچون مین رینگ رہی ہے کہ کوئی انسانی شکار ہاتھ آئے تو اُسے ہضم کر لے ۔ گھرون مین گھستی ہے کہ کوئی تھکا ماندہ رہ گیا ہو تو اُسے اپنا لوالہ بنائے ۔ اپنی قہار بھوک سے وہ بیتاب ہے ۔ چارون طرف زندہ مخلوق کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے ۔ ہزار ہا بندگان خدا کو نگل گئی اور پیٹ نہین بھرتا ۔ اُس کی قیامت خیز چال مکانون کو گراتی اور عالیشان عمارتون کو ڈھاتی جاتی ہے ۔ جدھر جاتی ہے ستھراؤ ہو جاتا ہے اور جہان ایک بھی بستی ہے بالکل صفایا نظر آتا ہے ۔ وہ غریب بیکس ماندے جو نہ بھاگ سکے ہین اور نہ اس ظالم ندی کے ہتھے چڑھ سکے ہین جن مکانون مین اُنھون نے پناہ لی تھی اُنھین مین دب دب کے اور خود اپنی بنائی ہوئی عمارتون کے نیچے پس پس کے جان دے رہے ہین ۔

مگر یہ تصویر بھی اُن مقامات کی ہے جہان لوگ تیرے حملہ سے پہلے چونک اُٹھے ہین ۔ اُنھین تھوڑا بہت بھاگنے کا موقع مل گیا ہے ۔ اور اپنے عزیزون کو ڈوبتے اور مکانون مین دبتے اور بیکسی سے جان دیتے دیکھتے ہوئے گرتے پڑتے بھاگے ہین لیکن اُن جگہون کی خونی تصویر دیکھی بھی نہین جا سکتی جہان تو نے اپنا جوش دکھانے سے پہلے ہی لوگون کو اپنے آغوش مرگ مین گھیر لیا ہے ۔ وہان کا عالم! عالم مرگ! عالم تباہی! عالم بے کسی و بے بسی! نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ بیان ہو سکتا ہے ۔ جنھین خبر ہو گئی ہے کہ موت سر پر آ پہونچی حسرت و یاس سے بھاگے ہین ۔ مگر ہر طرف سے راستہ بند ہے ۔ جدھر جاتے ہین تیری لہرین موت کے فرشتون کی طرح راستہ روکے کھڑی پہرہ دے رہی ہین کہ کوئی نکلنے نہ پائے ۔ جب سب راستے بند دیکھے تو خدا کے گھر کی طرف چلے ۔ مسجدون مین خلقت بھری ہوئی ہے مگر تو نے اُس حرم ربانی مین بھی قدم رکھا ۔ اور ساعت

بہ ساعت تیرا تلاطم بڑھتا ہی جاتا ہے - یہان تک کہ تیرا پانی اُبلتے اُبلتے چھتون سے جا لگا - اور وہ سب پناہ گزین خدا ہی کے گھر مین سے خدا کے پاس سدھار گئے - یہ بھی وہ لوگ تھے جنھون نے کچھ ہاتھ پاؤن مارے - بہت سے تو ایسے مین جنھین خبر بھی نہ ہونے پائی - اور اُن کا بستر عیش ہی بستر مرگ بن گیا - آہ کتنے وہ کھاؤ دلہن ہین جو شب زفاف ہی مین ہم آغوشی سے آغوش موت مین چلے گئے - اور او موسی ندی! اُن کے چاندی کے پلنگ ہی کو تختۂ تابوت بنا کے تو اپنے دوش پر اُٹھا لے گئی اور اُن کی روحون کے ساتھ اُن کے جسمون کو بھی عالم فنا مین پہونچا آئی -

موسی ندی اب تجھے کسی پر تو ترس آیا ہوتا! کوئی تو تیرے دست ستم سے بچا ہوتا - عبّاد کو مسجدون مین - برہمنون کو دیر مین - طلبا کو مدرسون مین - صوفیون کو خانقاہون مین - غرض کسی کو کہین نہ چھوڑا - جو جہان تھے وہین رہے اور تو اُن کے سرون پر جا پہونچی - بی بیان شوہرون کے سامنے - بیٹے بیٹیان ماں باپون کے سامنے - بہن بھائی بہن بھائیون کے سامنے - دوست دوستون کے سامنے ڈوب ڈوب کے مر رہے ہین اور کسی کو بچانے کی جرأت نہین ہوتی - وہ مرتے وقت چاہتے ہین کہ آخری وصیت کے دو کلمے اپنے عزیزون اور دوستون کے کانون تک پہونچا دین مگر نہ وہ اپنے جان کے خوف سے سُننا چاہتے ہین اور نہ تو اپنے غیظ و غضب کے شور سے سننے دیتی ہے - معصوم بچہ ماں کے آغوش سے نکل کے تیرے بے رحم آغوش مین چلا گیا ہے اور سوختہ ماں بے بسی سے کلیجہ تھام کے رہ گئی ہے - مہ جبین معشوقہ کو تیری ظالم موجون نے عاشق کے گلے سے چھڑا کے اپنے گلے لگا لیا ہے اور وہ حسرت سے دیکھ کے رہ گیا ہے ایسے ایسے جگرخراش منظرون کو دیکھنا اور ترس نہ آنا - اے موسی ندی تیرا ہی کام ہے -

او موسی ندی! تو اتنی سنگدل - اتنی ظالم - اتنی ستم کیش - اور اتنی بے رحم ہے کہ تجھے نہ معصوم بچون کی معصومی پر ترس آیا؟ اور نہ مہ وشں دلرباؤن کی نازنینی پر -

یہ سب ہنگامہ اور یہ سارا شور محشر چند گھنٹون مین ہو گیا۔ موسی ندی ۔ اپنا جلال وغضب دکھا کے چلی گئی۔ عالم پر خموشی اور موت کا سناٹا طاری ہے۔ نہ سڑکون کا پتہ ہے نہ گلیون کا۔ نہ آبادی کا نشان ہے نہ عالیشان عمارتون کا۔ جدھر نظر جاتی ہے پتھرون کا ڈھیر ہے۔ اور حسرتون کا انبار۔ ایک عالم ہو ہے اور چند ساعت پہلے کی رونق وعظمت کے آثار۔ امرأ القیس کہان ہے؟ بلاؤ اور کہو کہ اپنا قصیدۂ معلقہ یہان کھڑے ہو کے سنائے۔ اس لئے کہ جو سامانِ حسرت یہان نظر آئے گا اُس جگہ ممکن نہین جہان عُنیزہ چند روز کے لیے بس کے چلی گئی تھی۔ گولڈ اسمتھ کہان ہے؟ اُس سے کہو کہ اس حسرت کدے مین آ کے اپنی پُرسوز وگداز نظم "ڈزرٹڈ ویلج" سنائے یہان زیادہ اثر ہو گا۔ کیونکہ جس اُجڑی بستی کا سمان اُس نے دکھایا ہے ہمارے تباہی زدہ گھرون سے زیادہ تباہ نہین ہو سکتی۔ اور آخر مین حکیم مُعزّی سے کہدو کہ اپنے اچھوتے عربی مذاق کے قصیدے کے چند تمہیدی اشعار یمن کی دھن مین گا کے ہماری حسرت نصیبی کی داد دے۔

اے ساربان منزل مکن جز بر دیار یار من
تا یکزمان زاری کنم بر ربع و اطلال و دمن

ربع از دلم پُرخون کنم اطلال را جیحون کنم
خاک دمن گلگون کنم از آب چشم خویشتن

از روی یار خرگہی ایوان ہمی بینم تہی
وز قدّ آن سرو سہی خالی ہمی بینم چمن

آنجا کہ بود آن دلستان با دوستان در بوستان
شد بوم و درو بہ را مکان شد گرگ و کرگس را وطن

برجای جام و رطل می گوران نہاد ستند پے
برجای چنگ و نای و نے آواز زاغ است و زغن

آہ! آہ! ایک جہاز بھی ڈوبتا ہے تو اُس مین ڈوبنے والے پہلے ہاتھ پاؤن مارتے ہین اور جب قسمت پر زور نہین چلتا تو اپنے نالہ وشیون کی آواز آسمان تک پہونچا دیتے ہین۔ مگر ہمارے غریقانِ رحمت ہمارے بے زبان مظلوم کس بہادری۔ کس خموشی۔ اور کس بے بسی سے ڈوبے ہین۔ کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ چل بسے۔ قافلے کے قافلے عدم کو چلے گئے اور جرس کی آواز کسی نے نہ سنی۔

سچ یہ ہے کہ یہ بھی حضرت رب العزت کے جلال کا ایک نمونہ تھا

قیامت آگئی تھی۔ خاموش و منہدم کھنڈروں سے آواز آرہی تھی کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؟ اور عالم ہُو مین سناٹا اپنی پُرہیبت آواز مین جواب دے رہا تھا "لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار"۔

ہمارے حیدرآباد مین تصوف کا بڑا زور ہے۔ امرا و ارکانِ دولت تک وحدتِ وجود کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین۔ یمین السلطنتہ مہاراجہ مدارالمہام بہادر دام اقبالہٗ اس سرمدی مذہب کے دلدادہ۔ اور معرفت کے جویا ہین۔ لہذا خدا کو بھی منظور ہوا کہ نفی و اثبات کا جلوہ دکھا دے۔ یہ صرف "لا" کا جوش تھا جس نے ایک عالم کو غرق کر دیا۔ اور اب اُس کے بعد اثبات ہے۔ جبکہ منتظمانِ ریلیف کمیٹی اُجڑے کھنڈرون پر ڈیرے ڈالے پڑے ہین۔ اور اعلیٰ حضرت سکندر حشمت کی فیاضی سبھو کون کو کھانا اور ننگون کو کپڑا دینے مین فراخ حوصلگی کے جوہر دکھا رہی ہے۔

ضد

اخلاق والے کہتے ہین کہ ضد بُری چیز ہے۔ بچون کو بچپن ہی سے تعلیم دی جاتی ہے کہ ضد نہ کرنا ورنہ لوگون کو تم سے نفرت ہو جائے گی۔ بے شک کسی حد تک یا کسی محل پر ضد بُری بھی ہے مگر ہم تو اُسے بُرا نہین کہہ سکتے۔ یہ تو اس بلا کی چیز ہے کہ اس کی تکلیف مین بھی ایک مزہ ہے۔ اور ہم تو کسی کی ضد ہی کے مارے ہوئے ہین۔ جس کے ہاتھون صدمون پر صدمے اور تکلیفون پر تکلیفین اُٹھاتے ہین مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ ضد بُری چیز ہے۔ ایک دفعہ ناکروی تو قیامت آجائے۔ دنیا اودھر سے اُدھر ہو جائے مگر زبان سے ہان نہین نکلتی۔ کبھی کسی کی پُرآرزو التجا پر کہہ دیا تھا کہ "نہ آئین گے" اب آپ چاہین مرین یا جئین۔ اُنھین پروا نہین۔ جب کہا تو یہی کہا کہ "نہ آئین گے"۔ گو یہ ضد ہے۔ گو ہٹ ہے۔ گو اس سے صدہا دل خون ہو گئے۔ گو اس نے لاکھون آرزوئین خاک مین ملا دین۔ مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ "بُری ہے" ہرگز نہین۔ جس طرح دلِ پُرارمان یار کی مشق

ستم کا دلدادہ ہے اُسی طرح وہ جیسے اس دلربا ضد سے صدمہ پہونچتا ہے ویسے ہی جانان کے مزے لے لے کے بار بار کہتا ہے کہ پھر اُسی طرح ایک بار نہین کہہ دو ع قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہ ہے۔

مگر اب محفل عشاق سے نکل کے فلسفیانہ تدقیق و تحقیق کی دنیا مین آؤ تو یہان بھی تمھین یہی ضد جسے اخلاق والے بُرا بتاتے ہین مزہ دیتی نظر آئے گی۔ ایک پُرانا مقولہ ہے کہ "اِنَّمَا الاشیاءُ تُعرَفُ بِاَضدادِھا" (سب چیزین اپنی ضدون سے پہچانی جاتی ہین) یعنی اُن کی مخالف چیزون کے مقابلہ سے اُن کی اصلیت و حالت معلوم ہوتی ہے۔ غور سے دیکھو تو نظر آئے گا کہ یہ کس قدر سچّا اور کس قدر وسیع و عام اصول ہے۔ ایسا اصول کہ شاید عالم بالا سے عالم اسفل تک کوئی مقام نہین جہان اپنا جلوہ نہ دکھا رہا ہو۔ یہ سامنے کی باتین تو ہمیشہ سنی جاتی ہین کہ گرمی سے سردی اور خشکی سے تری معلوم ہوتی ہے۔ فوق کو تحت سے داہنے کو بائین سے۔ اور آگے کو پیچھے سے لوگ صرف باہمی ضد اور مخالفت کی بنیاد پر امتیاز کر سکتے ہین اسی طرح گورے سے کالے اور نور سے ظلمت کی کیفیت کھلتی ہے۔ مگر غور کرنے والے انھین اضداد کی حالت معائنہ کر کے بہت دور تک پہونچ گئے ہین۔

زرتشت نے اپنے مذہب کی ابتدائی بنیاد ہی اس اصول پر قائم کر دی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورۂ بالا عربی مقولہ ہی ایک فرشتہ بن کے اُس کے سامنے آ گیا۔ یا خود یہی اصول ایک وحی ربانی کی شان سے اُس کے سینے مین چمک اُٹھا۔ اور اُس نے نور و ظلمت کی باہمی ضد پر مذہب کی عالیشان عمارت بنا کے کھڑی کر دی۔ اس خیال نے اُسے یہان تک اپنا کلمہ گو بنایا کہ اُس نے اپنے خدا بھی دو کر لیے جو ایک دوسرے کے دشمن ہین۔ اور جنھون نے بازیگاہ قدرت کے اکھاڑے کو اپنی لڑائی اور معرکہ آرائی کا دنگل بنا رکھا ہے۔ کیونکہ دن اُس کے عقیدے مین مظہر یزدان ہے جو نور محض ہے اور رات مظہر اہرمن ہے جو ظلمت صرف ہے۔

دن کو یزدان کا اہرمن پر غلبہ ہوتا ہے اور رات کو اہرمن کا یزدان پر۔ قیامت کو یزدان اہرمن پر غالب آئے گا۔ نور ظلمت کو شکست دے گا۔ اور اُس وقت یزدان اہرمن کو قتل کر کے پیروان اہرمن یعنی کافروں اور منکران یزدان کو سزا دے گا۔ لہذا اس انجام سے بچنے کے لئے انسان کو یزدان کی پرستش اور اُس کے راضی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مگر یہ ثنویت (دو خدا ماننا) دینداری کی خالص روحانیت اور حق پرستی کی توحید مین کچھ اچھی نہین معلوم ہوتی۔ دیگر ادیان وملل نے بھی اگرچہ شیطان کو مرکز و مصدر شر بلکہ شر محض قرار دے دیا ہے۔ اور اُن سب کے نزدیک عالم بالا مین بھی دوزخ و جنت ایک دوسرے کی ضد مین موجود ہین۔ مگر اُن دونون کی مخالفت کا کوئی اثر خالق حقیقی اور اُس وحدہٗ لاشریک کی ذات نے ہمتا پر نہین پڑتا۔ شیطان بھی اگرچہ اُس محفل علوی اور بزم لاہوتی کا نکالا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے ع "گو وان نہین پہ وان کے نکالے ہوئے تو ہین" اور جنت و دوزخ گو اُسی سرشتستان مین ہین لیکن در اصل دنیا والون اور اسی ظلمت کدے کے لوگون سے تعلق رکھتے ہین اور یہین والون کے لئے ہین۔ خدا کی خدائی مین کوئی نہین شریک۔ خلاصہ یہ کہ موحدون نے اگرچہ اہرمن سا برابر کا خدا نہین مانا مگر شیطان کو خدا ہی کا ایک مخلوق تسلیم کر کے کسی گناہگار بندے کی طرح اول درجہ کا مفسد و بدکار اور بدکاریون کا داعی و حامی تسلیم کر لیا۔ اور وہ احدیت کی شان ضرور قائم رہی۔

اصل یہ ہے کہ کائنات کا یہ سارا کارخانہ فقط ضد ہم ضد سے چل رہا ہے۔ یہ عناصر جن سے ہماری اور ساری دنیا والون کی تخلیق ہوئی ہے باہم ایک دوسرے کے دشمن ہین۔ مگر اسی دشمنی کے ساتھ اُن مین اتنا تمدن بھی آگیا ہے کہ کبھی ملتے ہین اور کبھی لڑ پڑتے ہین۔ کبھی ساتھ بیٹھتے ہین اور کبھی چھٹ جاتی ہے۔ یا تو ایسا اُنس نظر آتا ہے کہ بے ساتھ بیٹھے چین نہین آتا۔ اور یا ایسی وحشت و نفرت کہ ایک دوسرے کی صورت سے بیزار۔

اور جب اُنھیں مین جو مخلوقات کا خمیر ہین باہم ایسی ضد واقع ہوئی ہے تو اُن چیزون مین کیون نہ ہونے لگی تھی جو اُن سے بنی ہین - یہ اسی کا طفیل ہے کہ مخلوقات ارضی پر جب نظر ڈالوگے تو نظر آئے گا کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتا ہے - موالید ثلاثہ ہی کو دیکھو - جمادات نباتات اور حیوانات کے باہمی تعلقات کیسے ہین ؟ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک کے فنا ہونے پر دوسرے کی زندگی ہے - اور گویا اُن مین سے ہر ایک اسی کوشش مین لگا ہوا ہے کہ دوسرے کو فنا کر دے - نباتات کا تغذیہ جمادات سے ہے - اور حیوانات کا تغذیہ نباتات سے - نباتات سارے جمادات کو اپنی طرف جذب کئے لیتے ہین - اور حیوانات سارے نباتات کو ختم کئے ڈالتے ہین -

ان کی اس ضد سے درگزر کے اب ذرا حیوانات کی اندرونی حالت کو معاینہ کرو - اُن کی باہمی تعلقات سب سے زیادہ نمونۂ عداوت ہین - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ذی الارواح چاہتے ہین کہ اپنی نوع کے سوا اور کسی نوع کو باقی ہی نہ رہنے دین - کہا جاتا ہے کہ چوپاؤن مین درندے اور طیور مین شکاری چڑیان اپنے شکار کی تلاش مین رہتی ہین - لیکن تامل سے دیکھو تو ہر حیوان درندہ ہے - اور دوسرے ذی روح کا دشمن -

حیوانات مین سے انسان اپنے آپ کو بہت بڑا مہذب و شائستہ تصور کرتا ہے مگر اُس نے اس بارۂ خاص مین سب کے کان کاٹ لئے اس تہذیب کے ساتھ خدا کی خدائی پر ایسا دست تصرف دراز کیا کہ درندون کی وحشت اور شکاری چڑیون کی بےرحمی سب پیچھے پڑ گئین -

خلاصہ یہ کہ ضد مخلوق کے خمیر مین ہے - اور بغیر باہمی ضد کے کسی کا کام نہین چل سکتا - ضد نہ ہو تو نہ ہم زندگی بسر کر سکتے ہین - نہ بُرے بھلے مین امتیاز کر سکتے ہین - اور نہ قدرت کا یہ کارخانہ چل سکتا ہے -

———)o(———

دولت۔ حسن۔ آواز

کیا ہو سکے مقابلہ مژگان یار کا؟
دل ایک ہاتھ کا ہے جگر ایک وار کا

دنیا مین تین بڑے چلتے ہوئے جادو ہین۔ دولت حسن اور آواز اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینون مین سے زیادہ چلتا ہوا جادو کونسا ہے؟

سب سے پہلے دولت کو لیجئے اور اس کی تعریف سنئے۔ ایک زمانہ شناس شاعر کہتا ہے اور خوب کہتا ہے۔

اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا　　　ستار عیوب قاضی الحاجاتی

دولت کی اس سے زیادہ جامع تعریف اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہ عالیشان محل۔ یہ سربفلک عمارتین۔ یہ مرصع قصر و ایوان۔ اور یہ نت نئے تکلفات دولت کے کرشمے ہین۔ اگلون نے مانا ہو یا نہ مانا۔ مگر اب تو اس کے ماننے مین کسی کو تامل نہین کہ "دولت عزت ہے" اور یارون کو تو اب عشق بازی بھی دولت ہی کا کھیل نظر آتی ہے۔ یہ تھا دولت کا طلسم جس سے سارا جہان گھرا ہوا ہے۔ اور یہ ہے دولت کا سحر جو کل عالم پر چلا ہوا ہے۔ دولت کی تعریف تو تم سن چکے اب حسن کی معجز نمائی و سحر طرازی ملاحظہ ہو۔ اس کے کرشمے ماشاء اللہ۔ اُن کا کہنا ہی کیا کہ جس کسی کو ان کرشمون کا چسکا پڑ امرنے کے بعد بھی نہین جاتا۔ ہائے ؎

قاتل کو زیر قبر بھی دیتے رہے دعا　　　سر جاکے بھی نہ جائے یہ سوداہی اور ہی

ادھر کوئی پیارا پیارا حسین چہرہ نظر کے سامنے ہوا۔ آنکھون سے دلدوز تیر چلے اور ہم کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ سچ ہے ؎

جس کو تاکا اُسے بے موت ہی مارا ظالم　　　چوکتا ہی نہین واللہ نشانہ تیرا

کسی ناز آفرین کی دلربایانہ خرام ناز کا تماشہ دیکھتے ہی دل ہے کہ پسا جاتا ہے اور پامال ہونے ہی کو معراج خیال کرتا ہے۔ کسی ملاک فریب نازنین نے ابھی ہماری طرف نگاہ بھر کر بھی نہین دیکھا ہے اور صرف دزدیدہ نظربازی

ہی ہو رہی ہے کہ بے ساختہ ع نگاہیں بول اُٹھیں وہ سے لیا دل۔ کوئی کافر ماجرا ہمیں دیکھکر ہنسا اور یہاں دل پر بجلی گر پڑی۔ کوئی ستم آشنا گالی دے بیٹھا اور ہم نے دل نذر کر دیا۔ کسی حور وش مہ جبین نے ایک غلط انداز نظر ہم پر ڈالی اور دل بے قابو ہو گیا۔ اِس ادا پر مر مٹے۔ پھر کسی نے پیاری پیاری اُلفت بھری نگاہوں سے ہمیں زندہ کرنا چاہا اور ہم زندہ ہو گئے۔ دنیا میں جتنے فتنے اُٹھتے ہیں سب حسینوں کی آنکھ کی بدولت اور جتنی قیامتیں برپا ہوتی ہیں انہیں کے خرام ناز کے طفیل۔ حسن کی یہ کرشمہ سازی جو آپ نے ملاحظہ فرمائی اُس وقت کی ہے جب خوش قسمتی سے دولت دیدار میسر ہو اور پیارا ناز آفرین چہرہ نظر کے سامنے ہو۔ لیکن حسن میں یہ اعجاز بھی ہے کہ غائبانہ طور پر بھی اپنا وہی اثر کرتا ہے جو رو نمائی کی حالت میں۔ ہان ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کین دولت از گفتار خیزد

یہ وہ ہے کہ پاک طینت و صاف باطن صوفیوں اور اہل اللہ بزرگوں نے انہیں کی پیاری پیاری نازنین صورت کو مظہر قدرت جان کے جوش و خروش کے ساتھ کہہ دیا ؎ جی چاہتا ہے قدرت صانع پہ ہوں نثار + تجھکو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کریں۔ القصہ یہیں حسن کی جادو اثری و معجز نمائی کے نمونے جن پر آپ ابھی ابھی ایک غلط انداز نظر ڈال چکے اور دین و ایمان کھو چکے ہیں۔ اب آواز اپنی زبانِ حال سے عرض کرتی ہے ؎

نالۂ بلبل شیدا تو سُنا ہنس ہنس کر اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

آواز بھی در اصل ایسا زبردست و موثر جادو ہے کہ سخت سے سخت اور پتھر سے پتھر دل کو بھی اپنی دلگدازی و سحر نمائی سے نرم کر لیتا اور موم کر کے پگھلا دیتا ہے۔

کسی کی دلربا شیرین آواز سُنی اور دل بے چین ہو گیا۔ کہیں سے کسی کی پاٹدار اور سُریلی آواز کانوں میں آئی اور بے اختیار اُسی طرف ہمارے قدم اُٹھنے لگے۔

اسی آواز کا دوسرا اثر دیکھیے۔ کسی آفت رسیدہ اور غم دیدہ کی درد بھری آواز کو سنا اور دل تڑپ گیا۔ کسی ہجران نصیب عاشق کے کراہنے اور دلدوز آہیں بھرنے کی صدا آئی اور بے ساختہ آنسو نکل پڑے۔

کسی شوخ ستمگر کے مُنھ سے "نہین" نکلی اور ہم مر گئے۔ اور کسی کے نرم و نازک جان بخش لبون سے "ہان" کا دلخوش کن۔ روح پرور لفظ سنا اور جی اُٹھے۔ جان باختہ عاشقون کا مارنا جلانا پری تمثال معشوقون کی مسیحا صفت آواز کا ایک معمولی کرشمہ اور ادنیٰ معجزہ ہے۔

اس مین شک نہین کہ تفتیدہ جگر عاشقون کے پاس صرف یہی ایک آلہ ایسا ہے جس سے یہ بڑے سے بڑے سخت دل اور نامہربان دلبرون کو آخر کار رام ہی کر کے چھوڑتے ہین۔ اور اگر اس کا انہین سہارا نہ ہو اور یہ امید اُن کے دل مین باقی نہ رہے کہ ہماری آہ دلسوز کبھی تو کسی کے پتھر دل مین ناسور کر کے ہماری جگہ نکالے گی تو بمشکل اُن کی حیات کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ اُن کے دل مین یہ خیال بوثوق جاگزین ہوتا ہے کہ ے

کبھی تو کھینچ لائے گی اُنہین گورِ غریبان تک کہ مدت سے ہماری خاک دامنگیر ہوتی ہے

دولت! حسن!! اور آواز!!! تینون کے حسن صورت کے کرشمون کو تو آپ خوب دیکھ چکے اب اُن کے حسن سیرت پر بھی ایک سرسری نگاہ ڈال جائیے تاکہ موازنہ بہمہ وجوہ مکمل و قابل تسلیم ہو۔

دولت کی سیرت یہ ہے کہ کسی جگہ مستقل قیام نہین۔ ادھر آئی اُدھر گئی۔ نیت نئے رنگ بدلتی ہی رہتی ہے۔ بس کسی کے تلون کی طرح اس کی غیر مستقل مزاجی کا زمانہ شاکی اور اس کی بے وفائی کا ایک دلچسپ نقصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس بہلول دیوانہ گیا خلیفہ کو متفکر و پریشان دیکھا۔ سبب تفکر پوچھا۔ جواب ملا کہ "دنیا اور دولت کی بے وفائی و سرد مہری کا خیال ہے" بہلول نے کہا "تم کو اس کی کچھ فکر نہ کرنی چاہیے اس لیے کہ اگر دولت و جہان کو ثبات و قیام ہوتا تو یہ بادشاہی تم تک نہ پہونچتی" سچ یہ ہے کہ دیوانہ نے بڑے ہی ہی

پتہ کی بات کہی اور خوب کہی۔ ایک فطرت شناس اور زمانہ کا نبّاض ہندی شاعر کہتا ہے اور کس قدر سچ کہتا ہے ؎

یہ عشرت و عیش و کامرانی کب تک عشرت بھی ہوئی تو نوجوانی کب تک
یہ بھی ہوا اگر قیام دولت ہے محال دولت بھی ہوئی تو زندگانی کب تک

ہمارے مخدوم کرمفرما اور جادو نگار ادیب و سحر طراز مولینا شرر نے اپریل ۱۹۰۷ء کے دلگداز میں "دولت" پر جو قابل قدر و بیش قیمت مضمون لکھا ہے اُس میں ایک جگہ دولت کی بُرائی کرتے ہوئے یہ غضب کے چبھتے ہوئے فقرے لکھے ہیں جن کو ہم بھی اپنے قول کی تائید کی شہادت میں فخریہ نقل کرتے ہیں:-

"روپیہ اگرچہ اُجلا اور روشن ہے اور ظاہر میں کسی حسین کا گورا چہرہ نظر آتا ہے مگر اُس میں ایک ایسی سیاہی بھی ہے کہ اگر دیر تک ہاتھ میں رکھئے تو ہاتھ کالے ہو جاتے ہیں یہی کالک اگر احتیاط نہ کی گئی تو ہاتھوں سے بڑھ کے مُنھ میں لگ جاتی ہے اور دولت مندوں کی صورت ایسی بنا دیتی ہے کہ سوا غرض والوں کے کسی کو بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ سچ یہ ہے کہ اس سے بہتر اور نمایاں کرشمہ دولت کی دورُخی حالت کا نہیں نظر آسکتا۔

اگر اہل عالم کی غرضیں دولت والوں سے نہ اٹکی ہوتیں تو شائد اِن سے بُرا کوئی نہ ہوتا اور کسی گروہ کی اتنی مذمّت نہ کی جاتی جتنی کہ دولت مندوں کی۔ مگر دولت ایسا جادو ہے کہ اپنے مالکوں ہی کو خراب اور بدصورت نہیں بناتا بلکہ گرد و پیش کے تمام لوگوں بھی جھوٹا۔ خوشامدی ذلیل اور سفلہ بنا دیتا ہے۔"

حُسن کی سیرت کی یہ حالت ہے کہ حباب سے زیادہ زندگی لے کے دنیا میں نہیں آیا۔ پوری طرح ابھی پلک جھپکی بھی نہ تھی کہ رُخ زیبائے یار میں وہ کشش اور جذب مقناطیسی ہی باقی نہ رہا جس پر ہم سو جان سے فدا تھے اور جس کی ایک ایک ادا پر سو سو بار اپنا دل قربان کئے دیتے تھے۔ آواز کی سیرت بھی دولت اور حسن کی سیرت سے بالکل ملتی جلتی ہوئی

ہے۔ یہ بھی پاورہوا اور قطعی بے ثبات و فانی کسی نے سر سے کھلا دیا اور گئی گذری ہوئی۔ کسی نے سیندور دے دیا اور بس غارت گئی۔ غرض۔ ع

دنیا ہیچ است و کارِ دنیا ہمہ ہیچ!

بقدر ناظرین دلگداز! آپ ان تینون سحرون کی صورت اور سیرت بخوبی دیکھ چکے اب محاکمہ اور موازنہ کا ٹھیک وقت ہے۔ ہماری رائے مین سیرت کے لحاظ اور اخلاقی نظر سے یہ تینون جادو دل مین جگہ دینے کے لائق نہین ہین اور ان کی بے ثباتی و بے وفائی ہم سے تاکید کرتی ہے کہ کبھی بھول کر بھی ان کی طرف رُخ نہ کرین۔ اور جہان تک ممکن ہو اپنی محبت کا پاک دامن اِن سے بچاتے رہین۔ تاہم اِس مین شک نہین کہ حُسن کو اورون پر ترجیح ہے۔

دولت بے شک جادو ہے مگر اندھا جادو اور حسن کے آگے محض بے حقیقت اور ناچیز۔ حسن بجائے خود ایک دولت ہے اور ایسی دولت کہ دنیاوی دولت وخزانہ اور مال و متاع اُس کے آگے کمتر و ہیچ ہے۔ حسن مین یہ مقناطیسی کشش موجود ہے کہ دنیا کا بیش قیمت خزانہ۔ گران بہا دولت اور انمول سرمایہ اگر چاہے تو دم بھر مین اپنے گرد کھینچ سکتا ہے۔ حسین دونون جہان کو اپنی رونمائی مین مانگے تو بھی صاحب ذوق کہہ اُٹھے گا کہ

"نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز"

اب رہا حسن اور آواز کی جادوگری و سحرسازی کا موازنہ۔ یہ ذرا مشکل اور بظاہر ٹیڑھی کھیر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرو اور دل مین سوچو تو کچھ ایسا مشکل و اہم بھی نہین۔ آواز کو دولت پر ضرور ترجیح دی جا سکتی ہے لیکن حُسن پر نہین۔ کبھی نہین۔ حشر تک نہین۔ اس مین شک نہین کہ آواز بڑا موثر جادو ہے۔ لیکن ہم دو تین وجہون سے حسن کو آواز پر ترجیح دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ حق بجانب ہین۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آواز کی تاثیر اور سحر نمائی بے کے ہم اُسی وقت تک

قائل ہین جب تک کہ وہ ہمین اپنا دلنواز نغمہ سناے جاے اور جس وقت تک ہمارے کانون مین اپنا دلکش صور پھونکتی رہے لیکن جہان اس کی یہ صورت قائم نہ رہی وہان اس کی دلکشی و سحر نمائی بھی تشریف لے گئی۔ برخلاف اس کے حسن مین یہ معجز نمائی موجود ہے کہ ظاہر و باطن دور و نزدیک قربت مین فرقت مین۔ اور موجودگی مین یا غائبانہ طور پر اپنے جلوہ کا یکسان پر توہم پر ڈال دیتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حسن کے پاس متاع دل وجان لوٹنے کے لئے جتنے اسلحہ موجود ہین اور جیسے حربے ہمین زخمی کرنے کے اس کے پاس ہین اُن کے عُشرِ عشیر بھی آواز کے پاس نہین۔ خلاصہ یہ کہ حسینون کی ہرادا ایک سحر ہی ان کی ہر اک بات مین اک بات ہے چال ہے۔ فقرہ ہی۔ دم ہی لگاوٹ ہے

آپ ہی انصاف فرمائیے کہ آواز کے پاس بھی یہ ہوش رُبا اسلحہ موجود ہین اور یہ دل چھین لینے والی باتین اور دلکش ادائین اُسے بھی آتی ہین؟ غالبًا آپ کے پاس یہی جواب ہوگا "نہین" بس سمجھ گیا ہے "وہ مارا" اصل یہ ہے کہ ازل ہی سے کاتبِ تقدیر نے حسن مین چار چاند لگا دیے ہین۔ ورنہ ؎

نہ چمکتی جو حسن کی تقدیر ۔ کیون تری چاند سی جبین بنتی

انہین حورو شن حسینون اور مہ جمال دلربا‌ؤن کی وجہ سے کہا گیا ہے ؎

بزمِ دنیا تھی قابلِ جنت ۔ خوب بنتی اگر یہین بنتی

شاید دنیا مین کوئی اہل دل تلاش کرنے سے بھی ایسا نہ نکلے گا جو ہمارے اس بے لگاو فیصلہ پر خوش اور رضامند نہ ہو لیکن ممکن ہے کہ بعض بے حس طبیعتین اس قطعی و قابل تسلیم فیصلہ پر ناک بھون چڑھائین اور کوئی اعتراض کرین اس لئے اُن کی تسلی و دلجوئی کے لئے ہم صاف کہے دیتے ہین ؎

ان شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا ۔ کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہین ہوتا

اگر اس پر بھی اُن کی تسکین نہ ہو تو پھر ہمارا اور اُن کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور ضرور ہوگا ؎ دکھادین گے اے معترض روزِ حشر ۔ کہ ساری خدائی کدھر ہوگئی

راقم سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبرآبادی

ابن القراقر شلمغانی

ملل ونحل کی کتابون مین اگرچہ ایسے بہت سے فرقے بتائے گئے ہین جو اسلام کے اندر پیدا ہوئے مگر پھر بھی بعض فرقون کا ذکر رہ گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ایک طرف مسئلۂ امامت اور دوسری طرف فلسفۂ یونان کی کتابون کے ترجمہ ہونے اور نیز مسائل کلامیہ مین بحث ہونے کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اسلام کی ابتدائی دو صدیون کے بعد سے کئی صدیون تک یہ حالت رہی کہ ہر سال دو ایک نئے بانئ مذہب ضرور پیدا ہو جاتے۔ جو اسلامی پبلک کے لیے ایک فتنہ بن جاتے۔ حسن بن صباح عبد اللہ بن تومرت المہدی المغربی۔ اور اسی طرح کے اور بہت سے لوگ ان فتنون کی یادگار تھے۔

انھین لوگون مین ایک ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی المعروف بہ ابن القراقر تھا جس کے حالات سے ہم اپنے ناظرین کو آگاہ کرنا چاہتے ہین۔ ایک خاص شہرت کے ساتھ سنہ ۳۲۲ھ سے چند سال پہلے خاص ارض عراق اور سواد بغداد مین یکایک یہ شخص نمودار ہوا۔ اور لوگون مین یہ مشہور ہوا کہ مدعی ربوبیت ہے۔ اور خدائی کا دعوی کرتا ہے۔ بغداد کی عقلمند دنیا مین کسی تعلیم یافتہ انسان کی نسبت ایک ایسے اتہام کا لگایا جانا کسی طرح قرین قیاس نہین تصور کیا جا سکتا تھا۔ مگر اسی سنہ ۳۲۲ھ مین چند روز پہلے ایک شخص دعوائے نبوت کر کے اپنے بہت سے ایمان لانے والون کے ساتھ قتل ہو چکا تھا۔ لوگون کو دل لگی سوجھی کہ پیغمبر صاحب

کے معجزات تو دیکھ لئے اب جناب رب الارباب صاحب کا جلوہ بھی دیکھ لین۔ ساتھ ہی مشہور ہوا کہ بہت سے لوگ اُس کے مذہب مین بھی داخل ہو گئے۔ جن مین بعض نامی گرامی اور صاحب اثر امرا بھی ہین۔

اس سے پیشتر مقتدر باللہ کے عہد اور وزیر خاقانی کے دور مین بھی اس شخص کی گرفتاری کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ مگر وہ بغداد مین روپوش ہو کے خاموشی کے ساتھ موصل چلا گیا۔ اور خلافت کی جانب سے بھی اُس کا فتنہ دبتے دیکھ کے زیادہ تک و دو نہین کی گئی۔ لیکن اب پھر بغداد مین آ کے اُس نے سر اُٹھایا۔ اور اس کے ساتھ ہی شہرت ہوئی کہ مقتدر باللہ کا سابق وزیر اعظم حسن بن قاسم اُس کا معتقد ہو گیا۔ اور بسطام کے دونون بیٹے ابو جعفر اور ابو علی جو امرائے بغداد مین تھے وہ بھی اُنھی پر ایمان لے آئے ہین تو خلیفہ الراضی باللہ نے جو اسی سال خلافت عباسیہ کی مسند پر رونق افروز ہوا تھا اُس کی گرفتاری کا تاکیدی حکم جاری کر دیا۔ ابن مقلہ ان دنون وزیر اعظم خلافت تھا۔ اُس نے ذرا بیدار مغزی سے توجہ کی تو نئے "پروردگار عالم" پکڑے گئے۔ گرفتاری کے ساتھ ہی وہ قید خانے مین ڈال دیا گیا۔ اور اُس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو معتقدین و مومنین کے رقعات و خطوط برآمد ہوئے جن مین لکھنے والون نے شلمغانی کو ایسے القاب سے یاد کیا تھا جو سوا خدا کے انسان کی نسبت نہین استعمال کئے جاتے۔ وہ خطوط شلمغانی کے سامنے پیش کئے گئے تو اُس نے کہا "ہان یہ خطوط اُنھین لوگون کے لکھے ہوئے ہین جن کے نام ان مین درج ہین" لیکن اس کے ساتھ ہی اُس نے کہا "مین مسلمان ہون۔ نہ مین نے خدائی کا دعوی کیا۔ اور نہ کوئی مذہب نکالا۔ اور ان لوگون نے اگر میری نسبت ایسے الفاظ استعمال کئے تو یہ اُن کی غلطی ہے۔ جس کا الزام مجھ کو نہین دیا جا سکتا۔"

انھین خطوط کی بنیاد پر اُس کے دو معتقد بھی گرفتار کئے گئے جو بغداد کے معززین مین سے تھے۔ ایک ابن ابی عون۔ اور دوسرا ابن عبدوس۔ اب یہ دونون شخص اور خود شلمغانی الراضی باللہ کے دربار مین پیش ہوئے۔ خلیفہ نے دونون مریدون کو حکم دیا کہ "اگر تم اس شخص (شلمغانی) سے اپنی برات ظاہر کرتے ہو تو

دونون زور زور سے اُس کے منھ پر تھپیڑ مارو۔ پہلے تو اس حکم کی تعمیل مین اُن دونون کو عذر ہوا۔ مگر جب وہ مجبور کیئے گئے تو جبراً و قہراً راضی ہوئے۔ ابن عبدوس نے ہاتھ بڑھا کے اُس کے تھپڑ مار دیا۔ مگر ابن ابی عون نے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا اُس کا ہاتھ کانپ گیا۔ اور ساتھ ہی دلی عقیدت کا جو جوش ہوا تو بڑھ کے شلمغانی کی ڈاڑھی کو بوسہ دیا۔ اور بے اختیار اُس کی زبان سے یہ کلمات نکلے کہ "الٰہی! وسیّدی! ورازقی!" (میرے خدا! میرے سردار! اور میرے رازق)

اب کیا تھا؟ راضی باللہ کو ایک حجت ہاتھ آگئی۔ بولا "تم تو کہتے تھے کہ مجھے دعوائے الوہیت نہین؟ اور یہ کیا ہوا؟" شلمغانی نے جواب دیا "ابن ابی عون کے قول کا مین جواب دہ نہین۔ خدا علیم ہے کہ مین نے کبھی اِن سے نہین کہا کہ مجھے خدا کہا کرو۔ یا مین خدا ہون۔" اس پر ابن عبدوس جس نے تھپڑ مارا تھا بولا "ہان یہ الوہیت کے مدعی نہین۔ ان کا تو یہ دعوی ہے کہ یہ امام منتظر کے باب؎ ہین۔ اور ابن روح کی جگہ مین (جس نے پہلے پہل باب ہونے کا دعوی کیا تھا) اور میرا یہ خیال تھا کہ یہ تقیۃً ایسا کہتے ہین۔"

اس کے بعد ابن القراقر شلمغانی کے اصول دین کا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تو عجیب عجیب عقیدے اور انوکھے مسائل ثابت ہوئے۔ مذہب کی بنیاد صرف دو مسئلون پر رکھی گئی تھی۔ ایک امامت اور دوسرا تناسخ و حلول۔ الوہیت کی شان یہ تھی کہ خود ابن شلمغانی ہی وہ اللہ الٰہیت ہے جو حق کو ثابت کرتا ہے۔ وہی ہے جس کی جانب الفاظ اوّل۔ قدیم۔ ظاہر۔ باطن اور رازق سے پوری طرح جاہے جن معنون مین ہو اشارہ کیا جاتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد تھا کہ وہ اللہ جل شانہ ہر چیز مین اُس کے ظرف و تحمل کے موافق حلول کرتا ہے۔ اور جب کسی پیکر ناسوتی مین حلول کرتا ہے تو اُس سے ایسی

؎ اس سے صاف ظاہر ہے کہ باب کا لفظ ایران کے آخری بانئی مذہب مرزا علی محمد باب نے پہلے پہل نہین استعمال کیا بلکہ اُس سے پیشتر بھی یہ لفظ کئی دفعہ کام مین لایا جا چکا ہے۔ نُصیریون مین بھی اس لفظ کا چرچا رہا ہے۔ ہمارے یہان لوگون کا عام خیال ہے کہ بابی فرقہ کے بانی علی محمد باب سے پہلے کسی نے باب ہونے کا دعوی نہین کیا۔ مگر یہ اُن کی ناواقفیت ہے۔

قدرت اور ایسے معجزات ظاہر ہوتے ہین جو اُس کے خدا ہونے کی دلیل ہوتے ہین دوسرا مسئلۂ الٰہی یہ تھا کہ اُس نے ہر چیز کے لئے ایک ضد اپنی واسطے ظاہر کی تا کہ جس کی ضد ہے وہ ثابت ہوجائے۔ لہذا ضد ہی ہر حق کی دلیل ہے۔ اور دلیل حق خود حق سے افضل ہوتی ہے۔ ہر چیز کی ساتھ جو چیزین موافق و مشابہ ہوتی ہین بمقابلہ اُن کے اُس چیز کی ضد اُس سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

اسی کا مظہر یہ ہی کہ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو جس طرح وہ خود آدم مین حلول کر کے نمایان ہوا اُسی طرح آدم کے ابلیس یعنی اُن کی ضد مین بھی حلول کر کے خود ہی نمودار ہوا۔ غرض دونون پیکرون مین خود وہی تھا گو بظاہر دونون ایک دوسرے کے خلاف نظر آتے تھے۔ پھر جب آدم غائب ہوگئے تو وہ لاہوت (خدا) متفرق و منتشر ہو کے پانچ ناسوتیون مین جدا جدا ظاہر ہوا۔ اور اسی طرح ابلیس بھی پانچ ابلیسون مین منبٹ کیا۔ اس کے بعد لاہوتیت ادریس کے پیکر مین جمع ہوگئی۔ یعنی مکمل خدا نے ادریس مین حلول کیا۔ اور اسی طرح وہ ضد بھی پانچون ابلیسون مین سے سمٹ کے ادریس کی ضد یعنی اُن کے مخالف و معاصر ابلیس مین مجتمع ہوگئی۔ ادریس اور اُن کے معاصر ابلیس کے بعد پھر الوہیت دونون ضدون کی حیثیت سے ناسوتیون اور ابلیسون مین منتشر ہوئی۔ اور چند روز بعد نوح اور اُن کے معاصر ابلیس مین جمع ہوئی۔ پھر منتشر ہوئی تو چند روز بعد ہود اور اُن کے ضد ابلیس مین جمع ہوئی۔ اس کے بعد منتشر ہو کے صالح اور اُن کے ابلیس یعنی عاقر ناقہ مین جمع ہوئی۔ بعد ازان چند روز منتشر رہ کے ابراہیم اور اُن کے ابلیس (نمرود) مین جمع ہوئی۔ پھر منتشر ہو کے ہارون اور اُن کے معاصر ابلیس (فرعون) مین جمع ہوئی۔ اب کی جو منتشر ہوئی تو اُس نے سلیمان اور اُن کے ابلیس کے پیکرون کو حلول ہونے کے لئے منتخب کیا۔ اس کے بعد منتشر ہو کے عیسیٰ اور اُن کے ابلیس مین مجتمعاً ظاہر ہوئی۔ عیسیٰ کے بعد وہ حواریین مین تقسیم ہوگئی۔ اور چند روز گزر کے جناب علی مرتضیٰ اور اُن کے معاصر ابلیس مین نمودار ہوئی۔ اور اب وہی الوہیت خود شلمغانی اور اُس کے معاصر ابلیس مین نمایان ہے۔

شلمغانی کا دعوی تھا کہ خدا اپنے آپ کو ہر چیز ہر پیکر اور ہر معنی مین ظاہر کرتا ہے - اور ہر دل مین جو خیالات گزرا کرتے ہین اور یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا آنکھون کے سامنے ہین یہ وہی خدا ہے - خدا در اصل ایک معنی کا نام ہے اور لوگ جس کسی کے محتاج ہون وہی اُس کا الہ (خدا) ہے - چنانچہ اس لحاظ سے ہر شخص خدا ہوسکتا ہے - کیونکہ جس سے کسی کو نفع پہونچے وہ اُس کا رب ہے - ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ مین فلان شخص کا رب ہون - وہ میرا رب ہے فلان فلان کا رب ہی - اور فلان میرے رب کا رب ہے - یہان تک کہ ربوبیت کا سلسلہ ابن القراقر شلمغانی تک پہونچ جاتا - اور وہ دعوی کرتا کہ مین رب الارباب ہون - کیونکہ اُس کے زمانے مین اُس سے بڑی اور کوئی ربوبیت نہ تھی -

حضرت علیؓ کی محبت کا غلو اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ شلمغانی کی تحقیق سے دنیا مین صرف دو خائن گزرے تھے - ایک موسیٰ اور دوسرے محمدؐ (معاذ اللہ من ذالک) کیونکہ اُس کی اعتقاد مین ہارون نے موسیٰ کو اور علی نے محمدؐ کو رسول بنا کے بھیجا - اور دونون نے رسالت مین خیانت کی - اس کے ساتھ زیادہ عجیب یہ بات تھی کہ شلمغانی کے نزدیک جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ حضرت علی کے فرزند نہ تھے - کیونکہ اُس کے اعتقاد کی رو سے جس پیکر مین ربوبیت مجتمع ہو کے نمودار ہوتی ہے اُس کا نہ کوئی باپ ہوتا ہے اور نہ کوئی بیٹا - وہ تو خدا ہے - اور خدا کی شان ہے ”لم یلد ولم یولد“

یہ تو عقائد تھے اب ذرا ابن شلمغانی کی شریعت کا بانکپن بھی ملاحظہ ہو - اعتقاد تھا کہ علی نے محمدؐ کو رسول بنا کے کبراء قریش اور جبابرۂ عرب کے پاس بھیجا جنھین محمدؐ نے یہ حکم دیا کہ رکوع وسجود کرین - نماز پڑھین - (غالباً یہی خیانت ہوگی) علی نے یہ دیکھ کے اجازت دے دی کہ جتنے دنون تک اصحاب کہف سوتے رہے تھے - (۳۵۰ سال) اُتنے زمانے تک محمدؐ کی شریعت ہی پر عمل کیا جائے - لیکن اس مدت کے گزرتے ہی وہ احکام سابقہ منسوخ ہون گے اور شریعت بدل کے نئی ہوجائے گی - مگر افسوس کہ اس مدت کی پورے ہونے کو ۳۸ سال باقی تھے کہ دربار بغداد نے وہ اُلوہیت ہی منتشر کردی جو میان

شلمغانی صاحب کے پیکر ناسوت مین سے عجیب عجیب آوازین سنو ا رہی تھی)۔
مگر جس قدر مسائل شریعت شلمغانی نے بتائے وہ یہ تھے کہ نماز وروزہ کو بالکل چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ تکلیف محمدؐ نے عربون کو اُن دنون دی تھی۔ مگر اب جو تکلیف اِس زمانہ کے مناسب حال ہے یہ ہے کہ لوگون کو اپنی عورتون کو ہر شخص کے لیے حلال کر دینے کی تکلیف دی جائے۔ تا کہ لوگون کو اپنی عورتون سے ہم بستر ہوتے دیکھین اور غصہ نہ آئے۔ چنانچہ عورتین مطلقاً ہر شخص کے لئے حلال طیّب ہین۔ انسان اپنے ذوی الارحام اور محرمات ابدیہ تک کے ساتھ چاہے تو مقاربت کر سکتا ہے۔ کوئی مضائقہ نہین۔ باپ اپنے بیٹے تک کی عورت سے تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ بلکہ دین حق والون (شریعت شلمغانی کے پیروون) کو چاہیے کہ ہر شخص جو دوسرے سے افضل ہو اپنے سے کم درجہ والون کی عورتون سے حبتہً لیہ مقاربت کرے۔ تا کہ اُن مین نور کو پہونچا دے۔ اور جو کوئی اس سے انکار کرے گا اُس کا جنم بہ پابندی قواعد تناسخ آنے والے بعد کے دور مین عورت کے پیکر مین ہوگا۔ غرض کہ شہوت پرستی کے رواج دینے مین شلمغانی نے مزدک کے بھی کان کاٹ لئے تھے۔
شلمغانی کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق جنت و دوزخ کوئی چیز نہ تھے۔ صرف اُن کے مذہب حقہ کے ماننے اور اُس کی معرفت کا نام جنت تھا۔ اور اُس کے مذہب سے انکار کرنے اور اُس کے اصول سے جاہل رہنے کا نام دوزخ۔ ملائکہ سے اُن کے اعتقاد مین ہر وہ شخص مراد تھا جو عارف حق اور اپنے نفس کا مالک ہو۔
اگرچہ حضرت علیؑ خود بھی ابن ابی طالب تھے مگر چونکہ اکثر طالبیون (اولاد ابی طالب) نے امامت کے دعوے کئے تھے اس لئے اُن کے نزدیک تمام طالبیون اور عباسیون کا قتل کرنا موجب ثواب اُخروی تھا۔ خلاصہ یہ کہ دین اسلام اور خلافت عباسیہ دونون کے استیصال کا پورا پورا سامان کیا گیا تھا۔
اور جب تحقیق و تفتیش کے بعد یہ مسائل اور عقائد لوگون کو معلوم ہوئے ہون گے اور دربار خلافت مین فقہا و علما کے سامنے پیش ہوئے ہون گے تو واقعی بڑا لطف

آیا ہوگا۔

اِن لوگون کے مقدمہ کی تحقیقات خاص الراضی باللہ کے دربار مین ہوا کرتی تھی۔ جن صحبتون مین فقیہون قاضیون اور مصنفین کے علاوہ سرداران فوج بھی شریک ہوتے تھے آخر فقہا نے فتوے دے دیا کہ ایسے بے دین شخص کا قتل کرنا سلطنت کو مباح ہے۔ چنانچہ ابن القراقر شلمغانی اور اُس کے مرید ابن ابی عون جس نے سر دربار تھپڑ مارنے کے عوض شلمغانی کی ڈاڑی کا بوسہ لے کے اُسے اپنا خدا اور اپنا رازق بنایا تھا دونون ۳۲۲ھ کے ماہ ذی قعدہ مین مصلوب کیے گئے۔ اور جب صلیب پر دونون کی زندگی کا خاتمہ ہوچکا تو دونون کی لاشین اتار کے جلا دی گئین۔ اُن کے متبع بجائے اس کے کہ ۸۲ سال گزرنے کے بعد اُس دن کا جلوہ دیکھین جس دن شریعت مصطفوی کو مٹا کے شلمغانی کی تصنیف کی ہوئی شریعت (رتضوی جاری) ہونے والی تھی بھاگ بھاگ کے منھ چھپانے لگے۔

شلمغانی کا معز زبیر و حسن بن قاسم رقہ مین تھا۔ راضی باللہ نے آدمی بھیج کے اُسے بھی قتل کرا دیا۔ اور اُس کا سر عبرت روزگار ہونے کے لیے بغداد مین لایا گیا۔

بانیان مذہب یا مذہب مین اندرونی بدعتین پیدا کرنے والے بہت سے گزرے ہین مگر ابن القراقر شلمغانی کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقط پولٹیکل انٹریگر یا ملحدانہ خیال کا فلسفی ہی نہ تھا بلکہ اول درجہ کا شہوت پرست بدمعاش بھی تھا۔ جس کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ دنیا شہوت پرستی اور زناکاری کا گھر بن جائے۔

وہ!

"ہم اور" "تم" کی داستان ہم ناظرین دلگداز کو سنا چکے ہین۔ اب "وہ" کی باری ہے۔ لوگ کہتے ہین اور نحوین بھی جو زبان کے نکات و رموز کے شناسا ہین دعوی کر رہے ہین کہ تین پرسن (اشخاص) ہین۔ ہم تم اور وہ۔ لیکن غور سے دیکھو تو "ہم" "تم" سب مٹ جانے والے ہین۔ ایک باقی رہنے والا "وہ" ہے

لہٰذا "وہ" ہی اصل ہے۔ اور جو کچھ ہے "وہ" ہی ہے۔

اہل تصوف جوش وحدت میں کہہ اُٹھتے تھے "ہم" یا "میں"۔ منصور کی صدائے "انا الحق" آج تک عارفین کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ "ہم" میں اگر طریقت تھی تو "وہ" میں شریعت ہے۔ "ہم" وحدت وجود تھی۔ اور "وہ" وحدت شہود سچ یہ ہے کہ جوش محبت سے بیتاب ہو کے اگر کسی نے "ہم" کا غل مچا دیا تو یہ اُس کی بیتابی کا تقاضا تھا۔ ورنہ اصل میں یہ ایک بڑی بھاری غلطی تھی۔ کیونکہ جس کو وفور محبت سے ہم نے "ہم" یا "تم" کہہ دیا وہ اصل میں نہ "ہم" ہی تھا اور نہ "تم" ہی۔ بلکہ وہ "وہ" تھا۔ اور جہاں تک تحقیق و غور سے کام لیجئے وہ ہی وہ ہے۔

ہم سے اُس سے نسبت ہی کیا؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ہم خاک اور "وہ" پاک۔ ہم ظلمت اور "وہ" نور۔ ہم زمین پر اور "وہ" آسمان پر۔ ہم یہاں اور "وہ" وہاں۔ بھلا کوئی بھی نسبت ہے؟

عالم میں درحقیقت اسی "وہ" نے ہلچل ڈال رکھی ہے۔ جب تک "ہم" "تم" اور "وہ" کی تفریق نہ تھی۔ یہ تشخصات نہیں قائم ہوئے تھے۔ اور اپنے پرائے کا امتیاز نہ تھا۔ اُس وقت تک عجب خموشی سکون و سکوت اور اطمینان و فارغ البالی کا عالم تھا۔ نہ ما و شما کا جھگڑا تھا۔ نہ انانیت کے دعوے تھے۔ اور نہ یہ روز روز کی تُو تُو میں میں۔ وصال بحت اور تجرد محض کا سماں تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اُسی وقت تک کچھ لطف بھی تھا۔ اگرچہ "وہ" ہی "وہ" تھا مگر ایسا "وہ" کہ ما و شما کے نہ ہونے سے اُسے وہ بھی نہ کہہ سکتے تھے۔ اختیار تھا کہ چاہیں اُسے "وہ" کہیں چاہیں "ہم" کہیں۔ اور چاہیں "تم" کہیں۔ نہ یہ تھا کہ "ہم" کہہ دینے پر سر کاٹا جاتا ہو۔ اور نہ ایسا تھا کہ "وہ" کہہ دینے سے کسی کے نزدیک کافر قرار پاتے ہوں۔

مگر آہ! اُس غیر متمائز "ہم" اور "وہ" اور "تم" کو اُس خموشی و بیکاری میں چین نہ آیا۔ تجرد کی سنسان بستی میں بخلا نہ بیٹھا گیا۔ طلسم خانۂ ہستی کے قفل میں "کُن" کی کُنجی پھری۔ بازیگر قدرت کا پٹارہ کھلا۔ ساتھ ہی "ہم" "تم" کی صورتیں نکل کے نیچے آگریں اور "وہ" اپنے عرش کے اوپر اس شان سے اور اتنی بلندی پر نمودار ہوا کہ سب ما و شما کی نظریں اوپر اُٹھ گئیں۔ مگر وہاں دیکھا تو بُعد کا دُھندلکا تھا۔

اور یہ "وہ" کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی - لیکن اسی نقاب کی آڑ سے نور کی شعاعین نکل نکل گئے "ہم" "ستم" کو اپنی طرف کھینچتی - اور اس سابقہ اتحاد کو یاد دلا کے فراق کے صدمات سے بیچین کئے دیتی تھین -

اب کیا تھا مشتاقون کے دلون مین شوق کا اور زیادہ ہجوم ہوا - مذاہب مین "وہ" کا دعوے بلند ہوا - زاہد مرتاض نے "ہو" "ہو" کا شور مچایا - اور اہل ظاہر کا شعار اور کلمہ قرار پایا کہ "لا الہ الا ہو" محققین ذوق وشوق مین کہہ اٹھے کہ "ہو الاول ہو الآخر - ہو الظاہر - ہو الباطن" عشاق زیادہ بیتاب ہوے اور کہہ اٹھے -

آتے ہین خیال بنکے دماغون مین دلون مین
پھر ہم سے یہ کہتے ہین کہ ہم پردہ نشین ہین

یہی "وہ" عربی مین "ہو" ہے - اور چونکہ عربی مذہبی زبان ہے اس لئے "ہو" نے ثقاہیت کی شان دکھائی - اور عباد وزہاد مین "ہو-ہو" کا چرچا ہوا - "وہ" نے رندان مشرب کے عالم مین ایسے ایسے مزے دکھائے کہ "وہ" کے سوا کسی چیز مین مزہ نہ باقی رہا - اس عالم مین جو کچھ ہے وہ ہی وہ ہے - اگر آرزوے وصال ہے تو "وہ" کی - شکوہ فراق ہے تو "وہ" کا - دل مین بسا ہوا ہے تو "وہ" - آنکھون کے سامنے پھر رہا ہے تو "وہ" - بنتی ہے تو "وہ" سے - بگڑتی ہے تو "وہ" سے - خلاصہ یہ کہ ہر طرف "وہ ہی وہ" کا جلوہ نظر آرہا ہے - اور جو کچھ ہے "وہ" ہی "وہ" ہے - ہم "وہ" کے لئے ہین - اور "وہ" ہمارے لئے -

ہم پر "وہ" کی محویت اس قدر طاری ہے کہ سوا "وہ" کے ہمین کچھ نظر ہی نہین آتا - طیور خوش نوا ہین "وہ" کی آواز ہے - خوشبودار پھولون مین "وہ" کی بو آرہی ہے - گل رعنا "وہ" کے رخسار تابان کا جلوہ دکھا رہا ہے - نرگس "وہ" کی چشم نشان ہے - سنبل "وہ" کی کاکل پیچان ہے - غرض جس چیز مین دیکھو "وہ" کا جلوہ نظر آرہا ہے -

اس لئے "وہ" اے پیارے "وہ" - دلدار "وہ" - نازآفرین "وہ" ہمین بس تو ہی چاہئے اور کچھ نہین - تیرے سوا ہمین کسی چیز کی ضرورت نہین - ایک وہ مل جائے تو پھر ہمین کسی کی پروا نہین - خلاصہ یہ کہ "وہ" ہو "ہم" ہون - بلکہ ہم بھی نہ ہون اور صرف وہ ہی وہ رہ جائے -

مائل کی آرزو!

نکلی فلک سے کب کسی مائل کی آرزو
پھر اُس پہ آرزو بھی مرے دل کی آرزو

"مائل کی آرزو" اسے کس قیامت کی آرزو ہے کہ نکالے نہین نکلتی۔ دنیا مین یون تو صدہا آرزوئین۔ ہزارون تمنائین اور لاکھون امیدین انسان کے دم سے وابستہ ہین جو مرتے دم تک ساتھ نہین چھوڑتین لیکن مائل کی آرزو سب انسانی امیدون اور تمناؤن سے بڑھی چڑھی ہوئی ہے جو مرنے کے بعد بھی ساتھ جاتی ہے اور قیامت تک دامن نہین چھوڑتی۔ سچ کہا ہے فطرت شناس دہلوی نے ؎

دنیا سراے تنگ ہے محشر ہی جاے تنگ ہے　　عاشق کہان نکال سکے دل کی آرزو

مائل کی آرزو ہے کیا؟ اور عاشق کی تمنا کہتے کسے ہین؟ بس اسی کو نہ پوچھئے ؎

خدا دے تو دے اپنا غم ہر کسی کو　　کرے پر نہ مائل کسی پر کسی کو

عاشق کی تمنا اور مائل کی آرزو کے اظہار مین دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہین مگر ہم اس مختصر مضمون کو اس کی طوالت کا متحمل نہین پاتے اور صرف ایک قادر الکلام شاعر کی مندرجہ ذیل مصرعہ کو مائل کی آرزو ظاہر کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہین۔ وہ لکھتا ہے ع اشکباری ہے تمنا بے قراری آرزو۔ ہونے کو تو یہ چند لفظون کا مصرعہ ہے مگر غضب کا جامع اور بلا کا بسیط۔ عاشق کی تمنا کے متعلق آئندہ جو کچھ بھی لکھا جائیگا وہ سب اسی بلیغ و فصیح مصرعے کی شرح ہوگی۔ اور جو کچھ پیشتر لکھا جا چکا ہے وہ بھی اسی معنی خیز مصرع کی تفصیل و توضیح تھی ؎

ہو قصۂ قیس یا کہ فرہاد　　اک شرح ہے لفظ آرزو کی

اس عالم مین جتنی امیدین۔ تمنائین اور آرزوئین انسان رکھتا ہے اُن مین بیشتر ایسی ہوتی ہین جو موافقت زمانہ سے اکثر پوری ہو جایا کرتی ہین لیکن عاشق کی تمنا اس غضب کی تمنا ہے کہ کسی طرح دل سے نکلتی ہی نہین۔ اور مائل کی آرزو وہ آرزو ہے جس کی نسبت ایک نکتہ دان شاعر اس لطیف پیرایہ مین اشارہ کرتا ہے ؎

چھلنی بنا رہے ہو میرے دل کو تیر سے　　دیکھو نکل نہ جائے کہین دل کی آرزو

ہائے ظالم نے کس بلا کا تڑپا دینے والا شعر کہا ہے اور اس مین فلسفۂ آرزو کس خوبی سے کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہے۔

آرزو! او دل مین رہنے والی آرزو! تو کس ستم کی چیز ہے کہ تیرے ہی بھروسہ پر عاشق جیتے ہین اور تیرے ہی نہ نکلنے پر اپنی جان دے دیتے ہین۔

تمنا! او دل سے نہ نکلنے والی تمنا! تو کس غضب کا چلتا ہوا جادو ہے کہ تیرے سحر کا مارا ہوا کبھی ہوش ہی مین نہین آتا۔

صاحبو! یہ بات کچھ کم حیرت ناک نہین کہ تغافل شعار نازنین اور جفا کار مہ جبین ہم پر روزانہ ستم توڑتے رہتے ہین اور نت نئے ظلم ایجاد کرتے ہین تو وہ مشق ستم بنانا شیوۂ معشوقی خیال کرتے ہین لیکن ہم ہین کہ ملائک فریب پری جمالون کے جور و جفا کی مطلق پروا نہین کرتے۔ اور حور وشن نازآفرینون کے ظلم و ستم کے انگیز کرنے کے لئے ہر وقت سینہ سپر رہا کرتے ہین۔ اور اسی کو اپنی دلی آرزو سمجھتے اور قلبی تمنا سے تعبیر کرتے ہین ؎

خاک کرتا ہے تغافل گرچہ ساری آرزو   اس پہ تجھ سے آرزو بل بے ہماری آرزو

غرض جتنی ناکامی ہوتی ہے اُتنی ہی آرزو اپنے پاؤن پھیلاتی ہے۔ اور جس قدر حسرت نصیبی سے واسطہ پڑتا ہے اُسی قدر تمنائے دلِ عاشق طول پکڑتی جاتی ہے۔

اسی فلاسفی پر نظر ڈالکے حضرت مومن کہتے ہین اور کس قدر سچ کہتے ہین۔

آہ! طولِ امل ہے روز افزون   گرچہ اک مدعا نہین ہوتا

سچ یہ ہے کہ اگر آرزو نہ ہوتی تو حسن و عشق کی دنیا مین وہ رونق اور چہل پہل ہی نظر نہ آتی جو اب دیکھی جاتی ہے۔ بزمِ عشق کی شمع کو چراغ آرزو ہی روشن کیا کرتا ہے۔ اور آفتاب حسن کی ضو مین بھی عاشق کی تمنا کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ حسینون کی محفل کی گرم بازاری اسی کے دم سے ہے۔ اور تفتیدہ جگر عشاق کی گرم جوشی و شوریدہ سری بھی اسی کے قدم سے ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو حسن مین دلربائی کی شان رہی نہ عشق مین زندہ دلی کی آن۔

راقم

سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبرآبادی

گورِ غریبان

سرزمین تجھ پہ بستی ہین تو ہے کس کا مزار کس شہیدِ ناز نے آکر لیا تجھ مین قرار
ہے ترے آغوش مین کس موسمِ گل کی بہار کس کے مقدم سے ہی تو آباد اے دشتِ غبار
ڈھیر مٹی کا ہے یہ آئینۂ عبرت ہے تو خاک کا تودہ ہے یہ گنجینۂ حسرت ہے تو

اے مزارِ عاشقِ شیدا! ترا کیا حال ہے؟ جا بجا سے شق ہے تو کیسا یہ تیرا حال ہے؟
کچھ عجب حسرت اثر اور عبرت افزا حال ہے یک مرقع یاس کا تیرا سراپا حال ہے
کس مپرسی سے تری ٹکڑے ہوا جاتا ہے دل تیرے حالِ زار سے منھ کو چلا آتا ہے دل

کہہ تو اے آغوشِ تربت! کون ہے تجھ مین نہان کون ہے مایوسِ حرمان کی ہے حسرت کا نشان
وہ ستم کش کون تھا مرہونِ غم محوِ فغان بسملِ شمشیرِ ابرو تھا کوئی کیسا نوجوان
کس کو پہلو مین لیے بیٹھا ہے اے کنجِ مزار کس کی چشمِ ناز کا مقتول تھا یہ جان نثار؟

لوحِ تربت کا نوشتہ دے رہا ہے کچھ نشان گیسوؤن والا یہ تھا کوئی مگر رشکِ بتان
حسنِ عالم سوز تھا اس کا تماشائے جہان اس کا ورد تھا اہلِ الفت کے لئے بلائے لاامان
دلبرِ رعنا یہ تھا، کانِ ملاحت کانِ حسن جلوۂ روئے دل آرا سے عیان تھی شانِ حسن

گوشۂ مرقد! نہان تجھ مین ہے وہ کانِ ہنر جانتے تھے اہلِ حرفت سب جسے جانِ ہنر
دم قدم سے تھی اسی کے جلوہ گر شانِ ہنر مانتے تھے اس کو سارے رمز دانانِ ہنر
ہائے ایسا اہلِ حرفت زیرِ تربت آج ہے کشورِ تدبیر و اقلیمِ حکم تاراج ہے

مختصر سا تو یہان کس کا ہے اے تازہ مزار لالہ و گل خون کی شبنم سے کیون ہین جوئبار
شمعِ بالین ہے سرِ تربت الم سے اشکبار سبزۂ خاکِ لحد ہے جوشِ غم سے سوگوار
کس کے باغِ آرزو کا یہ گلِ امید ہے کس گلستانِ طرب کا غنچۂ خوابیدہ ہے

ناشگفتہ گل ہے یہ کس گلستانِ یاس کا ماہتابِ منخسف کس آسمانِ یاس کا
ہے خموشی مین نشان جس کے بیانِ یاس کا ہے قیامت خیز عالم سر فغانِ یاس کا
کس کے باغِ آرزو کو تو نے ویران کر دیا کس کے شادان دل کو گنجِ یاس و حرمان کر دیا

ہے تری آغوش مین کس غمزدہ کی جانِ جان گود مین تیری ہے کس مغموم کا ارمانِ جان

تیرے پہلو میں ہے کس ناشاد کا سامان جان؟ کس پر ارمان کا ہوا تو باعث حرمان جان؟
کس کو لپٹائے گلے سے تو ہوا اے خاک مزار گردن شوق و تمنا کا کیا ہے کس کو ہار
سبزہ خود رو جو یان تو وان گلوں کی ہے قطار لالہ و نسرین جو یان تو نسترن کی وان بہار
پھول بھی تجھ پر چڑھا جاتا ہے کوئی دلفگار خندہ گل سے ترا راز نہان ہے آشکار
کچھ ہوا اے تربت اگر بیشک۔ تو ہو تصویر حزن کرتی ہے دل پر اثر بیحد تری تاثیر حزن

بدر الزمان۔ کلکتہ

غرائب الجمل

شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر اگرچہ پنشن یاب ہو چکے ہین مگر ریٹائر ہونے کے بعد جیسی مستعدی و سرگرمی کی زندگی وہ بسر کر رہے ہین۔ اور سلطنت کی خدمت سے سبکدوش ہو کے جیسی قومی خدمتین وہ بجا لا رہے ہین ویسی زندگی اور ویسی خدمتین خدا ہر مسلمان کو نصیب کرے۔ نواب صاحب ممدوح کی سی بے چین طبیعت کے لوگ بہت کم ملین گے۔ اس لئے کہ اُن سے بے کچھ کئے نہین رہا جاتا۔ اور اپنی کوئی قیمتی گھڑی بے کار خرچ ہونے دیتے ہین۔ تصنیف و تالیف کی دنیا مین اُنھون نے خاص ناموری حاصل کر لی ہے۔ اُن کے متعدد سابقہ تصانیف مین سے بعض ایسے ہین جو اپنی علمی تعلیمون کے لحاظ سے مختلف طبقات نوع انسانی کے نہایت سودمند اور بالکل ضروری ہین۔

ممدوح اپنی کتاب غرائب الجمل کا ایک زمانے سے وعدہ فرما رہے تھے اور اُن کے وعدون نے پبلک مین بے انتہا شوق پیدا کر رکھا تھا۔ بڑے انتظار کے بعد وہ کتاب ہمارے ہاتھ مین آئی۔ اور اُسے سچ یہ ہے کہ ہم نے اپنے خیال اور اپنی امید سے زیادہ پایا۔ فن جمل سے مراد حروف ابجد کے ہم وزن اعداد قائم کرنا اور اُن کی ترتیب سے تاریخی فائدہ اُٹھانا ہے۔ اس فن مین اس سے پیشتر کوئی کتاب اس پایہ کی نہین لکھی گئی۔ نواب صاحب نے سچ یہ ہے کہ کثیر التعداد تصانیف قدیمہ پر

نظر ڈالی ہے۔ اور اُن کتابون سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے جن کو فنِ مذکور سے کوئی علاقہ بھی نہ تھا۔ زبانِ اُردو کے ماہرون اور فنِ شعر مین ذوق رکھنے والون کو اِس کتاب سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے خیال مین اب آئندہ کوئی شخص تاریخ گوئی مین اُس وقت تک باکمال نہ تسلیم کیا جائے گا جب تک اِس کتاب پر بالاستیعاب نظر نہ ڈال چکا ہو۔

پبلک کو ہمارے شمس العلما کی سعی مشکور کا بے انتہا شکرگزار ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسی قسم کے تصانیف مین جو آئندہ سرزمین دکن مین اردو کی اصلاح کرین گے۔ اور شاید یہی خاکِ دکن کو جس طرح کہ وہ ابتدا مین اردو شاعری کا منشا و موطن تھی آخر مین بھی اُردو کا مرجع و مامن بنا دین۔

ہم نے عدیم الفرصتی کے باعث اِس کتاب پر جستہ جستہ نظر ڈالی۔ اور اسے نہایت ہی مکمل و مستوعب پایا۔ اور نواب عزیز جنگ بہادر کو اُن کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین

صفحہ ۱۳ مین جہان نواب صاحب نے اپنے ماخذون کی فہرست درج کی ہے ہمین ایک شبہ بھی ہوا۔ کیونکہ چھٹے نمبر پر کتاب "تاج العروس مین جواہر القاموس" امام بیہقی کی تصنیف بتا دی گئی ہے۔ یہ کتاب قاموس کی شرح ہے۔ اور امام بیہقی قرونِ اولیٰ کے ائمۂ تصنیف مین سے ہین۔ جو مصنف قاموس سے بہت پہلے تھے۔ وہ قاموس کی شرح کیونکر لکھ سکتے تھے؟ تاج العروس علامۂ سید مرتضیٰ بلگرامی کی تصنیف ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ اور مصر مین سکونت اختیار کر کے وہان کے مستند و مشہور علما مین شمار ہو کے شاید سید مرتضیٰ زبیدی کے لقب سے مشہور ہوئے تھے۔ غالباً یہ کاتب کی غلطی ہو۔

غرایب الجمل ایک ضخیم کتاب ہے۔ جو ۲۰ × ۲۶ پیمانہ کے ۲۸۸ صفحون پر ختم ہوئی ہے۔ کاغذ کھرا اور گندہ ہے چھپائی واضح و روشن ہے۔ اور ہمارے پاس مجلد کتاب آئی ہے۔ قیمت تین روپیہ (سے) اُس کی حیثیت کے مناسب ہے جن لوگون کو اردو زبان کا لٹریری مذاق ہو وہ اس کتاب کو جناب مصنف سے "عزیز باغ ۔ سلطان پورہ حیدرآباد دکن" کے پتہ پر مراسلت کر کے ضرور طلب فرمائین

سوز وطن

ایک ننھی سی ۹۶ صفحون کی کتاب ہے جس مین منشی نواب رائے صاحب نے اپنے تصنیف کئے ہوئے چھوٹے چھوٹے پانچ قصہ جمع کر دئے ہین۔ یہ قصے اہل وطن مین وطن کا جوش پیدا کرانے کے لئے لکھے گئے ہین۔ لیکن اِس بے احتیاطی کے ساتھ کہ جا بجا سے باغیانہ خیالات اور اکسٹریمسٹ پارٹی کے مذاق کی بُو آتی ہے۔ ہم اس قسم کی بے نتیجہ شورش کے سخت مخالف ہین۔ اور ایسی دوستی کو ہندوستان کی دوستی نہین سمجھتے۔ اگر چند اور آدمیون کو پھانسی پر لٹک جانے پر آمادہ کر دیا تو ہندوستان کو اِس سے کیا مل جائے گا۔ خدا ہندوستان کو اپنے ناسمجھ دوستون کے ہاتھ سے بچائے۔ جنھون نے اتنے دنون کی علمی ترقیون کو خاک مین ملا کے آئندہ کے لئے تعلیم کا بھی سد باب کرا دیا۔ قیمت کچھ نہین صرف ۴۰ر ہے۔ زبان اچھی اور شستہ ہے۔ اور طرز بیان موثر۔ جن حضرات کو ایسے لٹریچر کا شوق ہو ایڈیٹر صاحب زمانہ کو کانپور مین خط بھیج کے طلب فرمائین۔

جہنم سے پہلا خط

یہ بھی ایک چھوٹی سی ۴۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ اور قیمت صرف ۲۰ر جسے منشی شرف الدین احمد خان صاحب ہیڈ کلرک جیل ریاست رامپور نے انگریزی سے ترجمہ کر کے شایع کرایا ہے۔ اور انگریزی مین بھی ترجمہ ہی ہے۔ اصل کتاب شاید جرمن مین لکھی گئی ہے۔ ہم نہین سمجھ سکتے کہ مترجم صاحب نے کس مصلحت سے اصلی مصنف کا نام کہین نہین بتایا ہے۔ کتاب بجائے خود اچھی ہے۔ کیونکہ یہ لامذہبی کی تردید اور مذہب کی حمایت مین ہے۔ اس کا دلچسپ پلاٹ یہ ہے کہ ایک شخص دوزخ سے اپنی حالت اور اپنی بد اعمالیون کے نتائج غم کی کیفیت لکھتا ہے۔ ترجمہ کی خوبی داد سے اس لئے مستغنی ہے کہ آنریبل جسٹس سید شرف الدین صاحب جج

ہائی کورٹ کلکتہ نے اصل سے مقابلہ کرکے ترجمہ کو مطابق پایا اور اُس کی تعریف کی رہے مضامین اُن کی نسبت ظاہر ہے کہ ہمارے بگڑنے والے تعلیم یافتہ نوجوانون کے لئے ایسے تازیانون کی بے انتہا ضرورت ہے۔

تاہم مین اتنا ضرور کہونگا کہ ہر قوم اور ہر مذہب اور ہر معاشرت کا ہر امر مین ایک آئیڈیل ہوا کرتا ہے جو دوسری قوم اور دیگر مذاہب والون کی نظر مین غیر مانوس ہوتا ہے اس کا مابعد الموت کا آئیڈیل مسلمانون کے آئیڈیل سے ذرا جداگانہ ہے۔ اور اُسی حد تک مسلمانون پر اُس کا اثر بھی کم ہوگا۔ اِس کتاب سے جتنا فائدہ ایک مسیحی بچہ اُٹھا سکتا ہے مسلمان بچہ نہین اُٹھا سکتا۔ پھر بھی نوجوانون کو اس کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ مصنف صاحب کو مذکورۂ بالا پتہ پر خط بھیج کے طلب فرمائین۔

قدردانان دلگداز

دلگداز کے گیارہ نمبر آپ کی خدمت مین پہونچ گئے۔ اور دو چار ہی روز مین بارھوان نمبر بھی حاضر ہوگا۔ جو بتا دے گا کہ ۱۹۰۶ء مین دلگداز مین کیسی اصلاحین کی گئی ہین اور جنوری کا پرچہ کس ترقی کے ساتھ نکلے گا۔ مگر اِس موقع پر اتنا التماس کرنا ضروری ہے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۵ء کا چندہ براہ کرم منی آرڈر کے ذریعہ سے جلد ارسال فرمائیے۔ ہم نے محض اشاعت کی بدنظمی کے خیال سے اپنی عادت کے موافق کوئی پرچہ وی۔پی نہین بھیجا۔ لہذا اب جونکہ ختم سال ہے اور دلگداز پوری خدمت بجا لاچکا آپ خود ہی چندہ ارسال فرماکے ہمین ممنت فرمائین۔ تاکہ آئندہ اصلاحون مین مدد مل سکے۔ امید ہے کہ ہمارے قدر افزا احباب ضرور توجہ فرمائین گے۔

خاکسار
محمد فاروق منیجر دلگداز

سنہ ۱۹۰۸ء اور دلگداز

سنہ ۱۹۰۸ء خدا حافظ! اور سنہ ۱۹۰۹ء مرحبا۔ مرحبا۔ تعال۔ تعال۔ میان جانے والے جاؤ۔ مگر ہمین بھول نہ جانا۔ تم سے بس اتنی ہی التجا ہے کہ تمھارے جریدے پر ہمارا نام ثبت رہے۔ اور میان آنے والے آؤ۔ مگر ذرا غریبون کا خیال رہے۔ ساری امیدین اور کل آرزوئین اب تمھاری ہی ذات سے وابستہ ہین۔ اور کامیابی کا تاج پہنانے والے یا ناکامی و نامرادی کے گڑھے مین ڈھکیلنے والے جو کچھ ہو تم ہی ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ سنہ ۱۹۰۸ء کو جو ہم نے خدا حافظ کہہ کے رخصت کر دیا۔ تو ٹھنڈے کلیجے سے رخصت کیا ہے یہ نہ خیال کرو کہ اس نے ہمارے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیا تھا۔ اور اب ہمین تمھاری مزید عنایت کی ضرورت نہین۔ نہین ہم سے زیادہ مستحق تمھین کوئی نہ ملے گا۔ اگر مظلوم کے حال پر رحم کرنا اور مصیبت زدہ کو آفت سے نکالنا کوئی اچھا کام ہے تو دلگداز سب سے زیادہ اور سب سے پہلے تمھاری عنایت اور تمھارے لطف و کرم کا مستحق ہے۔

ذرا اس کی سرگزشت تو سنو۔ گو یہ ایک داستان غم ہے۔ مگر داستان غم ہی مزے کی بھی ہوتی ہے۔ اور کچھ ایسی ہی باتین دل مین بھی لگتی ہین۔ آج سے بائیس سال پہلے جب کہ یہ بیسوین صدی شروع نہین ہوئی تھی۔ اور ایک تمھارے ماسبق نائب زمانہ سنہ ۱۸۸۷ء کا عمل تھا۔ دلگداز لکھنؤ سے جاری ہوا۔ اس کی اُس وقت کی آب و تاب۔ چمک دمک۔ اور دلفریبی و رعنائی دیکھنے کے لائق تھی۔ اور اس کی اُس وقت کی میٹھی اور دل مین اُتر جانے والی باتین سننے کے قابل تھین۔ اُس وقت یہ صرف

۱۶ صفحون کا رسالہ تھا۔ مگر وہ سولہ صفحہ جن پر فقط عاشقانہ مضامین اور خیال آرائی و خیال آفرینی کے کرشمے ہوا کرتے تھے کیا کہین کہ کیسے پُر لطف پُر مذاق اور سراپا سوز و گداز ہوتے تھے۔ چند ہی روز مین اِس کی دھوم مچ گئی۔ اور ہر اُردو زبان مین مذاق رکھنے والا اس کا دلدادہ و شیدا ہوگیا۔ غرض ۱۸۸۷ء ہر طرح اس کے حال پر شفیق و مہربان تھا۔ اور اُس مرحوم سنہ سے کوئی شکایت نہین۔

یہان تک کہ ہم نے آنسو بہا بہا کے اُس سنہ کو الوداع کہی اور ۱۸۸۸ء کا خیر مقدم ادا کیا۔ وہ پہلے مربی سے بھی زیادہ مہربان ثابت ہوا۔ اُس کے شروع ہوتے ہی دلگداز مین ۱۶ صفحات مضامین پر ناول کے ۱۶ صفحے اضافہ کیئے گئے۔ پرچہ دو جز کا ہوگیا۔ اور اِس دلچسپ اضافہ سے اِس کی ہر دلعزیزی و رونق اور بڑھ گئی۔ ہر طرف اِس کے لیئے دستِ شوق پھیلے ہونے لگے۔ انتظار کی آنکھین کسی روئے زیبا کی طرح ہر گھڑی اِس کی طرف لگی رہتی تھین۔ ۱۸۸۸ء کی مہربانیون نے اِس کی بنیاد ایسی مضبوط جما دی تھی کہ اُس کے بعد دو سال یعنی ۱۸۸۹ء و ۱۸۹۰ء دلگداز کے لیئے شادمانی و کامرانی ہی کے برس رہے۔ ہندوستان مین ہر طرف دلگداز ہی کا چرچا تھا۔ اسوقت نہ کوئی ایسا رسالہ ملک مین جاری تھا جو دلگداز کا مقابلہ کر سکے۔ اور نہ کوئی زبان کا رسیا تھا جسے بغیر دلگداز کی صورتِ زیبا دیکھے چین آئے۔ اِس کی مضامین کی ہر طرف دھوم تھی۔ اور اِس کے ناول لٹریچر قومی جوش اور تاریخی دلفریبیون کے ایسے نمونے تھے کہ ہر زبان پر اُن کا چرچا تھا اور ہر گھر مین اُن کا تذکرہ۔

اب ۱۸۹۱ء آیا۔ اور اُس کے ماہ اپریل مین ہمین پہلے پہل ایک خاص ضرورت سے حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین آنا اور نواب وقار الامرا بہادر کی مہربانیون سے یہان رُک جانا پڑا۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دلگداز کی اشاعت رُک گئی۔ نواب وقار الامرا بہادر اُن دنون معین المہام مال تھے۔ اور ہم سے اُنھون نے خواہش کی کہ اُن کے صاحبزادے نواب ولی الدین خان بہادر کی مشرقی تعلیم کی نگرانی کے لیئے ولایت جائین۔ ہمین سفر ولایت کے شوق مین پرچہ اور مطبع کو بند کر کے مستعد ہو جانا پڑا۔ مگر جب ہم گھوڑے بیچ چکے تو روانگی کا مسئلہ حیز التوا مین پڑ گیا اور ہمارے لیئے سوا سو جانے کے کوئی مشغلہ نہ تھا۔ اسی لیت و لعل مین جب دو سال

گزر گئے تو ہم نے نا امید ہو کے ۱۸۹۳ء مین لکھنؤ سے پھر دلگداز کو جاری کر دیا۔ مگر اب یہ حالت تھی کہ ہم حیدر آباد مین تھے اور دلگداز لکھنؤ سے نکل رہا تھا۔ لیکن اُسے شایع ہوتے صرف ۹ مہینہ گزرے تھے کہ ہمین یکایک روانگی انگلستان کا حکم ملا۔ ہم نے حکم ملنے کے پندرہ ہی روز بعد "بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا" کہا۔ جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ اور دلگداز کی کشتی بیچ منجدھار مین پڑ کے ڈگمگائی اور ڈوب گئی۔

ولایت سے واپس آنے کے بعد ہم نے ۱۸۹۶ء سے پھر دلگداز جاری کیا۔ لیکن گیارہ پرچہ شایع ہونے پائے تھے کہ جناب سکینہ بنت حسین کی سوانح عمری پر جو دلگداز مین شایع ہو رہی تھی عوام کالانعام مین ایک شورش پیدا ہوئی۔ اگرچہ گورنمنٹ نظام نے اپنی روشن خیالی سے کسی قسم کی مزاحمت نہین کی۔ مگر پوری طور پر ہمین مشورہ دیا گیا کہ اُس مضمون کے باقی حصہ کو ہم روک دینا۔ اور اس کی عوض ہم دیگر مضامین شایع کرین۔ مگر ہم اس کے متحمل نہ ہو سکے۔ اور ہم نے یہ کہہ کے دلگداز ہی بند کر دیا کہ جب سکینہ بنت حسین کے مضمون کا باقی حصہ شایع ہوگا تب ہی دلگداز بھی شایع ہوگا۔ اس کے بعد ہم پورے ایک برس حیدر آباد مین رہے اور دلگداز بند رہا۔ سنہ ۱۹۰۰ء مین ہمین نواب وقار الامرا بہادر نے اجازت دی کہ جب تک چاہین لکھنؤ مین رہ کے اُن کے خدمات بجا لائین۔ چنانچہ ہم لکھنؤ گئے اور سب سے پہلے وہان پہونچ کے ۱۸۹۸ء کا بارھوان نمبر شایع کیا جس مین حضرت سکینہ بنت حسین کی سوانح عمری کا باقی ماندہ حصہ تھا۔ اور اُس کے بعد جنوری ۱۹۰۱ء سے پھر اشاعت دلگداز کا سلسلہ لکھنؤ سے جاری ہو گیا۔

اب پھر دلگداز اُسی آب و تاب سے نکلا۔ اور اُس کے مضامین پھر اُسی طرح پبلک مین ایک پھر زندہ دلی پیدا کرنے لگے۔ اب دلگداز کے تاریخی ناولون نے ملک مین تاریخ کا اس قدر زیادہ مذاق پیدا کر دیا تھا کہ دلگداز مین تاریخ کے ۱۶ صفحات بڑھانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء سے حروب صلیبیہ کی تاریخ کے شایع کرنے کا نیا سلسلہ جاری کیا گیا۔ مگر اس کو چھ ہی مہینے گزرنے پائے تھے کہ ہمین حسب الحکم نواب وقار الامرا بہادر مرحوم حیدر آباد آنا پڑا۔ دلگداز کی اشاعت کا سلسلہ پھر رک گیا۔ اور سنہ ۱۹۰۲ء مین صرف پانچ رسالے نکل کے ناتمام پڑے رہ گئے۔ اب

حیدرآباد مین رہ کے لکھنؤ سے شایع کرنا ہمین بہت ہی دشوار اور غیر ممکن نظر آیا۔ ہمارے آنے کے تھوڑے ہی دنون بعد حیدرآباد کی وزارت مین تغیر ہوگیا یمین السلطنۃ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر اولیکۂ آراے مسند وزارت ہوے۔ اور ہم ۱۹۰۲ء کے اختتام تک یہین رہے۔ اُن دنون کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ دولت آصفیہ نظام سے ہمارے تعلقات ہی منقطع ہوگئے۔ ساتھ ہی ہم بھی حیدرآباد سے برخاستہ خاطر ہو گئے۔ اور قطعی ارادہ کرلیا کہ لکھنؤ مین جا کے اپنے پُرانے مشاغل کا سلسلہ شروع کردین۔ اور اگرچہ نواب سلطان الملک بہادر اپنی پائگاہ سے ہماری کفالت کر رہے تھے۔ اور آخر تک کفالت کرنے کو موجود تھے۔ اور یمین السلطنۃ مہاراجہ مدارالمہام بہادر بھی اپنی فیاضی و کریم النفسی سے ہر طرح کا اطمینان دلا رہے تھے مگر ہمین دلگداز کے شایع کرنے اور پھر پبلک زندگی اختیار کرنے کا اِس قدر شوق تھا کہ کل امیدون کو چھوڑ کے لکھنؤ کی راہ لی۔ اور جون ۱۹۰۳ء سے دلگداز کو پھر جاری کرکے اُس سال کی شش ماہی مین ۱۹۰۱ء کی ناتمام جلد دلگداز کو مکمل کردیا۔ اِس کے بعد ۱۹۰۴ء کے اگسٹ مین تاریخ حروب صلیبیہ مکمل ہوگئی تب مین نے اپنی تالیف کی ہوئی تاریخ سندھ کو دلگداز کی ساتھ نکالنا شروع کیا۔ جس کی پہلی جلد دسمبر ۱۹۰۶ء مین پوری ہوگئی۔

۱۹۰۶ء کے ماہ فروری سے دلگداز مین مضامین ناول و تاریخ کے علاوہ ایک سوانح عمری کے شایع کرنے کا بھی سلسلہ ڈالا گیا۔ آغا ئی صاحب کی لائف کے ۸ صفحے ہر پرچہ کے ساتھ شایع ہونے لگے۔ اور پرچہ کا پورا حجم ساڑھے تین جز یعنی ۵۶ صفحون کا ہوگیا۔ ۱۹۰۷ء مین ہم کو اپنی بیماری اور اپنے بعض خاندانی صدمات کے باعث ایسی مصیبتون مین مبتلا ہونا پڑا کہ دلگداز کی اشاعت مین پھر فرق آگیا۔ اُن صدمات سے نجات ملی ہی تھی کہ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کے عالمانہ مذاق نے مہاراجہ مدارالمہام بہادر کو پھر میری یاد دلائی۔ اور محتشم الیہ کی قدر افزائی سے مین بہ حیثیت ر وزگار ناظم تعلیمات پھر حیدرآباد مین آیا۔ یہان آکے جب ذرا اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہوا تو وہ اشاعت دلگداز کا ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر جوڑا گیا۔ دلگداز نے آفات زمانہ سے

نپہنچنے کے لئے دولت ابد مدت آصفیہ خلد ملکہا کے دامن عافیت مین پناہ لی۔ اور جولائی ۱۹۰۸ء سے دوبارہ جاری کرکے دلگداز کی جو جلد ماہ جون ۱۹۰۷ء مین ناتمام پڑی رہ گئی تھی اُس کے تکملہ کی کوشش کی گئی۔ اور الحمد للہ کہ ابھی رسالہ پر اُسی جلد کا تکملہ ہوتا ہے۔ اور جلد مضامین ہی نہین پوری کردی گئی۔ بلکہ ناول بھی ختم ہوگیا۔ تاریخ سندھ کی دوسری جلد بھی مکمل ہوگئی۔ اور آغا خانی صاحب کی لائف بھی مختصر کرکے مکمل کردی گئی۔

اب ہمین مختصراً یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ دلگداز نے باوجود اِس کے کہ ڈگمگا ڈگمگا کے سنبھلا اور گر گر کے اُٹھا۔ اور اُس کی زندگی انقلابات عالم کی حسرتناک تصویر رہی مگر اِن ناکامیابیون پر بھی اُس نے کتنے کام کیئے۔ اور اردو کے خزانے مین کتنی دلچسپ اور قیمتی کتابین پیدا کردین۔ علاوہ جلد ہائے مضامین کے اُس نے ۱۸۸۸ء مین ناول ملک العزیز ورجنا مکمل کیا۔ ۱۸۸۹ء مین ناول حسن انجلینا مرتب ہوا۔ ۱۸۹۰ء مین ناول منصور وموہنا۔ ۱۸۹۱ء مین ناول یوسف ونجمہ پانچ جز شایع ہوکے ناتمام پڑا رہ گیا تھا وہ سولہ برس بعد جنوری ۱۹۰۶ء سے دوبارہ شایع ہوکے ڈسمبر ۱۹۰۶ء مین مکمل ہوا۔ ۱۸۹۳ء مین ناول فلورا فلورنڈا شایع ہوتے ہوتے رُک گیا تھا وہ ۱۸۹۹ء مین علحدہ تمام وکمال چھاپ کے شایع کردیا گیا۔ جولائی ۱۹۰۴ء سے ناول شوقین ملکہ شایع ہونا شروع ہوا تھا وہ ڈسمبر ۱۹۰۵ء مین مکمل ہوگیا۔ جنوری ۱۹۰۷ء سے ناول قیس ولبنیٰ کی اشاعت کا سلسلہ ڈالا گیا تھا وہ اب ڈسمبر ۱۹۰۸ء یعنی اسی پرچہ کی اشاعت کے ساتھ تکمیل کو پہونچتا ہے۔ اِن کے علاوہ تاریخ حروب صلیبیہ اور تاریخ سندھ کی دو جلدین اور آغا خانی صاحب کی لائف اسی دلگداز کے ہاتھون اُردو لٹریچر کے دربار مین پیش کی گئین۔

اگر انصاف کیجیئے تو اِن ناکامیون اور ایسی پریشان حالیون کے ساتھ دلگداز کی یہ لٹریری خدمتین تھوڑی نہین ہین۔ اور باوجود مر مر کے جینے اور گر گر کے اُٹھنے کے دلگداز نے انشا پردازی کی دنیا مین ایسی یادگارین نہین چھوڑی ہین جو کبھی زمانہ کو بھول سکین۔ اور اردو زبان کے تمام رسالون مین سے صرف

دلگداز ہی اِس دعوے کا مجاز ہو سکتا ہے کہ ع "ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما" یہ دلگداز ہی کے لیے ہے کہ اُس کے ناولون کی ہر دلعزیزی و مقبولیت اِس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اُن کی اشاعت مطابع کی ہوس اور پبلک کے ہجوم شوق کی بدولت ہمارے بس اور قابو مین نہ رہ سکی۔ ہمارا کچھ زور نہ چل سکا۔ اور دلگداز کے کارخانے کے موجود ہوتے ہر جگہہ اور ہر شہر کے مطابع نے بلا لحاظ ہماری رضا و رغبت یا ہمارے جبر و اکراہ کے مذکورۂ بالا ناولون مین سے اکثر کو چھاپنا شروع کر دیا۔ اور اِس وقت تک اُن کے بیسون اڈیشن شایع ہو چکے ہین۔ اور اب بھی باوجود روکنے اور منع کرنے کے لوگ جگہہ جگہہ طرح طرح کی چالاکیان عمل مین لا کے اُنھین چھاپ ہی لیتے ہین غرض یہ مقبولیت سوا دلگداز کے اور کسی اُردو رسالے کو نہین نصیب ہوئی۔

تاہم اگر غور سے دیکھا جائے تو دلگداز کی حالت بہت کچھ اصلاح طلب ہے۔ فی الحال ہندوستان مین متعدد رسالے بڑی آب و تاب سے شایع ہو رہے ہین۔ اُن مین اڈیٹرون کو سوا تالیف کے اور مختلف مضمون نگارون کے مضامین جمع کر دینے کے اور کسی قسم کی زحمت نہین اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور دلگداز مین جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک خاص لٹریچر ہوتا ہے۔ اور اول سے آخر تک (بجز استثنا چند مضامین کے جو کبھی کبھی شایع ہو جاتے ہین) سب اڈیٹر دلگداز کے دماغ و قلم کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ دلگداز کے سال بھر کے پرچے مرتب ہو جانے کے بعد چاہے کتنے ہی پُرلطف ہون مگر ہر متفرق پرچہ بالکل بے کار اور بے مزہ نظر آتا ہے۔ کیونکہ تاریخ۔ ناول۔ اور لالف تینون جزون کے اول و آخر کے اوراق جب تک موجود نہ ہون درمیان کا ایک جز کسی کام کا نہین ہوتا۔ رہا ابتدا کا ایک جز جس مین مضامین ہوا کرتے ہین وہ اِس قدر محدود ہے کہ اُس پر اچھے اور مکمل مضامین نہین آسکتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی نمونہ کا پرچہ طلب کرتا ہے تو ہمین درمیان سال کا کوئی نمبر بھیجتے شرم آتی ہے کہ جن صاحب کے ہاتھ مین جائے گا وہ بسوا اِس کے کہ ناک بھون چڑھا کے ہاتھ سے پھینک دین کسی قسم کا لٹریری لطف نہ اٹھا سکین گے

الغرض یہی نقصانات ہین جو مجبور کر رہے ہین کہ اب دلگداز کی وضع و حالت بالکل بدل دی جائے۔ اور یہ اسلئے دلگداز کو خیال سے بھلا کے بالکل نیا دلگداز جاری کیا جائے جو چھپائی کے اعتبار سے اچھے ہونے کے علاوہ اِس قابل ہو کہ اُسکے ہر نمبر سے ناظرین کو ایک جداگانہ لطف آئے۔ اور لوگ اُس کو زیادہ شوق کے ہاتھون سے لیا کرین۔

چنانچہ اب جنوری ۱۹۰۹ء سے دلگداز کی تقطیع بجائے ۱۸×۲۲ کے ۲۰×۲۶ کر دی گئی ہے۔ اور سطر جو کہ اِن چھوٹے صفحات پر ۲۵ سطرون کا تھا آئندہ ان ہی بڑے صفحات پر ۲۱ سطر کا رہے گا تاکہ خوب واضح اور روشن رہے۔ تاریخ اور لائف کا سلسلہ اب ختم کر دیا گیا۔ اور اِن کے صفحات بھی مضامین کے حصہ مین شامل کر دئے گئے۔ اِس طریقہ سے پورے چالیس صفحون پر مضامین رہین گے اور کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان کے مشہور و معروف انشا پردازون اور جادو نگار محققون اور فاضلون کے مضامین کثرت سے شایع کیے جائین۔ انھین مین ملے ہوئے ایڈیٹر دلگداز کے مضامین بھی اسی مقدار مین رہین گے جتنے کہ اب ہوتے ہین۔ اِن چالیس صفحون مین سے ۳۲ صفحون پر مضامین ہونگے اور ۸ صفحون پر ہندوستان کے واقعات و حالات پر دلچسپ ریمارک رہا کرین گے۔ اور ۴۰ صفحون کے بعد ۱۶ صفحون پر ایڈیٹر دلگداز کا ایک تاریخی دلچسپ ناول رہیگا۔ اِس لئے کہ قدردانانِ دلگداز کو بغیر ہمارے کسی ناول کے پورا لطف نہ آئے گا۔ الغرض آئندہ سے مضامین و ناول ملا کے دلگداز کا حجم ۵۶ صفحون کا رہے گا۔ کاغذ بھی آئندہ عمدہ ولایتی کر دیا گیا ہے۔ اور چھپائی کے متعلق بھی مزید اہتمام کی کوشش کی گئی ہے۔

پیشتر جو تفریقین صرف ناول صرف دلگداز صرف تاریخ یا اُن مین سے دو حصون یا مکمل پرچہ کے خریدنے کی تھین وہ ۱۹۰۹ء سے موقوف کی جاتی ہین آئندہ سے پورا مکمل پرچہ دیا جائے گا۔ اور اُس کی قیمت قلمرو برطانیہ مین تین روپئے (سے) کلدار اور قلمرو دولت آصفیہ مین چار روپیہ (للعہ) سکہ محبوبیہ رہے گی۔ نہ کسی کو جداگانہ ناول دیا جائے گا اور نہ کسی کو جداگانہ حصۂ مضامین۔

الغرض اے سنہ ۱۹۰۸ء ایسا دلگداز ہے جسے بہت کچھ ترمیم و اصلاح کرکے اور سابق سے بہت زیادہ مکمل و دلچسپ بنا کے ہم تیرے آغوش مین ڈالتے ہین۔ اور امید کرتے ہین کہ تو اسے اپنی یادگار تصور کرکے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔ اور تجھے رخصت کرتے وقت ہم اسے بہت ترقی و عروج کی حالت پر پائین گے۔

اسی موقع پر قدر افزایان دلگداز کی خدمت مین التماس ہے کہ اس اپنے آغوش شفقت دامن قدردان کے پلے ہوئے پرچہ کو آپ محبت شفقت کی نظر سے دیکھین گے۔ اور خیال کرین گے کہ اس کی ترقیان آپ ہی کی سابقہ کرمفرمائیون کا نتیجہ ہین اور اب یہ پہلے سے زیادہ آپ کے دست شفقت کا محتاج ہے۔

اے وہ بزرگان قوم جو دلگداز کو اپنا اور اپنے آغوش مکرمت کا پروردہ جانتے ہو ایک اور معاملہ مین بھی آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کو یاد ہوگا پرچہ ہر سال پیشگی ویلوپی ایبل روانہ کر دیا جاتا تھا۔ مگر سنہ ۱۹۰۷ء مین محض اس خیال سے کہ اشاعت مین بدنظمی ہی ہم نے کسی صاحب کی خدمت مین وی پی نہین بھیجا اب چونکہ بارہ پرچے آپ کی خدمت مین پہونچ چکے۔ اور سنہ ۱۹۰۷ء و سنہ ۱۹۰۸ء مین ملا کے ہم نے مضامین و تاریخ و لطائف کی پوری جلدین مکمل کرکے آپ کی خدمت مین پہونچا دین اس لئے اب ہم گذشتہ سال کی قیمت مانگنے کے مستحق ہین۔ اس گذشتہ قیمت کے لئے ہم پرچہ وی پی تو نہین بھیجنا چاہتے مگر امیدوار ہین کہ آپ اپنی عنایت سے اس سنہ کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کے کارخانہ کی مدد فرمائین گے تاکہ ہمین اصلاح و ترقی مین مدد ملے۔ سنہ ۱۹۰۹ء کے دو پرچے وقت پر نکال لینے کے بعد تیسرا پرچہ یعنی مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کا دلگداز اسی سنہ ۱۹۰۹ء کی پیشگی قیمت پر البتہ وی پی روانہ کیا جائے گا۔ لیکن اس گذشتہ سال کی قیمت کے متعلق ہمین آپ کی عنایت مہربانی شفقت اور قدیم مربی گری سے امید ہے کہ ہمارے بلا طلب آپ ارسال فرما کے ہمین ہمیشہ کے لئے رہین منت فرمائین گے۔

اگر کوئی صاحب آئندہ خریداری کے متعلق متردد ہون تو جنوری سنہ ۱۹۰۹ء کا پرچہ دیکھ کر رائے قائم فرمائین۔

عمرو عیّار

اُردو جاننے والون مین سے بہت کم ہون گے جو اس نام سے نا آشنا ہون۔ داستان گویون نے اور امیر حمزہ کی داستان کے مصنفون نے اس نام کو ایک ایسا بامذاق اور عجیب وغریب کیریکٹر بنا دیا ہے کہ ممکن نہین یہ نام زبان پر آئے اور لوگون کو ہنسی نہ آجائے۔ مگر شاذ ونادر ہی لوگ جانتے ہون گے کہ یہ کون بزرگ تھے۔ اور اُن کے اصلی حالات کیا ہین۔ بہت سے لوگون کے تو ذہن نشین ہوگا کہ یہ ایک بالکل فرضی اور قصہ گویون کا بنایا ہوا نام ہے۔ مگر نہین ایسا نہین ہے۔ یہ ایک بڑے بزرگ شخص تھے۔ اور گو اُن کے اصلی واقعات بھی مذاق سے خالی نہین مگر اُن کے ساتھ ایسی ملاعبت کرنا جیسی کہ داستان کہنے والون نے کر رکھی ہے ایک بڑی گستاخی وبے ادبی ہے۔ دلگداز کی ہمیشہ کوشش رہی کہ اکثر ہیروئن اور نامورون کے حالات جہان تک ممکن ہو صحیح طور پر بتا دیئے جائین تاکہ انشا پردازی کی دنیا سے جہالت دور ہو۔ لہذا جس طرح حاتم طائی قیس عامری۔ اور نقاش عجم مانی کے حالات وقتاً فوقتاً بتائے جا چکے ہین اُسی طرح اس پرچہ مین ہم جناب عمر عیار کے حالات بیان کرتے ہین جن کی زنبیل کی وسعت شعرا کے خیال سے زیادہ اور قصہ گویون کے وہم وگمان سے بڑھ کے بتائی جاتی ہے۔

یہ ایک معزز ومحترم صحابی رسول اللہ صلعم تھے جن کا اسم گرامی عمرو بن اُمیہ الضمری ہے۔ عمرو کو جہالت نے عمر بنایا۔ اور جو کیرکٹر اُن کے لئے قصہ مین بنایا گیا تھا اُس کی مناسبت سے اُن کو "عیّار" کا لقب دے دیا گیا۔ اور اسی لقب کی بنیاد پر داستان گوؤن مین "عیّاری" قادر الکلامی وفصیح البیانی کا ایک فن قرار پا گیا۔

عمرو بن اُمیہ الضمری جاہلیت ہی مین قتل وغارت۔ اچانک جا پہونچنے اور پھر تیلے پن سے کسی کو قتل کر کے کھسک جانے مین شہرت رکھتے تھے۔ اور قریش کے بڑے بڑے لوگ اِن کی صورت سے ڈرتے اور گھبراتے تھے۔ جب قریش نے سرورِ کائنات علیہ السلام کو بہت ستایا۔ اور آپ کو مدینہ کے گوشہ عافیت مین

بھی بیٹھنا دشوار کر دیا تو آپ نے عمرو بن اُمیۃ الضمری کو حکم دیا کہ اپنے ساتھ ایک انصاری شخص کو لے کے جاؤ۔ اور کسی حکمت سے ابوسفیان بن حرب کو قتل کر ڈالو۔ اس لیئے کہ ابوسفیان ہی تمام قریش کو اُبھار اُبھار کے آپ کی دشمنی پر آمادہ کر رہے تھے۔ ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہین لائے تھے اور حضرت رسالت کے خلاف مکہ مین جتنے جھگڑے پیدا ہوتے تھے سب اُنہین کی سبب سے پیدا ہوتے تھے اگرچہ یہ کام دشوار تھا مگر پیغمبر خدا صلعم کے حکم مین تامل کرنے کی کسے مجال تھی۔ بلا تامل اپنے ایک اونٹ اور اُن انصاری صحابی کو ساتھ لیا۔ اور چل کھڑے ہوئے۔ اُن بیچارے انصاری کے پاؤن مین کچھ شکایت تھی چل نہ سکتے تھے۔ اس لیئے اُنھین بھی اپنے اونٹ پر بٹھا لیا۔ اور ارض بطحا کا رخ کیا۔

جب مکہ کے قریب بطن اجج مین پہونچے تو اونٹ سے اُتر کے اُسے ایک گھاٹی مین جہان تک کسی کا گزر کم ہوسکتا تھا باندھ دیا۔ اور اپنے انصاری رفیق سے کہا "اب ہم چلتے تو ہین۔ مگر تم میرے متعلق کسی قسم کا خدشہ دیکھنا تو بے تامل بھاگ کے یہان چلے آنا۔ اور اونٹ پر سوار ہو کے مدینہ واپس چلے جانا۔ اور جو کچھ تمھارے سامنے گزری ہو اُسے بلا کم و کاست بارگاہ رسالت مین عرض کر دینا۔ تم میری فکر نہ کرنا۔ کیونکہ مین مکہ کے راستون اور گلی کوچون سے بخوبی واقف ہون۔ جیسی پیش آئے گی ویسا ہی کرون گا۔" اس باہمی قرارداد کے بعد دونون روانہ ہو کے مکہ مین داخل ہوئے۔ عمرو بن اُمیہ کے پاس ایک خنجر تھا جسے وہ کپڑون مین چھپائے ہوئے تھے۔ اور دل مین ٹھنی کہ کسی نے مزاحمت کی تو اُسے اسی خنجر سے ڈھیر کر دون گا۔

مکہ مین داخل ہونے کے بعد انصاری رفیق نے عمرو بن اُمیہ سے کہا "اب یہان آنا ہوا ہے تو آؤ چل کے کعبہ کے گرد طواف کر کے حرم مین دو رکعتین پڑھ لین۔" عمرو نے کہا "چلو۔ مگر یاد رکھو کہ قریش لوگ مجھے بخوبی پہچانتے ہین وہ سب حرم کے رخ پر اپنے مکانون کے صحنون مین بیٹھے ہوئے ہون گے۔ کسی نے بھی دیکھ لیا تو قیامت ہو جائے گی۔ لیکن خیر جو کچھ ہو چلو تو سہی۔" اس کے بعد دونون نے کعبہ کے قریب پہونچ کے اُس کے گرد سات طواف کیئے۔ دو رکعتین

پڑھین۔ اور عبادت سے فارغ ہو کے واپس چلے تو ایک مقام پر گزر ہوا جہان چند قریش بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اُٹھا رہے تھے۔ عمرو کی صورت دیکھتے ہی ایک شخص پہچان گیا۔ گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بے تحاشا چلایا۔ "ہذا عمرو بن امیۃ الضمری!" غل سنتے ہی جوانان قریش چارون طرف سے دوڑ پڑے۔ یہ حالت دیکھتے ہی عمرو نے اپنے رفیق سے کہا "مین نہ کہتا تھا؟ خیر اب جہان تک بھاگا جائے بھاگو۔ ابوسفیان کا ہاتھ آنا تو محال ہے۔ لیکن اگر میرا ساتھ چھٹ جائے تو تم بے تکلف گھاٹی سے اونٹ پر بیٹھ کے مدینہ چلا جانا اور میرا انتظار نہ کرنا۔ مین اپنی آپ نپٹ لون گا۔" غرض یہ دونون بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور قریش نے جمع ہو کے کہا "اگر عمرو بن امیہ آیا ہے تو کوئی نہ کوئی آفت ڈھائے گا۔ وہ آدمی نہین بلا ہے بے درمان ہے!"

عمرو اپنے انصاری رفیق کے ساتھ بھاگے تو مکہ کے باہر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہان خوش قسمتی سے ایک غار مل گیا جس مین دونون گھس کے بیٹھ رہے۔ رات وہین کاٹی۔ اور منتظر تھے کہ ہماری تلاش کا جوش ٹھنڈا پڑے تو نکل کے آگے کا قصد کرین۔ کہ قریش مین سے عثمان بن مالک تیمی اپنے گھوڑے پر سوار اُس پہاڑ پر آیا۔ اور غار کے دہانے کے پاس ٹھہر کے سوچنے لگا کہ اندر جا کے بھی تلاش کرون یا نہین۔ وہ اسی فکر مین تھا کہ عمرو بن امیہ نے چپکے سے نکل کے اچانک اُس کے سینے پر خنجر کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ خنجر دستے تک اندر اُتر گیا۔ وہ تیورا کے دھم سے گرا اور یہ پھر اپنے غار کے اندر تھے۔ عثمان بن مالک نے گرتے وقت ایسی چیخ ماری کہ قریش آ پہونچے۔ اور اُسے مقتول دیکھ کے کہا "این۔ یہ تمھین کس نے مارا؟" اُس نے جواب دیا کہ "عمرو بن امیہ ضمری نے!" اور اتنا کہتے ہی دم توڑ دیا۔ یہ نہ بتانے پایا کہ عمرو بن امیہ نے مارا تو کہان سے آ کے مارا اور مارا تو مار کے کہان چلے گئے۔

قریش کو اس سانحہ کا اتنا بڑا صدمہ ہوا کہ عثمان کی لاش اُٹھا کے لیجانے اور اُس کے تجہیز و تکفین مین مشغول ہو گئے۔ اور ان دونون رفیقون کو اور دو دن تک اسی غار مین چھپے بیٹھے رہنے کا موقع مل گیا۔ ان دو دنون مین ان کی

تلاش کے طرف سے بھی قریش کا خیال ننیمٹ گیا تھا۔ تیسرے دن دونون غار سے نکل کے مقام تنعیم کی طرف چلے۔ وہان کیا دیکھتے ہین کہ خبیب نام مکہ کے ایک معزز شخص کا بکچوبہ خیمہ نصب ہے۔ اور گرداگرد لوگ پہرہ دے رہے ہین۔ عمرو نے انصاری رفیق سے پھر کہا کہ "دیکھو اگر میرے متعلق کوئی اندیشہ نظر آئے تو تم بھاگ کے مدینہ چلے جانا۔" اور یہ کہہ کے اُس خیمہ مین گھس کے خبیب کو اس طرح مار ڈالا کہ اُس کی لاش کا بھی کسی کو پتہ نہ لگا۔ اور اُس کے خیمہ کی چوب کو پیٹھ پر اُٹھا کے لے بھاگے۔ لوگون نے تعاقب کیا۔ تو چالیس قدم پر جا کے خیمہ کی چوب پھینک دی اور اس زنّاٹے سے بھاگے کہ کسی نے گرد بھی نہ پائی۔ آخر وہ لوگ عاجز آ کے واپس گئے اور انھون نے جو پلٹ کے دیکھا تو ان کے انصاری رفیق کا پتہ نہ تھا۔ وہ بھلا ان کے ساتھ کیا دوڑ سکتے؟ انھون نے راستہ ہی سے واپس جا کے بارگاہ رسالت مین کیفیت عرض کر دی اور سب کو عمرو بن اُمیہ ضمری کی زندگی سے یاس ہو گئی۔

عمرو بن اُمیہ یہان سے آگے چلے تو کوہ ضجنان کے ایک غار مین گھُس کے دم لیا۔ وہان یہ اطمینان سے بیٹھے تھے اور تیر و کمان سامنے رکھے ہوئے تھے کہ ایک شخص بھیڑیان چراتا ہوا آیا۔ اور دھوپ سے بچنے کے لئے اُس غار مین گھُسا۔ یہ ایک لمبا تڑنگا جوان تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی انھون نے کہا "تم کون ہو؟" اُس نے کہا "مین قبیلۂ بنی ذئل ابن بکر سے ہون۔ اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟" عمرو بولے "مجھے نہین جانتے! مین بھی تو ذئلی اور بکری ہون۔" وہ ہم قبیلہ تصور کر کے خوش ہوا۔ بولا "خوب ملے۔" اور ان کے پاس آ کے لیٹ گیا۔ پھر لیٹے ہی لیٹے اُس نے یہ شعر گانا شروع کیا:

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَادُمْتُ حَيًّا وَلَسْتُ اَدِيْنُ دِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَا

(جب تک زندہ ہون مسلمان نہ ہون گا۔ اور نہ مسلمانون کا دین اختیار کرون گا۔)

اُس کا یہ شعر سن کے انھون نے دل مین کہا "اچھا سمجھا جائے گا۔" تھوڑی دیر مین وہ گاتے گاتے سو گیا۔ اور انھون نے موقع پاتے ہی اُسے مار ڈالا۔ کچھ ایسے برہم تھے کہ اُس کی وہ آنکھ جو صحیح و سالم تھی تیر گھسیڑ کے نکال ڈالی۔

اور چلتے بنے۔ اب مدینہ کی طرف ایک تیز پرچڑیا کی طرح اُڑتے چلے جاتے تھے کہ کچھ فاصلہ پر دو شخص نظر آئے۔ جب وہ قریب آئے تو اِنھون نے پہچانا۔ اور سمجھ گئے کہ مشرکین مکہ کے جاسوس ہین جنھین اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ فوراً لپک کے اُن کے قریب گئے اور کہا "سنتے ہو؟ تم دونون ہمارے قیدی بن جاؤ"۔ اُن دونون نے حیرت سے اِن کی صورت دیکھی۔ اور بولے "وجہ؟ ہم دو ہین اور تم اکیلے ہو؟" اس جواب کے ساتھ ہی آپ نے عجب پھرتی کے ساتھ کمان سے تیر جوڑ کے جو مارا تو تیر بہدف تھا۔ ایک شخص گر کے تڑپنے لگا۔ اور آپ نے دوسرے سے کہا "اب تو دونون جانب ایک ہی ایک شخص ہے۔ بس کہتا ہون کہ میرے قیدی بن جاؤ"۔ اِن کی یہ پھرتی اور شجاعت دیکھ کے وہ ایسا حواس باختہ ہوا کہ بے اختیار ہتھیار ہاتھ سے چھوٹ پڑے۔ اور بولا "آیئے مجھے گرفتار کر لیجئے"۔ اِنھون نے جا کے اُس کے ہاتھ کا انگوٹھا اپنی کمان کی تانت سے خوب کس کے باندھا۔ اور اُسے کھینچتے ہوئے مدینہ کی طرف چلے۔

مدینہ قریب ہی رہ گیا تھا۔ تھوڑے سفر کے بعد داخلِ مدینہ ہوئے۔ یہان لوگون کو اِن کی زندگی کی امید نہ تھی اور اِن کے مرنے کی خبر اُڑ چکی تھی۔ چند انصار نے جونہین اِن کی صورت دیکھی بے اختیار خوشی سے چلا اُٹھے "عمرو بن امیۃ الضمری آگئے"۔ یہ آواز گلی کوچے کے کھیلنے والے لڑکون نے جونہی سنی تو خوش خوش دوڑے ہوئے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین گئے۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ عمرو بن امیۃ الضمری آگئے"۔ آپ یہ مژدہ سن چکے تھے کہ خود عمرو اپنے قیدی کو کھینچتے ہوئے بارگاہ رسالت مین حاضر ہوئے۔ آپ اِن کو اِس وضع قطع اور اِس حالت مین دیکھ کے بہت ہنسے اور کیفیت پوچھی۔ اِنھون نے ساری سرگذشت اول سے آخر تک سنا دی۔ اور حضرت سرور کائنات نے خوش ہو کے انھین دعائے خیر دی۔

۱ جو کتابین صحابہ کے حالات مین ہین اُن کے دیکھنے سے غالباً عمرو بن امیۃ الضمری کے کچھ اور حالات بھی معلوم ہو سکین گے۔ مگر کتب تاریخ و سیر مین اِن کا

یہی واقعہ زیادہ مشہور ہے۔ اور یہی واقعہ ہے جس کی بنیاد پر یہ عمرو بن امیہ سے عمر عیار بنا دیے گئے۔

قیس ولبنی

ختم ۱۹۰۸ء کے ساتھ ہم اپنا ایک نیا ناول قیس ولبنی پبلک کے دربار میں پیش کرتے ہیں۔ اس میں عربی مذاق اور عربی معاشرت کے مختلف نمونے دکھانے کے ساتھ ایک سچے عاشق عرب کے نفس الامری واقعات [illegible] کر دیے گئے ہیں۔ اگرچہ ہمارے ناول تاریخی ہیں۔ مگر پھر بھی اُن میں ناول کا پلاٹ درست کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تصرف کر کے تاریخ کو بدلنا ہی پڑا ہے بخلاف اُن کے اس میں یہ خاص بات ہے کہ قیس بن ذریح کے جو کچھ واقعات تھے سب ایک عمدہ ترتیب سے باہم منسلک کر دیے گئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ گفتگو کا سلسلہ بنایا ہوا ہے مگر اس کے ساتھ یہ کہنے کی بھی جرأت کی جا سکتی ہے کہ حسن حقیقی پر فقط نقاشی اور رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ اور بس۔

ابتداءً قیس کا تشنہ لب ہو کے بنی کعب میں جانا۔ لبنی کا پانی پلانا۔ اور لبنی کی صورت دیکھتے ہی قیس کا اُس پر عاشق ہو جانا۔ اس کے بعد اُس کی سرگردانی و پریشانی۔ پھر جناب امام حسینؑ کی سعی سے عقد ہونا۔ اور خود جناب امام کا زر مہر ادا فرمانا۔ پھر اولاد نہ ہونے سے اور نیز اُن کے باہمی وفور عشق کو دیکھ کے قیس کی ماں کا برہم ہونا اور آخر قسم کھا جانا کہ جب تک قیس لبنی کو نہ طلاق دے گا میں نہ سائے میں بیٹھوں گی اور نہ بستر پر سوؤں گی۔ ایک مدت تک روز یہ معمول رہنا کہ قیس اُس پر اپنی چادر سے سایہ کیے رہتا۔ اور آخر زندگی سے تنگ آ کے لبنی کو طلاق دینا۔ پھر اپنے اس فعل پر ندامت و افسوس۔ جوش عشق کا بڑھنا۔ بنی عذرہ کی لڑکیوں کا چھیڑنا۔ اور آخر قیس کا بیمار پڑنا۔ طبیب کا آنا۔ اور یہ مشورہ دینا کہ قیس کو اُس کی طبیعت پر چھوڑ کے قبائل عرب میں پھرنے اور دورہ کرنے کا موقع دیا جائے شاید اس طریقے سے وہ لبنی کو بھول کے کسی اور لڑکی پر فریفتہ ہو جائے۔ آخر اسی سفر کے

بدولت بنی فزارہ کی لبنی سے اس کا عقد ہوجانا۔ اور اس عقد کی خبر سن کے لبنی کعبیہ کا بہ حکم امیر معاویہ خالد بن خلدۂ غطفانی سے عقد کر لینا۔ یہ سن کے قیس کا مجنون ہو کے دشت پیمائی کرنا۔ عبد اصد بن حباش کا اُس سے ملنا۔ پھر اُس کا مجنون عامری سے جا کے ملنا۔ اُس کا پیام لے کے لیلیٰ کے پاس جانا۔ اور لیلیٰ کا شکایت کرنا کہ مجنون اپنے اشعار مین کہتا ہے کہ مین اُس سے ملنے کو گئی تھی بھلا اُس سے پوچھو تو کہ مین کب آئی تھی۔ پھر مجنون کو اس جواب سے مطلع کر کے مدینہ کی راہ لینا۔ راستہ مین لبنی کے شوہر خالد ... اُس کا اونٹ خریدنا۔ اور مدینہ مین کثیر بن صلت کے مکان پر بلانا۔ اور وہان روپیہ دیئے جانے کے بعد لبنی کا اُسے پہچاننا اور کہنا کہ یہ تو قیس ہے۔ پھر حضرات حسنینؓ کی کوشش سے خالد کا اُسے طلاق دینا۔ مروان کی مخالفت۔ اور قیس کا دربار معویہؓ مین جا کے کامیاب واپس آنا۔ دوسری طرف بنی فزارہ کی لبنی کا اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ مین آنا۔ اور آخر قیس و لبنی کا دوبارہ عقد ہونا۔ اور دوسری لبنی کا بھی باوجود اختیار ملنے کے قیس ہی کے پاس رہنے کو پسند کرنا یہ سب واقعات سچے اور تاریخی ہین۔ اور ہم نے اتنا بھی تصرف نہین کیا جتنا کہ مجنون عامری کے حالات بیان کرنے مین اکثر مثنویون مین کیا گیا ہے۔ عرب مین قیس کو دوسرے عاشق عرب مجنون عامری کے مقابل مین زیادہ شہرت حاصل تھی عاشق لیلیٰ مجنون کا نام قیس نہ تھا بلکہ اُس کا صحیح نام عامر تھا۔ اگرچہ ضعیف روایتون سے اُس کے اور نام بھی ثابت ہوسکتے ہین۔ اور اُس کے باپ کا نام ملوّح تھا۔ مگر فارس والون نے عاشق لبنی قیس کا نام اُسے دے کے اُس کے باپ کا نام عامر بتا دیا۔ جو کہ در اصل خود اُسی کا نام تھا۔

بہرحال ہم نے اس ناول کے ذریعہ سے ایک ایسے عاشق عرب کے حالات اردو پبلک مین پیش کر دیئے ہین جو مجنون عامری سے زیادہ شہرت کا مستحق ہے۔ اور جس کی معشوقہ لبنی در اصل لیلیٰ سے زیادہ صاحب جمال تھی۔ اس ناول کی قیمت حسب معمول عہ کلدار یا ۱۲ سکہ محبوبیہ مقرر کی گئی ہے۔ ناولون کے شایقین اور ہمارے قدر افزا جلد توجہ فرمائین۔ اس لئے کہ اب کی مرتبہ اشاعت دلگداز سے بچی ہوئی تھوڑی سی ہی جلدین رہ گئی ہین۔

آغائی صاحب

دوسری کتاب جو اسی ۱۹۰۸ء کے ساتھ تکمیل کو پہونچی مندرجہ عنوان کتاب ہے جس مین لکھنؤ کے امیر اعظم مرزا آغا علی خان عرف آغائی صاحب کے حالات زندگی عمدہ ترتیب اور تہذیب سے جمع کر دیئے گئے ہین۔ آغائی صاحب اُن نامی گرامی لوگون مین تھے جنھون نے عہد شاہی کو بھی دیکھا اور عہد برطانی کو بھی۔ اور اس کے ساتھ خوبی یہ کہ دونون متخالف و متباین دورون مین ممتاز و معزز رہے۔ شاہی مین آدھی ریاست اودہ کے ناظم یا کلکٹر تھے۔ اور انگریزی عہد مین شہر کے ایک صاحب ثروت واثر امیر اور حکام و محکومین دونون کے معتمد علیہ۔ اور درحقیقت وہی تھے جنھون نے نئے بدظن حکام کے دلون کو خستہ و خراب رعایا اور تباہی زدہ شاہزادون اور نواب زادون کی طرف سے صاف کیا۔ اور جہان تک ممکن ہوا اُن کی دستگیری کی۔ اگرچہ آغائی صاحب کے نام سے دیگر اقطار ہند کے لوگ واقف نہین اور شاید اُنھین خیال ہوگا کہ ایک ایسے شخص کے حالات زندگی مین کیا لطف آسکتا ہے جس سے وہ بالکل ناآشنا ہون مگر اُنھین اگر دنیا مین ترقی کرنا ہے تو اُن لوگون کے حالات ضرور پڑھین جنھون نے دنیا مین اپنے لیئے ترقی کا راستہ خود ہی بنایا ہے۔ اور محض اپنی قوت بازو سے اوج کمال پر پہونچ گئے ہین۔ اگرچہ ہم نے ایک ایسے نامور شخص کو جس کی شہرت اُس کے وطن اور اُس کے شہر ہی تک محدود تھی شہرت عام کے دربار مین انٹروڈیوس کیا ہے لیکن ہمین یقین ہے کہ جس قابل شخص کو ہم نے اِس اعلیٰ دربار مین پیش کیا ہے وہ ہر طرح اس کا مستحق ہے۔ اور اِس قابل ہے کہ ہر جگہ کے نوجوان ترقی کے میدان مین قدم رکھتے وقت اُس کے حالات و واقعات کو اپنی نظر کے سامنے رکھین۔ اور اُن سے سبق لین۔ اِس کی قیمت ایک عدد روپیہ کلدار یا سوا روپیہ ۱۴؍ سکۂ حالی ہے۔

جناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کی تصانیف

تاریخ

۱	جنید بغدادی رح	عمہ
۲	ابوبکر شبلی رح	۱۲
۳	حروب صلیبیہ	۶
۴	تاریخ سندھ جلد اول	عہ۱
۵	ایضاً " دوم	عہ۱
۶	خواجہ معین الدین چشتی	۶
۷	اسلامی سوانح عمری	۸
۸	لارڈ بیکن	۱۲
۹	افسانہ قیس	۳
۱۰	تاریخ بغداد	۶
۱۱	ملکہ زنوبیہ	۳
۱۲	الحکم برفاعیہ (جو فلسفہ)	۴
۱۳	اخلاق بین مسز اغانی صاحب	عہ

جلدہائے دلگداز

۱۴	جلد ۱۸۹۸ع	عہ۱
۱۵	" ۱۸۹۹ع	عہ۱
۱۶	" ۱۹۰۰ع	عہ۱
۱۷	" ۱۹۰۴ع	عہ۱
۱۸	جلد ۱۹۰۵ع	
۱۹	" ۱۹۰۶ع	
۲۰	" ۱۹۰۷ع	

یہ کتابیں نہیں منشیانہ معجزات ہیں۔ آئندہ سے خریداروں کے ساتھ یہ خاص رعایت کی گئی ہے کہ جو صاحب سب کتابیں یعنی پوری ۳۳ جلدیں یکمشت لیں گے انھیں مجموعی قیمت کے نصف پر دیجائیں گی اور جو کسی ایک قسم کی کتابیں یعنی صرف تاریخ یا صرف جلدہائے دلگداز یا صرف ناول خرید فرمائیں گے انکو ایک تہائی قیمت چھوڑ دیجائیگی جلد وی پی کی درخواست

ناول

۲۱	قیس و لبنیٰ
۲۲	یوسف و نجمہ کامل
۲۳	ایام عرب ہر دو جلد
۲۴	فردوس بریں
۲۵	شوقین ملکہ
۲۶	ملک العزیز ورجنا
۲۷	منصور موہنا
۲۸	حسن انجلینا
۲۹	شہید وفا
۳۰	درگیش نندنی
۳۱	ہیرا اسنا کی مصیبت
۳۲	آغا صادق کی شادی

محمد فاروق منیجر دلگداز حیدرآباد دکن فیلخانہ